بوستانِ سعدی علیہ الرحمۃ

انسائیکلوپیڈیا

مُصنّف: حضرت شیخ شرف الدین مُصلح سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

مُترجم: الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

بوستانِ سعدی علیہ الرحمۃ

اِنسائیکلوپیڈیا

مصنف: حضرت شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی

نام کتاب	☜	بوستان سعدی (اردو)
مصنف	☜	شیخ شرف الدین سعدی شیرازی
ترجمہ	☜	مفتی غلام حسن قادری
ناشر	☜	مشتاق احمد
اہتمام	☜	سلمان خالد
پرنٹرز	☜	اسلم عصمت پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	☜	گل گرافکس
قیمت	☜	روپے

فہرست مضامین

باب نمبر 4 — 153



ابتدائیہ

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا نام شرف الدین، لقب مصلح الدین، تخلص سعدی اور وطن شیراز ہے (جو صدیوں تک ایران کا دارالحکومت رہا) جس کی وجہ سے آپ کو شیرازی کہا جاتا ہے آپ کی پیدائش ۵۸۹ھ بمطابق ۱۱۹۳ء کے لگ بھگ ہوئی اور وفات ۶۹۱ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے تو آپ کی عمر ایک سو دو سال بنتی ہے مگر بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کی عمر ایک سو بیس سال لکھی ہے (واللہ اعلم) آپ کے والد ماجد شیخ عبداللہ شیرازی چونکہ بادشاہ اتابک سعد زنگی کے ملازم تھے اس لیے شیخ علیہ الرحمۃ نے سعد کی نسبت سے اپنا تخلص سعدی تجویز فرمایا۔

آپ نے اپنی زندگی کے تیس برس تعلیم حاصل کرنے میں صرف کیے تیس سال سیر و سیاحت میں گذارے، تیس سال تصنیف و تالیف میں بسر کیے اور باقی تقریباً بیس سال کا عرصہ گوشہ نشینی اور عزلت میں رہے۔

تصوف و روحانیت کی منازل طے کرنے کے لیے آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کو اپنا راہنما و راہبر منتخب کیا۔ اگرچہ بسا اوقات آپ شاہان وقت کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں لیکن اسی کی آڑ میں امراء و سلاطین کو نصیحت کرتے اوران کے سامنے حق بات کہتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ بقول شیخ علی بن احمد، جب بڑے بڑے علماء و مشائخ ایک سبزی فروش اور قصاب کو بھی نصیحت کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ آپ نے گلستان میں خود لکھا ہے۔ ''بادشاہوں کو نصیحت وہی شخص کر سکتا ہے جسے نہ اپنے سر کا خوف ہو نہ زر کی امید۔''

آپ کی زندگی صبر و قناعت اور عزت نفس سے عبارت ہے جس پر گلستان و بوستان کی کئی حکایات شاہد عادل ہیں۔ خودداری، غیرت و حمیتِ دینی کو کسی صورت بھی

قربان کرنے کا آپ کی زندگی میں تصور تک نہ تھا۔

آپ اپنی زندگی میں ہی فصاحت و بلاغت، حسن تقریر و زور بیاں، قوت گویائی اور ادیبانہ انداز تکلم کی بنا پر شہرت کے آسمان پر نیر تاباں بن کر چمکتے رہے شعر و سخن پر آپ کو اس قدر ملکہ اور مہارت تامہ حاصل تھی کہ ایک مرتبہ ترکستان کے صدر مقام کاشغر میں پہنچے یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب چنگیز خان نے سلطان محمد خوارزم سے چند دنوں کے لیے صلح کر رکھی تھی شیخ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک طالب علم مقدمۂ زمخشری ہاتھ میں لیے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً۔ کا رٹا لگا رہا ہے، شیخ نے ازراہ مزاح طالب علم کو فرمایا! بھئی میاں صاحبزادے! خوارزم و چنگیز میں تو صلح ہو گئی ہے لیکن زید و عمر نے کونسا ایسا جرم کیا ہے کہ ان کی لڑائی آج بھی جاری ہے اور صلح نہیں کر رہے؟ طالب علم اس ظرافت آمیز مقولہ پر ہنس پڑا اور پوچھا! آپ کا وطن کونسا ہے؟ شیخ نے فرمایا شیراز۔ شیراز کا نام سنتے ہی طالب علم نے فوراً سعدی کا کلام سننے کی فرمائش کر ڈالی۔ شیخ نے فی البدیہہ عربی کے دو شعر سنا دیے اس نے فارسی کلام کا مطالبہ کیا، شیخ نے اسی وقت شعر بنایا اور سنا دیا جو یہ ہے

اے دل عشاق بدام تو صید

ما بتو مشغول و تو با عمرو زید

یہ شعر سنا کر سعدی تو کاشغر سے روانہ ہو گئے اور طالب علم ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا، جب کسی نے بتایا کہ یہی سعدی تھے تو کف افسوس ملنے لگا کہ کچھ اور حاصل کر لیا ہوتا۔

شیخ کی تصانیف میں سے گلستان و بوستان ایسی دو کتابیں ہیں کہ بہت کم کسی کتاب کو ان جیسی مقبولیت ملی ہو گی۔ کئی ممالک اسلامیہ میں یہ کتب باقاعدہ مدارس کے نصاب میں شامل ہیں جو مقام فارسی نثر میں گلستاں کا ہے وہی فارسی نظم میں بوستان کو حاصل ہے۔ بوستان کی تقریباً تمام حکایات سعدی کی اپنی آپ بیتی و تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں لیکن اپنی اس سرگذشت سے بھی انہوں نے جو اخلاقی نتائج اور پند و نصائح اخذ کیے ان کا اثر پڑھنے اور سننے والے پر دیرپا ہوتا ہے۔

یہ کہنا کہ بوستان کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ اس میں اخلاق جیسے اہم مضمون کو زیر بحث لایا گیا ہے اور وہ بھی نظم میں، محل نظر ہے کیونکہ فارسی ادب پر نگاہ رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اخلاق وموعظت پر اس طرح کی بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بعض تو درس نظامی کے نصاب میں بھی شامل ہیں' مگران کے نام بھی زبان پہ بشکل چڑھتے ہیں، قاری وسامع پہ اثر ہونا تو بعد کی بات ہے' اس کے برعکس بوستان نے لوگوں کے اخلاق وسیرت پر صدیوں پر محیط جواثر ڈالا ہے وہ باکمال ولا جواب اور بے مثال وعدیم النظیر ہے یقیناً سعدی کا اپنا شعر سونی صدانہی پر صادق آتا ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

میں نے گلستان کی طرح بوستان کی حکایات کو بھی اردو زبان میں نثر کا جامہ پہنایا ہے اور عام فہم الفاظ استعمال کیے ہیں تا کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ ہر حکایت کے تحت سبق کے عنوان سے اس حکایت کا اصلاحی، عملی، دینی ومذہبی پہلوا جاگر کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ مصنف کے پند ونصائح سے کما حقہ، استفادہ کیا جاسکے اس کوشش میں میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں یہ فیصلہ قارئین پہ چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس حقیری کوشش کو اپنے دربار میں قبول فرما کر میرے لیے اخروی نجات اور میرے والدین کریمین مرحومین مغفورین کے لیے بخشش کا سامان بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین

این دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

دعاؤں کا طالب، غلام حسن قادری



اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا

اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز ہے جو جہان کو قائم رکھنے والا اور جان کو پیدا کرنے والا ہے۔ ایسا حکیم ہے کہ بات کو زبان پہ پیدا فرما دیتا ہے۔ مددگار و مالک و بخشش فرمانے والا ہے، دعا قبول کرنے والا، گناہ بخشنے والا اور کرم فرمانے والا ہے۔ ایسا عزت دینے والا ہے کہ جو کوئی اس کے در سے پھر گیا اس کو کوئی بھی عزت نہ دے سکا۔ بڑی بڑی عظمتوں والے بادشاہ اس کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔ گناہ گاروں کو جلدی نہیں پکڑتا اور نہ ہی ظالموں کو (جب وہ توبہ کرلیں) اپنی بارگاہ سے بھگاتا ہے۔ اگر بندے کی نافرمانی کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے تو جب بندہ نافرمانی چھوڑ دیتا ہے تو اللہ بھی اس کی کہانی لپیٹ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو تنگ کرے تو باپ ناراض ہو جائے، کسی رشتہ دار کو ستاؤ تو وہ بیگانوں کا سا سلوک کرے، نوکر اگر کام چور ہو جائے تو مالک ناراض ہو جائے، دوست اگر دوستی میں کمی کرے تو دوست چھوڑ جاتے ہیں، لشکری اگر ملک کی خدمت چھوڑ دے تو بادشاہ اس سے بیزار ہو جائے، لیکن اس مالک الملک اللہ نے کبھی ہماری گنہ گاری کی وجہ سے ہم پہ رزق کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔

اس کے علم کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ دو جہاں اس کے علم کے سمندر کے سامنے ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں، گنہ گاروں کو گناہ کرتا دیکھ کر قدرت ہونے کے باوجود پردہ پوشی فرماتا ہے۔ ساری زمین اس کا دستر خواں ہے جس پر دشمن و دوست سب پل رہے ہیں۔ اگر وہ ظالم کو پکڑ لے تو اس کے قہر سے اس ظالم کو کون بچائے؟ اس کی ذات مدِ مقابل اور ہم جنس سے پاک ہے۔ اس کی حکومت جن و انس کی تابعداری سے بے نیاز ہے۔ ہر کوئی اس کے حکم کا پابند ہے چاہے وہ انسان ہے یا درند، پرند، چرند یا مور و مگس، اس نے سخاوت کا

ایسا دسترخوان بچھایا ہوا ہے کہ کوہ قاف میں رہنے والا پرندہ بھی روزی سے محروم نہیں، مخلوق کے کام سنوارنے والا کریم و مہربان ہے، علیم بذات الصدور اور سب کا محافظ ہے، خودی و کبریائی صرف اس کی ذات کو زیبا ہے کیونکہ اس کا ملک باقی ہے اور وہ خود غنی ہے۔ کسی کے سر تاج رکھتا ہے اور کسی کو تخت سے اتار کر تختے پہ چڑھا دیتا ہے اور مٹی میں ملا دیتا ہے، کوئی اس کی عطا سے نیک بختی کی ٹوپی پہنے ہوئے ہے تو کوئی بدبختی کی گدڑی میں ہے۔ خلیل اللہ پہ آگ کو گلزار کر رہا ہے تو کلیم اللہ کے دشمن کو دریائے نیل میں غرق کر رہا ہے۔ وہ اس کے کرم کا مظہر ہے تو یہ اس کی ناراضگی کا نشانہ۔ پردے میں ہو کر بدکاروں کو دیکھتا ہے اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اگر صرف ڈرانے دھمکانے کے لیے ہی اپنے حکم کی تلوار سونتے تو مقرب فرشتے بھی گونگے بہرے ہو جائیں۔ اور اگر کرم کی آواز لگا دے تو شیطان کو بھی رحمت کی امید لگ جائے کہ میں بھی اس کے کرم سے محروم نہیں رہوں گا۔ اس کی عظیم بارگاہ میں بڑے بڑوں نے بزرگی کی ٹوپیاں اتار رکھی ہیں۔ اس کی رحمت عجز والوں کے بہت قریب ہے۔ وہ رونے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے آنے والے حالات و واقعات کو جانتا ہے۔ سینوں کے راز جانتا ہے۔ بلندی و پستی کا نگہبان اور روز جزا کا مالک ہے۔ کوئی اس کی بندگی سے بے نیاز نہیں اور نہ کوئی اس کے حکم پر اعتراض کر سکتا ہے۔ قدیم ہے نیکی کرنے والے کی قدر فرماتا ہے، تقدیر کے قلم سے رحم مادر میں تصویر سازی فرماتا ہے، مشرق سے مغرب کی طرف چاند اور سورج کو چلا دیا اور زمین کو پانی پہ بچھا دیا، اور جب زمین پانی پہ ٹھہر نہ سکی تو اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑھ دیں، پانی کی بوند کو پری پیکر بنانے والا بھلا پانی پہ ایسی تصویر کشی کون کر سکتا ہے سوا اس کے؟ اس نے پتھروں میں لعل و فیروزے رکھ دیے، سبز شاخ میں سے سرخ پھول نکال دیے، بادل سے قطرہ سمندر کی طرف گراتا ہے اور پشت سے نطفہ رحم مادر میں ڈالتا ہے۔ اُس قطرے سے چمکدار موتی بناتا ہے اور اس (نطفے) سے سرو قد صورت بناتا ہے، ذرّے ذرّے کو جانتا ہے، ظاہر و باطن اس کے آگے برابر ہیں۔ سانپ، چیونٹی تک کو روزی دیتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی عاجز ہیں۔ اس کے حکم سے عدم کو وجود ملا، بھلا اس کے سوا نیست کو ہست کرنا کون جانتا ہے؟ پھر سب کو معدوم کرنے کے بعد محشر میں جمع فرمائے

گا۔اس کے معبود ہونے پر سارا جہان متفق ہے اگر چہ اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان کو اس کے جلال کے سوا کچھ سجھائی نہیں دیتا اور آنکھ کو اس کے جمال کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ وہم کا پرندہ اس کی ذات کی بلندیوں تک رسائی نہیں رکھتا اور فہم کا ہاتھ اس کی صفات کے دامن کو نہیں چھو سکتا۔ اس بھنور میں کئی کشتیاں ڈوب گئیں کہ ان کا ایک تختہ بھی کنارے نہ لگ سکا۔ میں (سعدی) کتنا ہی عرصہ اس راہ میں گم سم بیٹھا رہا اچانک دہشت نے مجھے جھنجھوڑا کہ اٹھ! کیونکہ اللہ کا علم تو کائنات کو گھیرے ہوئے ہے تیرا قیاس اس پر حاوی نہیں ہو سکتا، نہ عقل اس کی ذات کی حقیقت کو پا سکے اور نہ فکر اس کی صفات کی گہرائی تک پہنچ سکے۔ بلاغت میں سحبان (سحبان بن وائل مشہور فصیح و بلیغ ایک شخص) کا مقابا تو ہو سکتا ہے لیکن اس کی ذات پاک کی کُنہ تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ خاص الخاص لوگوں نے بھی اگر اس میدان میں گھوڑے دوڑائے ہیں تو لَا اُحْصِیْ (ہمارے بس سے باہر ہے) کہہ کر اپنی بے بسی کا اعتراف کیا ہے کیونکہ ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جا سکتا کسی جگہ ڈھال گرانی بھی پڑتی ہے۔ اور اگر اس کی مدد سے کوئی کامیاب ہو بھی گیا تو واپسی کا راستہ اس پر بند کر دیا گیا۔ کیونکہ اس محفل میں جس کو پیانہ ملتا ہے اس میں بے ہوشی کی دوائی بھی ملی ہوئی ہوتی ہے۔

ایک باز کی آنکھیں دوختہ ہیں تو دوسرے کی آنکھیں کھلی اور پر جلے ہوئے ہیں۔ کیا کسی کو قارون کے خزانے تک راستہ ملا؟ اور اگر کسی کو ملا تو پھر اس کی واپسی کا راستہ نہ ملا۔ میں (سعدی) تو اس خونی دریا کی موجوں میں غرق ہو گیا ہوں کیونکہ اس سے کوئی بھی کشتی سلامت نہ لے جا سکا۔ اگر تو بھی چاہتا ہے کہ اس میدان کو طے کرے تو پہلے اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دے۔ اپنے شیشۂ دل کی آہستہ آہستہ صفائی کرتا رہ! شاید کہ عشق کی خوشبو تجھے مست کر ہی دے اور عہد الست کا طلبگار کر دے۔ پھر تو اس راستے کو طلب کے پاؤں کے ساتھ طے کر سکے گا اور محبت کے پروں کے ساتھ پرواز نصیب ہوگی۔ خیالات کے پردوں کو چاک کر! تاکہ اس کے جلال کے سوا کوئی پردہ نہ رہے، عقل کی سواری کی باگ حیرت نے پکڑی اور کہا کہ رُک جا! (تو جانتی نہیں کہ) اس سمندر میں داعی اعظم (اللہ کے حبیب) کے سوا کوئی نہیں گیا، اور وہ شخص گم ہو گیا جو ان کے پیچھے نہ چلا۔ جو لوگ ان کی راہ

سے پھر گئے اگر چہ بہت چلے مگر پریشان ہی ہوئے۔

؎ خلاف پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

جو اللہ کے رسول کے راستے پر نہ چلا کبھی منزل تک نہ پہنچا۔ اے سعدی! کبھی نہ سمجھنا کہ معرفت کا راستہ محمد ﷺ کی پیروی کے بغیر بھی طے ہو سکتا ہے۔

؎ حمد ہے اس ذات کو جس نے مسلمان کر دیا
عشقِ سلطانِ جہاں سینہ میں پنہاں کر دیا
جلوۂ زیبا نے آئینہ کو حیراں کر دیا
مہر و ماہ کو ان کے تلووں نے پشیماں کر دیا
اے شہ لولاک! تیری آفرینش کے لیے
حق نے لفظ کُن سے پیدا سازوساماں کر دیا
کیا کشش تھی سرور عالم کے حسنِ پاک میں
سینکڑوں کفار کو دم میں مسلماں کر دیا
ہوگئی کافور ظلمت، دل منور ہو گئے
جس طرف بھی اس نے اپنا روئے تاباں کر دیا
نعمت کونین دے کر ان کے دستِ پاک میں
دونوں عالم کو خدا نے ان کا مہماں کر دیا
یاد فرما کر قسم حق نے زمینِ پاک کی
خاکِ نعلِ مصطفیٰ کو تاج شاہاں کر دیا
دور ہی سے سبز گنبد کی جھلک کو دیکھ کر
عاشقوں نے ٹکڑے ٹکڑے جیب وداماں کر دیا
اس عرب کے چاند کا جلوہ مجھے درکار ہے
جس نے ہر ذرّے کو اپنے ماہِ تاباں کر دیا

سینکڑوں مردہ دلوں کو روئے ایماں بخش کر
زندۂ جاوید اے عیسیٰؑ دوراں کر دیا
گریہ و زاری نے راتوں کو تری ابر کرم
مثل کل صبح قیامت ہم کو خنداں کر دیا
یارسول اللہ! اَغِثْنِیْ ہے وقت امداد کا
نفس کافر نے مجھے بے حد پریشاں کر دیا
ہے جمیل قادری پہ فضل اللہ و رسول
تیرا مرشد حضرت احمد رضا خاں کر دیا



از خدا داں خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
گرچہ تیر از کماں ہمیگذرد
از کماں دار بیند اہلِ خرد

نعت جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عمدہ وحسین عادات والے، پیاری خصلتوں والے، کل کائنات کے نبی اور کل امتوں کی شفاعت فرمانے والے، امام الرسل، سیدھی راہ کی ہدایت دینے والے، خدا کے امانت دار اور جبریل امین علیہ السلام کے آقا، مخلوقِ خدا کے سفارشی، قیامت کے سردار، ہدایت کے امام اور محشر کی کچہری کے صدر۔ ایسے کلیم کہ گھومنے والا آسمان جن کا طور ہے، تمام نور آپ ہی کے نور کا عکس ہیں۔ دُرِّ یتیم ایسے کہ کسی سے تعلیم نہ حاصل کرنے کے باوجود کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھوڈالے۔ ارادہ فرماتے ہیں تو چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، آپ کا ظہور ہوا تو کسریٰ کے محلات میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کلمہ طیبہ کی تلوار سے لات کا بت پاش پاش کر دیا اور دین کی عزت کے ساتھ عزّیٰ (بت) کی رونق برباد کر دی، نہ صرف لات وعزّیٰ کو نیست ونابود کیا بلکہ توراۃ وانجیل کو بھی منسوخ فرمادیا۔ معراج کی رات سوار ہوئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے جبکہ مرتبہ اور مقام میں فرشتوں سے بھی بڑھ گئے، میدان قرب میں سواری کو ایسا دوڑایا کہ جبریل امین بھی دیکھتا رہ گیا اور

ماہِ عرب کے جلوے اُونچے نکل گئے
خورشید وماہتاب مقابل سے ٹل گئے

آپ نے جبریل کو فرمایا کہ اے حاملِ وحی! میرے ساتھ کیوں نہیں چلتا؟ جب مجھے تو نے دوستی میں مخلص پایا ہے تو میرے ساتھ چلنے سے کیوں گھبراتا ہے؟ جبریل نے عرض کیا! میں تو تھک گیا ہوں اور اتنا کہ اب میرے پروں میں سکت ہی نہیں رہی،

اگر یکسر موئے برتر پرم
فروغ تجلّی بسوزد پرم

اگر بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو اللہ کے انوار وتجلیات کو برداشت نہ کرتے ہوئے جل جاؤں گا۔ بھلا آپ کا کوئی امتی صرف گناہوں کے سبب دوزخ میں کیوں رہے گا جبکہ اس کے ہاتھوں میں حضور علیہ السلام کا دامنِ رحمت ہوگا۔ میں (سعدی) آپ کی تعریف کا حق کیسے ادا کرسکتا ہوں۔ بس یہی کہوں گا ۔ علیک السلام اے نبیؑ الوریٰ.

آپ پراور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کے پیروکاروں پر درود وسلام ہو، سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جو پیر بھی ہیں اور مرید بھی ہیں پھر سرکش شیطان کا پنجہ مروڑنے والے عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر، پھر شب زندہ دار اور عقل مند عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اور چوتھے علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ پر جو دُلدل (گھوڑے) کے شہسوار ہیں۔

اے اللہ! فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کا صدقہ کلمہ ایمان پر مجھے موت دیناں، میری دعا چاہے تو مقبول فرمائے یہ نہ فرمائے بہر حال میرے ہاتھوں میں تو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہے۔

اے صدر قیامت (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا مرتبہ ومقام اس سے کم تو نہیں ہو جائے گا اگر آپ کے طفیل ہم مٹھی بھر فقیروں کی جماعت جنت میں چلی جائے۔ اللہ نے خود آپ کی تعریف فرمائی ہے اور جبریل امین آپ کی قدم بوسی کرتا ہے۔ آپ کے مرتبے کی بلندی کے آگے تو آسمان بھی شرمندہ ہے، آپ اس وقت پیدا ہوئے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ آپ ہر وجودِ (ممکن) کی اصل ہیں اور ہر وجود (ممکن) آپ کی فرع ہے۔ مجھے نہیں سوجھ رہا کہ کس لفظوں سے آپ کی تعریف کروں کیونکہ جو کچھ بھی کہوں گا آپ اس سے بلند ہیں آپ لولاک اور یٰسں وطٰہٰ کی شان والے ہیں پھر بے چارہ سعدی آپ کی کیا تعریف کرسکتا ہے سوائے اس کے

۔ علیک السلام اے نبی والسلام

(اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ کی ایک نعت کے چند اشعار اس موقع پر بہت مناسب رہیں گے)

زمین وزماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے

چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
اصالت کُل، امامت کُل سیادتِ کل، امارت کُل
حکومت کُل، ولایت کل خدا کے یہاں، تمہارے لیے
تمہاری چمک، تمہاری دمک تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں، تمہارے لیے
ظہور نہاں، قیام جہاں، رکوع مہاں، سجودِ شہاں
نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس کے لیے ہاں تمہارے لیے
یہ فیض دیے وہ جُود کیے کہ نام لیے زمانہ جیئے
جہاں نے لیے تمہارے دیے یہ اکرمیاں تمہارے لیے
نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے
خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی؟
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے



بوستان کتاب لکھنے کا سبب

میں (سعدی) دنیا میں بہت گھوما پھرا، ہر طرح کے لوگوں سے ملا، ہر جانب سے نفع اٹھایا اور ہر کھلوان سے خوشہ چینی کی لیکن شہر شیراز جیسے نیک طبیعت لوگ مجھے کہیں نہ ملے (اللہ کی ان پہ رحمت ہو)۔

اس بابرکت شہر کے لوگوں کی محبت نے مجھے شام و روم جیسے شہر بھلا دیے چنانچہ میں نے مروّت کے خلاف سمجھا کہ شیراز میں خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں اور اس قدر محبت کرنے والوں کے لیے کوئی تحفہ بھی نہ لے جاؤں، میں نے سوچا کہ مصر سے لوگ مصری ''تے ہیں میرے پاس اگر چہ وہ تو نہیں ہے تاہم اس سے زیادہ میٹھی باتیں ضرور ہیں جو دنیا بھر سے میں نے جمع کی ہیں، مصری تو ایک ہی بار کھالی جائے گی لیکن میری باتیں اہل دل کاغذوں پہ لکھ کر محفوظ کر لیں گے اور قیامت تک ان سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

چنانچہ میں نے کتاب بوستان لکھنا شروع کی اور اس کے دس باب مرتب کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں

1- عدل و انصاف اور تدبیر ورائے، مخلوق کی نگہبانی اور خوف خدا کے بیان میں
2- احسان کے بیان میں (تاکہ مالدار لوگ اللہ کے شکر گذار ہوں)
3- عشق و مستی کے بیان میں (اصلی وحقیقی عشق نہ کہ جعلی اور فضول)
4- عاجزی کے بیان میں
5- رضا کے بیان میں
6- قناعت کے بیان میں
7- تربیت کے بیان میں

8- عافیت پر شکر گذار ہونے کے بیان میں
9- سیدھے راستے اور توبہ کے بیان میں
10- دعا اور ختم کتاب کے بیان میں

بروز جمعتہ المبارک ماہ ذیقعد 655ھ کو کتاب بوستاں مکمل ہوئی۔

چند حکایات جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیخ سعدی جیسے بزرگ کو اس طرح کی باتیں لکھنا زیبا نہ تھا، شیخ سعدی خود ہی تبصرہ فرماتے ہیں اور اس سوال کا جواب دیتے ہیں ''اے عقل مند! آگاہ ہو جا! با کمال لوگ دوسروں کے عیب نہیں دیکھتے، قبا چاہے ریشم کی ہی کیوں نہ ہو اس میں بھرتی ضروری ہے۔ اگر تو ریشم (باصلاحیت) ہے تو مجھ پہ احسان کرتے ہوئے میری بھرتی کو چھپا لے، میں اپنی فضیلت نہیں بیان کر رہا بلکہ دست طلب دراز کیا ہے۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

اور میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن برے لوگ نیکوں کی وجہ سے بخشے جائیں گے تو بھی اگر میرے کلام میں کوئی عیب دیکھے تو اللہ کی صفتِ ستاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہزار میں سے ایک شعر بھی اگر تجھے پسند آ جائے تو پردہ پوشی کے کام لے، اگر چہ ایران میں میرا کلام بے قیمت سہی جیسے کستوری ہرن کے نافے میں، ڈھول دور کے ہی سہانے لگتے ہیں پھر میری گٹھڑی میں عیبوں کے سوا ہے ہی کیا؟ تاہم سعدی اپنی شوخی کی وجہ سے باغ کی طرف تو پھول لایا ہے مگر ہندوستان کی طرف مرچیں لے کر آیا ہے یوں سمجھو کہ چھوہارے کی طرح چھلکا مٹھاس سے بھرپور ہے مگر اس کے اندر تو گٹھلی ہی ہو گی

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر — دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ھنر
پڑی جو نہی گناہوں پہ اپنے نظر — تو جہاں بھر میں کوئی برا نہ رہا

اس کے بعد شیخ نے بمطابق حدیث نبوی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اپنے دور کے نیک سیرت بادشاہوں کی تعریف میں کچھ اشعار کہے ہیں یعنی اتابک ابوبکر بن سعد زنگی اور سعد بن ابی بکر بن سعد کے متعلق، ازاں بعد باب اول کا آغاز ہوتا ہے۔



باب نمبر 1

(عدل وانصاف، رائے اور حکومت کرنے کی تدبیر کے بیان میں)

(1) چیتے پر سواری

میں نے (گیلان اور قزوین کے درمیان) رود بار کے میدان میں ایک شخص کو چیتے پر سوار ہو کر آتے ہوئے دیکھا تو خوف کے مارے میرے پاؤں چلنے سے جواب دے گئے، اس شخص نے مسکرا کر مجھے کہا! اے سعدی! اس میں گھبرانے اور حیرت زدہ ہونے کی کونسی بات ہے؟ تو بھی اللہ کے حکم سے گردن نہ پھیر! اللہ کی مخلوق تیری تابعدار ہو جائے گی۔ جب بندہ اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تجھے دشمن کے رحم وکرم پہ چھوڑ دے؟ بس یہی مردان حق کا راستہ ہے آ اور مقصد حاصل کر لے۔ نصیحت اس شخص کو نفع دے گی جو سعدی کے کلام سے محبت کرے گا۔

سبق

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب بندہ اللہ کا مخلص بندہ بن جاتا ہے پھر ساری خدائی اس کی غلامی کرتی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ جب خدا اس کا ہو گیا تو خدائی اس کی کیوں نہ ہو گی؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں بہت سارے لوگ جمع دیکھے جو گھبرائے ہوئے تھے آپ نے پوچھا کیا بات ہے یہاں کیوں

کھڑے ہوئے ہو اور اس قدر ڈرے ہوئے کیوں ہو؟ انہوں نے کہا! آگے راستے پہ شیر بیٹھا ہوا ہے اور ہے بھی بپھرا ہوا' آپ اکیلے تشریف لے گئے اور بیٹھے ہوئی شیر کو زور سے کمر پر کہنی ماری، شیر چپکے سے جنگل کی طرف بھاگ گیا آپ نے فرمایا جو اللہ کا ہو جائے اللہ کی مخلوق اس کی غلام ہو جاتی ہے۔

شرقپور شریف میں ایک بیل نے بہت دھشت پھیلا رکھی تھی جب بازار میں نکل آتا تو بازار سنسان ہو جاتے' لوگوں نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ سے عرض کیا' تو آپ نے فرمایا! جب وہ بیل بازار میں آئے تو مجھے بتانا' چنانچہ بیل نکلا تو لوگوں نے آپ کو اطلاع دی آپ نے جا کر بیل کو کانوں سے پکڑ لیا (حالانکہ گائے بیل کان نہیں پکڑنے دیتے) اور اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر فرمایا" اللہ کی مخلوق کو تنگ نہ کیا کر۔"
بس اس دن کے بعد بچہ بچہ اس بیل کو کان سے پکڑ کر جدھر چاہتا لے جاتا۔ بس شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس حکایت میں سچ ہی تو کہا ہے

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچید ز حکم تو ہیچ

ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ شیر اور بکریوں کو اکٹھا چرا رہے ہیں پوچھا گیا ان کی کب سے صلح ہوئی ہے؟ وہ فرمانے لگے جب سے میں نے اللہ سے صلح کر لی ہے، انہوں نے آپس میں صلح کر لی ہے۔

؎ بندہ بنتا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا
جو کہ بندے کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں



(2) نوشیرواں بادشاہ کی بیٹے کو وصیّت

نوشیرواں بادشاہ نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے بیٹا! صرف اپنے ہی آرام کا خیال نہ رکھنا غریب کی دل جوئی کی فکر بھی کرنا کیونکہ اگر تو اپنے ہی آرام کی فکر میں رہا تو پھر تیرے ملک میں کوئی بھی آرام سے نہ رہ سکے گا۔ کوئی عقل منداس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ چرواہا سویا رہے اور بکریاں بھیڑیے کے سپرد کر دے، عوام کا خیال رکھ اس لیے کہ بادشاہ اگر درخت ہے تو عوام اس کی جڑیں ہیں اور درخت جڑ ہی سے مضبوط ہوتا ہے۔ جو عوام کے دل کو ستاتا ہے وہ اپنے ہی پاؤں پہ کلہاڑا چلاتا ہے۔ سیدھا راستہ وہی ہے جو پرہیز گاروں کا ہے اور وہ امید اور خوف کے درمیان کا راستہ ہے (الایمان بین الخوف والرجا۔ ایمان، خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے)

جو بادشاہ چاہتا ہے کہ میرے ملک کو نقصان نہ پہنچے وہ مخلوق کو ستانا کبھی پسند نہ کرے گا، اگر کسی بادشاہ میں یہ صفت نہیں تو اس کے ملک میں امن کہاں؟ تو جس کا بندہ ہے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کر اور اگر تو خودسر ہے تو جا اپنا سر کھا۔ خوشحالی اس ملک میں نہیں آتی جہاں کی مخلوق بادشاہ کے ہاتھوں تنگ ہو۔ طاقتوروں سے ڈرنے کی بجائے ان سے ڈر جو اللہ سے نہیں ڈرتے (وہ تجھے ضرور نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے) رعایا کو ستانے والا خواب ہی میں ملک کے اندر امن دیکھ سکتا ہے، ظلم سے خرابی اور بدنامی ہوتی ہے، رعیت کو ظلم سے نہ مار کیونکہ وہی تو حکومت کی پشت پناہ ہوتی ہے۔ اپنے فائدے کے لیے کسان کو نہ ستا کیونکہ مزدور خوش دل ہوگا تو کام زیادہ کرے گا، کسی بھی ایسے شخص کے ساتھ برائی کرنا بہت برا ہے جس سے تو نے کئی بار بھلائی دیکھی ہو۔

سبق

اس حکایت میں بہت ساری ان نصیحتوں کا ذکر ہے کہ جن پر عمل کر کے ایک کامیاب حکومت کی جا سکتی ہے اور حکمران عوام میں اچھی شہرت اور مقبولیت حاصل کر سکتا ہے حکمران عوام کا خیر خواہ ہوگا تو لوگ بدل و جان اس کی نہ صرف اطاعت کریں گے بلکہ اس کی کامیابی اور درازی عمر کے لیے دعا گو بھی رہیں گے ورنہ سامنے خوشامد کریں گے اور پسِ پشت گالیاں دیں گے ان تمام نصائح کا خلاصہ قرآن پاک میں ایک جملے کے اندر بیان کر دیا گیا ہے۔ احسن کما احسن اللہ الیک (القصص) لوگوں پر احسان کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے۔

(یہ ارشاد حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے قارون کو فرمایا تھا)

ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بڑھ کر
دولت نہ ملے گی تمہیں ایمان سے بڑھ کر

اس لیے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے اس حکایت میں فرمایا

خرابی و بدنامی آیذ جور　　　بزرگاں رسند ایں سخن رابغور

خلق خدا کو ستانے سے بربادی بھی آتی ہے اور بدنامی بھی یہ ایسا نکتہ ہے جس کو اولیاء اللہ نے (قرآن مجید میں) غور و فکر کرنے کے بعد پایا ہے۔ اقبال کہتے ہیں

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن



(3) خسرو (شاہ ایران) کی شیرویہ کو وصیت

میں (سعدی) نے سنا کہ خسرو نے (اپنے ولی عہد) شیرویہ کو موت کے وقت وصیت کی اور کہا کہ اگر اس وصیت پہ تو عمل کرے گا تو لوگ کبھی تجھ سے غداری نہ کریں گے۔ وصیت یہ ہے کہ رعایا کے ساتھ بھلائی کر اور ان سے مشورہ لیتا رہ۔ کیونکہ رعیت ظالم بادشاہ سے بھاگتی ہے اور اس کو دنیا میں بدنام کر دیتی ہے اور جو بُری بنیاد رکھتا ہے وہ تھوڑے ہی وقت میں اپنی بنیاد کھود دیتا ہے۔ شیر اور شمشیر زن دونوں تباہی تو مچاتے ہیں لیکن اتنی نہیں جتنی کہ عورتوں اور بچوں (مظلوموں) کے دل کی آہ، بیوہ عورت کا جلایا ہوا چراغ شہر بھر کو جلا دیتا ہے۔ وہ بڑا خوش نصیب ہے جو حکومتی امور میں انصاف کرتا ہے ایسے شخص کے مرنے کے بعد لوگ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں' جب ہر نیک و بد نے مرنا ہے تو نیک ہو کر مرنا بہتر ہے۔ عوام پر نیک بندے کو ہی متعین کرنا چاہیے کیونکہ ایسا شخص ہی ملک کو آباد رکھتا ہے اور جو مخلوق کو تنگ کر کے تجھے خوش کرے وہ تیرا خیر خواہ نہیں ہے۔ ایسے شخص کو حکومت دینا گناہ ہے جس کے ہاتھوں (تنگ آ کر) لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں (بد دعا کے لیے) نیکوں کو نوازنے والا برائی نہیں دیکھتا اور بروں پر مہربانی کرنے والا اپنی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن کو فقط مالی جرمانے کی سزا کافی نہیں اس کی تو جڑ ہی کاٹ دینا بہتر ہے ۔ ایسے ہی ظالم حاکم کو مہلت نہ دے بلکہ فوراً اس کے موٹے جسم سے کھال اتار لے یعنی بھیڑیے کو بکریاں کھانے سے پہلے ہی مار دینا چاہیے اس طرح دشمن کو نقصان پہنچانے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیے۔

گربہ کشتن روز اوّل

(بلی کو پہلے ہی دن قتل کر دینا چاہیے یعنی ڈھیل دینا رعب کو ختم کر دیتا ہے۔)

سبق

اس حکایت میں عوام کی فلاح و بہبود، ان سے مشورہ لینے کی اہمیت، ظلم کا خاتمہ، بدنامی سے بچنے کی تدابیر، مظلوموں کی دادرسی کرنا، مرنے کے بعد کی نیک نامی کے اسباب، خداترس افسروں کا تعین، ظالم حکمرانوں سے تنگ آ کر عوام کا اپنے رب کی بارگاہ میں بدعائیں کرنا اور نقصان کے بعد اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کی حماقت (جیسے آج کل ہماری انتظامیہ قتل وغارت اور بموں کے دھماکوں کے بعد اس جگہ پہرے سخت کردیتی ہے بھلا جرائم پیشہ لوگ اتنے ہی بے وقوف ہیں کہ ایک جگہ واردات کرنے کے بعد دوبارہ بھی اسی جگہ ہی کریں گے؟ اتنے وسیع ملک میں ان کو کوئی اور جگہ نہ ملے گی؟)

مذکورہ عنوانات میں سے ہر موضوع اتنا تفصیل طلب ہے کہ پوری پوری کتاب ایک ایک عنوان پہ لکھی جاسکتی ہے اور یہ تمام موضوعات دینی اور اسلامی ہیں کیونکہ ان کا تعلق حقوق العباد سے ہے جو بعض دفعہ حقوق اللہ سے بھی مقدم ہوتے ہیں ہر موضوع پہ قرآن و سنت سے بیسیوں دلائل دیے جاسکتے ہیں لیکن یہاں اتنی گنجائش نہیں اور اگر صرف دو شعروں میں ان کا مفہوم بیان کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے

تعاونوا علی البر والتقوىٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (القرآن) سے بھی یہی مفہوم اخذ ہوسکتا ہے۔



(4) غیر ملکی تاجر ڈاکوؤں کے نرغے میں

ایک غیر ملکی قیدی تاجر پر چوروں نے حملہ کر دیا تو اس نے کہا! جب ڈاکو اس قدر بہادر ہو جائیں تو انتظامیہ کے لوگ چاہے مرد ہوں یا عورتیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے، جو بادشاہ سوداگروں کا تحفظ نہیں کر سکتا وہ اپنے شہر اور لشکر پر بھلائی کا دروازہ بند کر لیتا ہے کیونکہ جب لاقانونیت کا راج ہوگا تو غیر ملکی وہاں جانے سے اور کاروبار کرنے سے گریز کریں گے۔ لہٰذا بادشاہ کو اگر نیک نامی چاہیے تو قاصدوں اور تاجروں کا تحفظ کرے۔ اچھے لوگ مسافروں کا احترام کرتے ہیں تاکہ وہ جہاں جائیں ان کی نیک نامی ساتھ لے جائیں اور وہ ملک برباد ہو جاتا ہے جس میں مسافروں سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ اگرچہ ناواقف سے احتیاط بھی لازم ہے کہ نقصان بھی پہنچا سکتا ہے دوست کے لباس میں دشمن بھی ہو سکتا ہے تاہم پہچان بھی حاصل کر اور مہمان و مسافر کو عزیز بھی جان!

اپنے پروردہ کی قدر بڑھا کہ وہ تجھ سے بے وفائی نہیں کرے گا اور اگر وہ بوڑھا ہو جائے تو اس کی ساری زندگی کی خدمت کا حق یاد رکھ اور بڑھاپے میں اس کو صلہ دے۔ اگر بڑھاپے نے اس کے ہاتھ باندھ دیے ہیں تو تو اس پر اپنے سخاوت کے ہاتھ کھول کے رکھ۔

سبق

ایک کامیاب حکمران وہی ہوگا جو کہ سیاحوں اور غیر ملکی تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے مال و جان کا تحفظ کرے، مسافروں کو عزیز رکھے تاکہ وہ اس کے لیے دعاگو رہیں اور جہاں جائیں اس کی نیک نامی کے گن گاتے رہیں اس حکایت میں رعایا

کی نگہبانی اور خلق خدا کی خدمت کی تعلیم بھی ہے

؎ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں



(5) بڑھاپے کا صدمہ

جب خسرو بادشاہ نے (اپنے اہلکار) شاہ پور کو بڑھاپے کی حالت میں معزول کر دیا تو اس نے یہ حکایت بادشاہ کو لکھ کر بھیجی۔

اے بادشاہ سلامت! اگر میں کسی کام کا نہیں رہا تو خدا کرے تو نکما نہ ہو، جب میں نے اپنی جوانی تیری خدمت کی نذر کر دی ہے تو اب بڑھاپے میں مجھے کیوں دھتکارتا ہے؟ فتنہ باز مسافر کو ملک سے نکال دینا ہی کافی سزا ہے۔ اس سے دشمنی کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کی بری عادت ہی اس کا کافی دشمن ہے اور اگر وہ تیرے ملک کا رہنے والا ہے تو اس کو دوسرے ملک میں بھیج کر اپنے ملک کو بدنام نہ کر (کہ وہ کہیں اس ملک کے تمام لوگ ایسے ہی ہوں گے) کیونکہ وہاں کے لوگ بددعا کریں گے یہ مصیبت ہمارے سر ڈال دی۔ ذمہ داری کا بوجھ ڈالنے کے لیے مفلس کی بجائے خوشحال شخص ڈھونڈھ کیونکہ مفلس تو پہلے اپنا پیٹ بھرے گا اور جب پکڑا جائے گا تو سوا رونے کے کچھ نہ کرے گا۔ اگر بڑا افسر بھی بد دیانتی پہ اتر آئے تو اس پہ کسی چھوٹے کو نگرانی سونپ دے اور اگر وہ دونوں آپس میں ساز باز کر لیں تو دونوں کو فارغ کر دے، خزانچی خوف خدا رکھنے والا رکھ نہ وہ کہ جو صرف تجھ سے ڈرے، ایسے لوگ تلاش بسیار کے بعد تجھے ایک فیصد بھی نہیں ملیں گے، دو پرانے ہم محکمہ اور ہم عہدہ شخص ایک جگہ متعین نہ کر! ہوسکتا ہے ایک چور بن جائے دوسرا اس کا محافظ۔ اور جب چور آپس میں ایک دوسرے سے ڈریں گے تو قافلے کو کوئی خطرہ نہیں۔ جس کو تو نے نوکری سے نکال دیا ہے کچھ عرصہ بعد اس کی غلطی معاف کر دے کیونکہ امیدوار کی حاجت پوری کر

دینا ہزاروں قیدیوں کی رہائی سے بہتر ہے۔ پڑھے لکھوں کو کام سونپ تا کہ تیرا مقصد حاصل ہو، انصاف پسند بادشاہ اپنے کارندوں پہ ایسے ہی غصہ کرتا ہے جیسے باپ بیٹے پر، کبھی اس کو مار بھی لیتا ہے تا کہ اصلاح ہو اور کبھی اس کے آنسو بھی خود ہی صاف کرتا ہے، اگر تو صرف نرمی ہی کرے گا تو دشمن دلیر ہو جائے گا اور اگر سختی ہی سختی کرے گا تو ہر کوئی تجھ پہ شیر ہو جائے گا کہ بے گناہوں کو بھی سزا کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ سختی و نرمی دونوں ضروری ہیں جیسے جراح اپریشن بھی کرتا ہے مرہم بھی رکھتا ہے۔ سخی اور بہادر بن! جب اللہ تجھ پر مہربان ہے تو تو اس کے بندوں پر مہربان ہو جا۔ اگر تجھے پہلے بادشاہ یاد آئیں تو اپنے آپ کو ان پہ قیاس کر لے کہ وہ نہیں رہے تو بھی نہیں رہے گا، دنیا فانی ہے صرف نیک نامی ہی باقی رہتی ہے۔ اس شخص کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے جو لوگوں کے لیے رفاہی ادارے، پل، سڑکیں، سرائیں وغیرہ بنا کر مرے۔ جو کوئی اپنی اچھی یادگار نہ چھوڑ گیا اس کے وجود کا درخت بار آور نہ ہوا۔ ایسے کے لیے کوئی دعا بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا نیک نامی چاہتا ہے تو اپنے بڑوں کی اچھی عادات اپنا! یہی حکومت اور خوشیاں ان کے پاس بھی تھیں آخر چلے گئے اور سب کچھ چھوڑ گئے، کوئی دنیا سے نیک نامی لے گیا اور کوئی رسم بد چھوڑ گیا کسی کی چغلی خوش ہو کر نہ سن اور اگر سن لے تو اس کی تحقیق کر، قصور وار کی معافی قبول کر لے کیونکہ اس کو پہلی خطا پر ہی سزا دینا (اور ایسی سزا کہ قتل ہی کر دینا) انصاف نہیں ہاں! اگر ایک بار اس کو نصیحت کی اور اس نے نہ سنی تو پھر بے شک اس کو قید کر دے اور اگر قید کرنے سے بھی باز نہ آئے تو اس کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال سزا دینے میں کافی سوچ و بچار سے کام لے کیونکہ بدخشاں (افغانستان اور روس کی سرحد پر ایک شہر ہے جہاں کے لعل بہت مشہور ہیں) کا لعل توڑ دینا تو آسان ہے اور اگر ٹوٹ گیا تو دوبارہ پہلے کی طرح نہیں بن سکے گا

؎ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ہے

سبق

اس حکایت کے بیان کرنے سے دیگر بے شمار پند و نصائح کے علاوہ یہ مقصد بھی

ہے کہ جو شخص تیری خدمت کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا ہو اس کو (صرف اس وجہ سے کہ بوڑھا ہو گیا ہے) معزول کر دینا اور پھر اس کی کوئی خبر گیری نہ کرنا مروّت کے خلاف ہے اگر اس کو معزول کرنا ضروری ہو گیا ہے تو اس کی پنشن مقرر کر دے تا کہ بڑھاپے کی حالت میں بے روزگاری کا شکار ہو کر در در کی بھیک نہ مانگتا پھرے۔

اب تو حالت یہ ہے کہ جس کو چند مہینوں کے لیے کوئی چھوٹی سی بھی وزارت مل جائے تو وہ اس تھوڑے سے وقت میں دوسروں کے لیے کچھ کرے یا نہ کرے بہرحال اپنے لیے اتنا کچھ کر جاتا ہے کہ نسلوں سے بھی ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے تو کروڑوں کا خرچہ کر کے الیکشن جیتتے ہیں اور جب کامیاب ہو کر حکومت میں شامل ہو جاتے ہیں تو پہلی حکومت کو چور ڈاکو بھی کہتے رہتے ہیں اور خود چوری ڈاکہ کا ''مقدس پیشہ'' اپنائے بھی رکھتے ہیں، پہلوں نے اپنے سے پہلے والوں کو چور کہا اور بعد والوں نے ان کو چور ڈاکو کہا ''چور مچائے شور'' دونوں ہی سچے ہو تم دونوں کو ہی چوروں ڈاکوؤں والی سزا ملنی چاہیے اس لیے تو اسلام کے نفاذ کے لیے دونوں ہی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہو کہ اسلام آ گیا تو ہم سب ٹنڈے ہو جائیں گے اور ہمیں چوروں ڈاکوؤں کی سزا ملے گی۔

؎ شرم سے گڑھ جا! اگر احساس تیرے دل میں ہے

بابے سعدی نے پتہ نہیں کس اچھے وقت کی بات کی ہے کہ وزیر بوڑھا ہو کر بھی بے چارہ اپنے لیے کچھ نہ کر سکا کاش! وہ ہمارے وزراء سے ''گُر'' سیکھ لیتا تا کہ بڑھاپے میں اس ''ذلت'' سے تو بچ جاتا۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔



(6) فیصلہ کرنے میں سوچ و بچار ضروری ہے

ایک شخص جہاندیدہ بحر عماں عبور کر کے، دریاؤں اور جنگلوں کا سفر کرنے اور عرب، ترک، تاجیک، دیکھنے کے بعد، مختلف لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کے بعد واپس (قد کاٹھ میں تناور درخت کی طرح قوی لیکن بے سروسامان تھا، کپڑے پھٹے پرانے اور حالت ناگفتہ بہ دریا کے کنارے) ایک شہر میں آیا جس کا حاکم بزرگ تھا جو درویشوں کا قدردان تھا۔ اس نے خوب آؤ بھگت کی۔ اپنے خدمت گزاروں کو اس کی حالت درست کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے حمام میں لے جا کر اس کا سر اور جسم دھویا، تو اس شخص نے شکریہ کے طور پر بادشاہ کی تعریف کی اور کہا! آپ کے پورے شہر میں مجھے کوئی شخص تکلیف میں مبتلا نظر نہیں آیا۔ نہ ہی کسی کو شراب پی کر مدھوش دیکھا ہے بلکہ شراب خانے برباد دیکھے ہیں یہ ایک بادشاہ کی کامیابی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کچھ ایسی فصاحت و بلاغت سے کلام کیا کہ بادشاہ نے خوش ہو کر خوب نوازا۔ اس کا حسب نسب پوچھا، اس نے ساری حقیقت بیان کی تو بادشاہ نے اس کو اپنا وزیر بنانے کا پروگرام بنالیا لیکن اس خیال سے کہ اگر جلد ہی اس کو وزارت کی کرسی پر بٹھا دیا تو ارکان دولت میری رائے کی کمزوری پر ہنسیں گے۔ جو شخص سوچ و بچار کے بعد فیصلہ کرتا ہے وہ اہل علم کے سامنے شرمندہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص نیک اور علم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح کا بھی ہو تو پھر بھی سالوں بعد عزیز مصر بنتا ہے۔ جب اس کو پوری طرح آزمالیا اور ہر لحاظ سے باکمال پایا تو اس کو اپنا وزیر اعظم بنالیا۔ چنانچہ اس نے بہت اچھی کارکردگی دکھائی اور ملک میں امن و سکون پیدا کیا۔ پرانا وزیر اعظم حسد میں آگ بگولا ہو گیا لیکن اس میں کوئی ایسی خرابی نہ دیکھی کہ طعنہ زنی کر سکے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ بادشاہ کے درباریوں میں دو نوجوان آئے (جن کا وجود ایسے

تھا جیسے حور اور پری، ان جیسا صرف شیشے میں ہی نظر آ سکتا ہوگا۔) بتقاضائے بشریت وزیر اعظم نے ان سے محبت کرنی شروع کر دی اور آہستہ آہستہ ان کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ سابق وزیر سب کچھ دیکھتا رہا اور موقع کی انتظار کرتا رہا ایک دن بادشاہ کے سامنے وزیر اعظم کی شہوت پرستی کی شکایت لگا دی اور کہا کہ اس طرح کا بے حیا آدمی ملک کو بدنام کر دے گا اور میں یہ بات پوری تحقیق کے بعد عرض کر رہا ہوں آپ بھی تحقیق کر لیں۔
بادشاہ نے چھان بین شروع کر دی اور ایک دن ایک لڑکے کے ساتھ اس کو مسکراتے ہوئے دیکھ ہی لیا، بادشاہ کا گمان پختہ ہو گیا۔ چنانچہ اس کو بلا کر اس بارے میں پوچھا، اس نے اپنی صفائی بیان کرنے کی کوشش کی لیکن بادشاہ غضبناک ہو گیا۔ تو اس نے عرض کیا! بھلا جس شخص کی جگہ آپ نے مجھے بٹھایا ہے وہ میرے اوپر الزام نہیں لگائے گا و کیا کرے گا۔ اگر آپ میری بات غور سے سنیں تو میں آپ کو اس پر ایک قصہ سنانا چاہتا ہوں جو یہ ہے۔
ایک شخص نے شیطان کو خواب میں خوبصورت شکل میں دیکھا اور حیران ہو کر پوچھا کہ لوگ تو تجھے بدصورت سمجھتے ہیں اسی لیے تیری تصویر نہایت خوفناک بناتے ہیں، شیطان نے کہا اس لیے کہ میں نے ان کو جنت سے نکلوایا تھا اب قلم ان کے ہاتھ میں ہے وہ میری تصویر کو برا کر کے پیش نہیں کریں گے تو کیا کریں گے؟ اے بادشاہ! میری حالت بھی کچھ اسی طرح کی ہے کہ سابق وزیر اعظم نے مجھ پر حسد کی وجہ سے یہ الزام لگایا ہے لیکن جب میں اس الزام سے بَری ہوں تو مجھے کیا غم؟ جس دوکاندار کے پاس سودا صحیح ہو وہ محتسب سے کیوں ڈرے اور جس کے باٹ پورے ہوں اس کو چیکر کا کیا ڈر؟ بادشاہ نادم ہوا اور پوچھا کہ تو ان لڑکوں کو اس قدر کیوں چاہتا ہے؟ اس نے کہا اس میں بھی ایک نکتہ ہے اگر آپ سنیں تو! دراصل بات یہ ہے کہ میرا تو کھیل کود کا دور ختم ہو گیا ہے جوانی گذار چکا ہوں، لیکن ان کی خوبصورتی دیکھ کر مجھے اپنا دور یاد آ جاتا ہے کہ کبھی میں بھی خوبصورتی میں بلوری جسم رکھتا تھا، اب حالت یہ ہے کہ دانت گر گئے بال جھڑ گئے، جسم تکلے کی طرح ہو گیا، حسرت کے ساتھ ان کی طرف دیکھتا ہوں تو اپنی ضائع ہونے والی زندگی کو یاد کرتا ہوں کہ جب وہ دن گزر گئے تو یہ بھی گزر جائیں گے، بادشاہ نے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا! ایسے شخص کو معذور سمجھنا

چاہیے شکر ہے میں نے جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرلیا ورنہ حسرت سے ہاتھ کاٹتا۔

سبق

کسی کے ظاہر کو دیکھ کر باطن کا اندازہ نہیں لگالینا چاہیے اور سزا و جزا دینے میں پوری تحقیق کرنی چاہیے اور دشمن کی بات پہ یقین کر کے جلد بازی کرنے والا ہمیشہ نادم و شرمندہ ہوتا ہے کیونکہ دشمن ہمیشہ گھناؤنی تصویر کھینچتا ہے



(7) سزا دینے میں بھی انصاف لازم ہے

شرعی حکم کے بغیر پانی پینا بھی گناہ ہے اور شریعت اجازت دے تو خون بہانا بھی جائز ہے۔ لیکن جب شرعی حکم سے کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے اہل و عیال کا پورا خیال رکھا جائے کیونکہ عورتوں، بچوں کا اس میں کیا قصور ہے؟ اسی طرح قیدیوں میں کئی بے گناہ ہوتے ہیں ان کو سزا دینا دانشمندی نہیں ہے، جب کوئی نو وارد سوداگر تیرے پاس آئے تو اس کے مال کو ہڑپ کر لینا کمینگی ہے۔ جب اس کے پچھلے روئیں گے تو وہ ضرور کہیں گے کہ وہ بے چارا تو پردیس میں مر گیا اور اس کا مال ظالم نے ہڑپ کر لیا۔ ایسے ہی یتیم کی خبر گیری کر کہ اس سے نیک نامی حاصل ہوگی کبھی پچاس سال کی نیک نامی کو ایک بدنامی ختم کر دیتی ہے۔ اچھے لوگ دوسروں کے مال پہ ہاتھ صاف نہیں کرتے۔ اگر کوئی سارے جہاں کا بادشاہ ہے اور لوگوں کا مال چھینتا ہے تو فقیر ہے۔ آزاد مرد بھوک سے مر تو سکتا ہے لیکن کسی کے مال سے پیٹ نہیں بھرتا۔

سبق

اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ مجرم کی سزا اس کے گھر والوں کو نہیں دینی چاہیے ورنہ ان کی بددعاؤں کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور ظالم کے خلاف مظلوم کی بددعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اتقوا دعوۃ المظلوم فانھا لیس بینھا و بین اللہ حجاب ۔ کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کی بارگاہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے (یعنی ادھر اس کے منہ سے نکلتی ہے ادھر اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جاتی ہے۔)



(8) شاہی خزانہ عوام کی امانت ہے

ایک منصف بادشاہ نے معمولی لباس پہن رکھا تھا کسی نے کہا کہ آپ عمدہ لباس کیوں نہیں سلا لیتے؟ تو اس نے جواب دیا ستر کے لیے اتنا ہی کافی ہے اس سے زیادہ تو زینت ہی ہوگا۔ خزانہ اس لیے نہیں کہ میں فضول خرچی کروں۔ اگر میں عورتوں کی طرح زینت کرنے لگوں تو دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ آرزوئیں میرے دل میں بھی بہت ہیں لیکن خزانہ سپاہیوں کے لیے ہوتا ہے نہ کہ زیب و زینت کے لیے۔ جو بادشاہ سپاہی کو خوش نہ رکھ سکے وہ اپنی سرحدیں محفوظ نہیں رکھ سکتا، بادشاہ عشر اور خراج کیوں لیتا ہے؟ اگر دیہاتی کا گدھا دشمن سے محفوظ نہیں۔ اگر دشمن گدھا لے جائے اور بادشاہ خراج تو ایسی حکومت کا کیا فائدہ؟ گرے ہوؤں کو مارنا بہادری نہیں اور چیونٹیوں کے آگے سے دانہ اٹھا لینا کمینگی ہے۔ رعایا درخت کی طرح ہوتے ہیں ان کی پرورش کرے گا تو پھل کھائے گا، نادان اور ظالم ہے جو پھل والے درخت کو کاٹے اور پھر پھل کھانے کی امید رکھے۔ اگر کوئی کمزور گر جائے تو بچ اس سے کہ تیرے خلاف رب کی بارگاہ میں گڑگڑائے، جب صلح سے ملک حاصل کیا جا سکتا ہے تو خون کیوں بہاتا

ہے کیونکہ ساری دنیا کی حکومت خون کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہو سکتی۔

سبق

حاکم وقت کو چاہیے کہ ملکی خزانہ اللوں تللوں میں نہ اڑائے اور عوام کی فلاح و بہبود کو بہر حال اپنی عیاشیوں پر مقدم رکھے اس سے ملک آباد ہوگا، عوام خوشحال ہو کر بادشاہ کے دست و بازو بنیں گے اور ہمیشہ اس کے وفادار رہیں گے۔



(9) دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری

جمشید (ایران کا مشہور بادشاہ جو ضحاک کے ہاتھوں قتل ہوا) بہت اچھی طبیعت کا مالک تھا ایک بار ایک چشمے پر گیا تو قریب ہی ایک پتھر پڑا ہوا تھا اس نے پتھر پر یہ تحریر لکھی۔ ''میری طرح اس چشمے پر بڑے بڑے لوگ آئے ہوں گے لیکن آنکھ جھپکنے کے برابر ہی ٹھہرے پھر چلے گئے بڑی بہادری سے حکومت حاصل کی جاتی ہے لیکن قبر میں اکیلے ہی جانا پڑتا ہے، اگر تو دشمن پہ قابو پالے تو اس کو مزید ستانا اور سزا دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس کو زیر کر لینا ہے اس کے لیے کافی سزا ہے، اگر دشمن تیرے آس پاس زندہ پھرتے رہیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کا خون اپنی گردن پہ لے کر کل بارگاہ خداوندی میں پیش ہو۔

سبق

عام طور پر بادشاہ اپنی حکومت کو بہتر اور وسیع بنانے کے لیے ہر طرح کا جرم کرنا اپنے لیے روا جانتے ہیں جبکہ خوف خدا رکھنے والے (اہل اللہ) کو رب کی بارگاہ میں پیش ہونے کی اس سے کہیں زیادہ فکر ہوتی ہے لہٰذا وہ ہر طرح کے گناہ سے بچنے کی کوشش میں

رہتے ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا کی تو پرواہ بہت کرتے ہیں مگر فکر آخرت کی نعمت سے ان کا دامن خالی ہوتا ہے حالانکہ دنیا کی زندگی اگر پچاس یا سو سال ہے تو آخرت کا صرف ایک پہلا دن پچاس ہزار سال کا ہے کان مقدارہ خمسین الف سنة۔ (القرآن) پھر بتاؤ کہ بھلا دنیا کی ساری زندگی کو آخرت کے صرف ایک دن کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے فیاللعجب۔



(10) ایران کا بادشاہ اور چرواہا

دارا (ایران کا بادشاہ جو سکندر سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا) ایک دفعہ شکار کو نکلا تو لشکر سے جدا ہو گیا، تھک ہار کر ایک درخت کے سائے تلے بیٹھا ساتھیوں کی انتظار کرنے لگا کہ ایک آدمی دور سے آتا ہوا اس کو دکھائی دیا، یہ سمجھا کہ کوئی میرا دشمن آرہا ہے ترکش سے تیر نکالا کمان پر چڑھایا تو اس آدمی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ میں تو آپ کے گھوڑوں کا رکھوالا ہوں اور کئی مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دے چکا ہوں، حیرت کی بات ہے کہ آپ کے ہزار گھوڑوں میں سے ایک ایک کو پہچانتا ہوں اگر آپ حکم کریں تو جو گھوڑا فرمائیں حاضر کردوں، ان کے رنگ، چال، شکل ہر چیز سے واقف ہوں اور میں سمجھتا ہوں اس میں میرا کوئی کمال نہیں بلکہ میرا فرض ہے لیکن گستاخی معاف! آپ بھی تو میری طرح عوام کے رکھوالے ہیں آپ کو اس سے زیادہ عوام کا خیال کرنا چاہیے جتنا کہ مجھے آپ کے گھوڑوں کا ہے کیونکہ میں تو ایک نوکر ہوں اور یاد رکھیے! جس بادشاہ کو اپنے پرائے کی پہچان نہیں ہے وہ حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

سبق

بزرگان دین فرماتے ہیں

در جہاں بدتر نہ بود از ناشناس

جس کو پہچان وتمیز نہیں ہے اس سے بُرا جہان میں کوئی نہیں ہے کم از کم حکومت کرنا اس کا حق ہے جو عوام الناس کے حال سے باخبر رہے تاکہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دریائے دجلہ کے کنارے بکری کا بچہ بھی پیاسا مر گیا تو قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے باز پُرس ہوگی۔ وہ بادشاہ مظلوم کی فریاد کیا سنے گا جو گھوڑے باندھ کر اونچے محل میں سو جائے اور مظلوم چیختے رہیں، جس بادشاہ کے دور میں جو بھی ظلم ہوگا وہ اسی کے کھاتے میں ڈالا جائے گا۔ مسافر کا دامن کتا نہیں پھاڑتا بلکہ دھقان ہی پھاڑتا ہے جس نے اس کتے کو رکھا ہوا ہے۔ بادشاہ اور رعایا کے درمیان دربان نہیں ہونا چاہیے تاکہ رعایا بلا روک ٹوک اپنی شکایات بادشاہ تک پہنچا سکیں اور بادشاہ اپنے کارندوں سے نہیں بلکہ خود ان کا ازالہ کرے۔ اور یہ ان بادشاہوں سے متوقع ہے جو خوف خدا رکھنے والے ہیں ورنہ جو حقوق اللہ کی پرواہ نہیں کرتا وہ حقوق العباد کی کیا پرواہ کرے گا۔

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے حاکم سے کوئی بھول ہوئی ہے

(ساغر صدیقی)

قرآن مجید میں حکمرانوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر (سورۃ الحج)

اہل ایمان حکمران وہ ہیں کہ وہ نماز قائم کرتے (اور کرواتے) ہیں زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں۔ نیکی کو عام کرتے اور برائی کا خاتمہ کرتے ہیں۔

پتہ چلا! حکومت پھولوں کی سیج نہیں ہے کہ لپک لپک کے اس کو حاصل کر لیا جائے اور پھر بدمست ہو کر عیاشیوں میں پڑا رہے بلکہ کانٹوں کا بستر ہے اس لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو ساری رات روتے رہتے اور جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا! پہلے میں صرف اپنا ذمہ دار تھا اب مجھ پر پوری رعایا کا بوجھ پڑ گیا ہے۔



(11) ایک فقیر کی بادشاہ کو نصیحتیں

عراق میں ایک بادشاہ کے محل کے نیچے کسی فقیر نے صدا بلند کی "تو اور میں دونوں رب کی بارگاہ کے فقیر ہی ہیں اس لیے اس بارگاہ کی پیشی کو یاد کر اور اپنے دروازے پر آنے والوں کی حاجت کا خیال کر! دکھی انسانیت کی خدمت کر تا کہ کل کے دکھوں سے تو بھی بچ جائے، مظلوموں کی آہ وفغاں بادشاہ کو تخت سے تختے پر پہنچا دیتی ہے، تو دوپہر کو آرام سے سو رہا ہے اور فقیر تیرے در پہ گرمی میں جل رہا ہے، اگر تو نے آج ہمیں انصاف نہ دیا تو اللہ تعالیٰ تو ضرور انصاف کرے گا"

سبق

صاحبان اقتدار و اختیار کو غریب اور پسے ہوئے طبقے کا خیال کرنا لازم ہے یہ سوچ کر کہ میں بھی اللہ کی بارگاہ کا فقیر ہی ہوں' کیا ہوا جو چند دن کی دنیوی حکومت مل گئی ہے۔ موت سر پر کھڑی ہے ہر کوئی اس کی انتظار میں ہے کوئی اچھا ہو یا برا اس سے آگے مخزن اخلاق سے ایک معلوماتی اور عبرت ناک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

اِذَاجَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَايَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

جب کہ وقت اجل آجاتا ہے، نہ ہی ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے نہ ہی ایک

ساعت آ گئے، خواہ کوئی دولت میں قارون، تکبر میں فرعون، ظلم میں ضحاک تمرد میں نمرود، شہ زوری میں رستم، روئیں تنی میں اسفندیار، خوبصورتی میں یوسف علیہ السلام، صبر میں ایوب علیہ السلام، عمر میں نوح علیہ السلام، بسالت میں موسیٰ علیہ السلام، مصوری میں مانی، عشق میں مجنوں، عدل وسیاست میں عمر رضی اللہ عنہ ملک گیری میں سکندر دبدبہ میں جمشید عیاشی میں محمد شاہ اقبال میں اکبر فصاحت میں سحبان انصاف میں نوشیروان، حکمت میں لقمان، دانش میں ارسطو، سخاوت میں حاتم، طوالتِ قامت میں عوج بن عنق، موسیقی میں تان سین، شاعری میں انوری، فردوسی و سعدی، مردانگی میں محمد فاتح، خاموشی میں زکریا، گریہ میں یعقوب علیہ السلام، رضاجوئی میں ابراہیم علیہ السلام، غزا میں محمود، جہالت میں ابوجہل، حیاداری میں عثمان رضی اللہ عنہ، غربت میں یحییٰ علیہ السلام، ذہانت میں فیضی، شقاوت میں یزید، تصوف میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ، حکومت میں سلیمان علیہ السلام، نازک دماغی میں تانا شاہ، شجاعت میں علی رضی اللہ عنہ، خونریزی میں چنگیز، فلسفہ اسلام میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری، محسن کشی میں رہیلہ، فقہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، قادر اندازی میں بہرام گور، کسب حلال میں سلطان صلاح الدین، صدق میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، خوش الحانی میں داؤد علیہ السلام، کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ، جہاد میں سلطان صلاح الدین، سیاحت میں ابن بطوطہ، پختگی ارادہ میں علاؤالدین خلجی، رتبہ شہادت میں امام حسین ہی کیوں نہ ہو، لیکن موت سے کسی کو رستگاری نہیں ہے۔



(12) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی انگوٹھی میں ایسا نگینہ تھا کہ جوہری اس کی قیمت لگانے سے عاجز تھے، ایک دفعہ ان کے ملک میں سخت قحط پڑ گیا آپ نے وہ نگینہ بیچ کر رعایا پر خرچ کر دیا۔ بعض لوگوں نے کہا! اب دوبارہ ایسا نگینہ آپ کو نہیں ملے گا۔ آپ نے فرمایا جب عوام اس قدر پریشان ہوں تو بادشاہ پر زیب و زینت حرام ہو جاتی ہے۔ میرا گزارا تو معمولی انگوٹھی پہن کر بھی ہو سکے گا۔ لیکن مخلوق خدا کی پریشانی نہیں دیکھی جا سکتی۔

سبق

حاکم وقت کو چاہیے کہ قحط سالی اور تنگی کے دور میں لوگوں کی تکلیف کا احساس کرے، یوسف علیہ السلام قحط سالی میں خود بھی بھوکے رہتے تا کہ بھوکوں کی تکلیف کا اندازہ ہو، بابرکت ہوتا ہے وہ بادشاہ جو لوگوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پہ مقدم جانے۔ اگر بادشاہ تخت پہ آرام کی نیند سوئے گا تو پھر فقیر کو آرام سے کون سلائے گا اور اگر وہ رات کو جاگ کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لے گا تو اس کی رعایا اس کی حفاظت میں سکون سے سوئے گی۔ اگر کوئی ابدی سکون کی تلاش میں ہے تو اس کو چاہیے کہ اس دنیا میں اپنے سکون کو خلق خدا کے سکون پر ترجیح دے اور ویؤثرون علی انفسھم کی زندہ تصویر بن جائے، تا کہ آخرت کی بے سکونی سے محفوظ رہ سکے اور اس کو حسرت کے ساتھ یہ کہنے کی نوبت ہی نہ آئے کہ

ے کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے



(13) تختِ شاہی اور پرہیزگاری

جب شہزادہ "تکلہ" سلطان زنگی کے تخت پر بیٹھا تو اس نے بڑی کامیاب حکومت کی اور ایک بار کسی صاحب حال سے کہنے لگا کہ میں تو اپنی زندگی برباد کر بیٹھا۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ تو شہزادے نے جواب دیا! جب اتنی بڑی حکومت میں سے قبر کے اند کچھ بھی میرے ساتھ نہ جائے گا تو پھر بادشاہ سے تو فقیر ہی اچھا ہو، جو اپنی کمائی (جو اس نے آخرت کے لیے کی ہے) ساتھ تو لے جائے گا۔ اس لیے میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ باقی زندگی گوشہ نشین ہو جاؤں۔ جب اس اللہ والے نے یہ بات سنی تو شہزادے کو ڈانٹ کر کہا خبردار! تو نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جانے سے اللہ راضی ہو جائے گا؟ نہیں نہیں بلکہ مخلوق خدا کی خدمت کا نام ہی رضائے الٰہی ہے نہ کہ خالی تسبیح، مصلّٰی اور گدڑی۔ تو حکومت بھی کر اور خلق خدا کو خوش رکھ کر خدا کی رضا بھی حاصل کر، خالی دعوؤں سے پرہیز کر! طریقت میں عمل کی اہمیت ہے نہ کہ دعووں کی، پاکیزہ اخلاق اپنانا اور خلق خدا کی خدمت کا جذبہ رکھنا کئی گدڑیوں سے بہتر ہے۔

سبق

طریقت و معرفت کے لیے ترک دنیا کوئی ضروری امر نہیں ہے تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی رب کو راضی کیا جا سکتا ہے اگر بادشاہ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرے تو وہ صرف بادشاہ ہی نہیں درویش بھی ہے اور اگر عبادت گذار صاحب سجادہ کے دل میں مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ نہیں تو وہ پھر بھی دنیادار اور دین سے دور ہے کیونکہ

؎ طریقت بجز خدمت خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست



(14) شاہ روم اور ایک درویش

روم کا بادشاہ ایک مرتبہ کسی اللہ والے کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا دکھڑا سناتے ہوئے رونے لگا کہ دیکھو دشمن نے ملک پر قبضہ کر لیا ہے صرف ایک صوبہ میری ملکیت میں رہ گیا ہے بہر حال میں تو اپنی گذار بیٹھا ہوں اللہ جانے میرے مرنے کے بعد میرے بیٹے کا کیا بنے گا۔ اللہ والے کو بادشاہ کی باتیں سن کر غصہ آ گیا اور فرمایا! تو اپنی فکر کر تیرا بیٹا اگر اس قابل ہوا تو کیا ہوا ملک بھی واپس لے لے گا ورنہ ایسے کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنی فکر خود کرے۔ زمین اللہ کی ہے وہ جس کو جتنی چاہے چند دنوں کے لیے دے دیتا ہے۔ جو اس کی صحیح نیابت کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائے گا بصورت دیگر اس کے لیے ذلت و رسوائی ہی مناسب ہے۔

سبق

دنیا فانی اور ناپائیدار ہے اس کی فکر کرنے کی بجائے اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ انسان خواہ کیسا ہی احمق اور کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو، لیکن موت کا یقین اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا، موت کا سیاہ بادل جو اس پر آنے والا ہے اس کے فاصلے کے حساب اور میعاد نزول میں خواہ وہ غلطی کرے مگر اس کو یہ یقین کامل ہے کہ وہ میرے سر پر ضرور آئے گا۔ خواہ وہ کیسا ہی زبردست وقوی اور جوان مرد ہو مگر موت کے پنجے میں ضرور گرفتار ہو گا۔ قضا و قدر نے جو موت کا فتویٰ دے دیا ہے، وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جس کو وہ کہہ سکے کہ یہ میری ہے۔ مگر موت اور وہ زمین جو کہ اس کی ہڈیوں کو چھپائے گی۔ کوئی امر موت کے آنے سے زیادہ تحقیق اور موت کے آنے کے وقت سے

زیادہ لاتحقیق نہیں۔اس واسطے انسان کو چاہیے کہ وہ موت کے لیے ہمیشہ آمادہ رہے۔خواہ ظاہری حالات اس کی زندگی کی کیسی ہی تائید کریں۔کیونکہ زندگی میں آنے کا صرف ایک راستہ ہےاور جانے کے ہزاروں راستے ہیں۔دنیا کی زندگی موت پر موقوف ہے۔دنیا جب تک ہے دنیا ہے کہ ایک مخلوق مرتی ہےاور دوسری اس کی جگہ پیدا ہوتی ہے۔اگر ہم موت سے غافل ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ موت ہمیں بھول گئی۔

بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ ۔ رہِ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ



(15) ایک بزرگ اور ظالم حکمران

اللہ کے ایک بندے کے پاس خلق خدا کا تانتا بندھا رہتا تھا لوگ اپنی حاجات اور صلاح مشورے کے لیے ان کے پاس آتے۔آخر ہجوم سے گھبرا کر انہوں نے دور دراز ایک جنگل میں ڈیرہ لگا لیا لیکن لوگ وہاں بھی ان کے پاس جانے لگے اس علاقے کا بادشاہ بڑا ظالم شخص تھا وہ بھی بزرگ کے پاس آتا مگر بزرگ اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا جبکہ اس کے سامنے ہی غریبوں اور مزدوروں سے محبت کے ساتھ پیش آتا۔ایک دن بادشاہ نے کہا! مانا کہ آپ کو بادشاہ کا کوئی ڈر نہیں لیکن بادشاہ آپ کی توجہ کا اتنا تو حق دار ہے جتنا ایک غریب مزدور؟ بزرگ نے فرمایا! ہاں یہ اس وقت ممکن تھا کہ جب تو بھی ان جیسا غریب مزدور ہوتا جبکہ تم حاکم ہو یہ محکوم،تم ظالم ہو یہ مظلوم،تم جانتے نہیں کہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ جب تو اللہ کے کنبے پر ظلم کرتا ہے تو میں تجھ سے پیار کیسے کرسکتا ہوں۔جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ!اگر میری توجہ چاہتے ہو تو مخلوق پر ظلم کرنا بند کرو ورنہ ادھر دوبارہ آنے کی کوشش نہ کرنا۔

سبق

ظالم شخص خدا اور خدا کے بندوں کی بارگاہ کا مردود ہوتا ہے نہ اس سے مخلوق خوش ہے نہ خالق، نہ وہ خدا کا دوست ہے نہ خدائی کا۔ اس کی آخرت برباد ہے کیونکہ کائنات کا خالق و مالک نہ خود ظلم کرتا ہے نہ ظلم کو پسند کرتا ہے تو پھر ظالم بادشاہ اللہ کے ساتھ جنگ نہیں کرتا تو اور کیا کرتا ہے؟ وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون O (القرآن) وہ ظالم ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔



(16) دمشق میں قحط سالی

ایک مرتبہ دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ عاشقوں کو عشق بھول گیا۔ کھیتیاں خشک ہوگئیں، چشمے سوکھ گئے، صرف یتیم کی آنکھ میں پانی کا قطرہ اور بیوہ کی آہ کا دھواں نظر آرہا تھا، درخت فقراء کی طرح بے برگ اور قوت والے کمزور ہوگئے، نہ پہاڑ پر سبزہ اور نہ باغ میں شاخیں رہیں، ٹڈی نے باغ کھالیا اور انسانوں نے ٹڈی کھالی، اس دوران میرے (سعدی کے) سامنے ایک شخص آیا جس کی صرف ہڈیاں اور کھال ہی نظر آرہی تھی حالانکہ وہ بہت آسودہ حال تھا' میں نے اس سے اس کمزوری کا سبب پوچھا تو اس نے غصے سے کہا! یہ کیسا تجاہل عارفانہ ہے کہ جانتے ہوئے بھی سوال کررہا ہے؟ دیکھتا نہیں ہے نہ آسمان برس رہا ہے اور نہ مصیبت زدہ کے دل کا دھواں اوپر جارہا ہے۔ میں نے کہا تجھے کیا غم؟ زہر تو اس کو مارتی ہے جس کے پاس تریاق نہ ہو۔ مریں تو کنگال مریں بھلا بطخ کو طوفان کا کیا ڈر۔ اس نے بار دیگر مجھے غضب سے دیکھا اور کہا! میں بے سروسامانی سے پریشان نہیں ہوں بلکہ لوگوں کی بے نوائی کی وجہ سے میرا دل زخمی ہے۔ میں نہ تو اپنے آپ کو پریشان دیکھنا چاہتا

ہوں اور نہ ہی دوسرے کی پریشانی دیکھ سکتا ہوں۔ بیمار کو دیکھ کر درد دل رکھنے والا تندرست بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ جب کسی مسکین کو بھوکا پیاسا دیکھتا ہوں تو میرے حلق میں بھی لقمہ زہر بن جاتا ہے' جس کا دوست قید خانے میں ہو اس کو باغ کی سیر کہاں سوجھتی ہے۔

سبق

صاحب دل انسان دوسروں کی تکلیف کو بھی اپنی ہی تکلیف سمجھتا ہے۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے



(17) پتھر دل انسان

ایک رات بغداد شہر میں آگ لگ گئی اور آدھا بغداد جل گیا۔ ایک شخص اسی دھوئیں میں اللہ کا شکر کر رہا تھا کہ میری دوکان تو بچ گئی۔ ایک صاحب دل وہاں سے گذرا اور اس نے اس سے کہا! کیا تجھے صرف اپنا ہی غم ہے یا کسی اور کا بھی؟ تو تو چاہتا ہے سارا شہر جل جائے گا مگر میرا گھر بچ جائے۔ وہ شخص کتنا سنگ دل ہوتا ہے کہ لوگ پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے ہوئے ہوں اور اس کا معدہ کھا کھا کر پھٹنے کے قریب پہنچا ہوا ہو۔ درویش خون کھا رہا ہو تو اس کے سامنے کوئی لقمہ کیسے کھا لے گا۔ بادشاہ عادل جب لکڑ ہارے کے گدھے کو کیچڑ میں پھنسا دیکھتا ہے تو بے چین ہو جاتا ہے۔ نیک بخت کے لیے سعدی کا ایک حرف ہی کافی ہے کہ اگر تو کانٹے بوئے گا تو چنبیلی نہیں کاٹ سکے گا۔

سبق

جو شخص دوسروں کی تکلیف پر بے چین نہ ہو جائے اس کو انسان کہنا ہی انسانیت

کی توہین ہے۔ عام تباہی اور ہمہ گیر مصیبت کے وقت جو شخص اپنی عافیت پر مسرور و مطمئن ہو وہ انسانیت سے بہت دور ہے۔ بغداد کے بارے میں حکایت ہے تو اس وقت بغداد میں کیا ہو رہا ہے امریکہ و برطانیہ کیا کیا ظلم نہیں ڈھار ہے روزانہ سینکڑوں مسلمان شہید ہو رہے ہیں لیکن دنیا بھر کے مسلمان خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں اور کسی کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگ رہی۔

؎ وائے برتو وائے براسلام تو — عار گیرد کفراز ایمانِ تو

جب ایسا بے درد انسان نہیں ہو سکتا تو باایمان اور مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔



(18) ظلم کا انجام

عجم کے کئی بادشاہوں نے اپنی رعایا پر ظلم کا بازار گرم کیا، مگر نہ ان کا ظلم رہا اور نہ دبدبہ شاہی۔ ظالم کیسی غلطی کرتا ہے کہ بمع ظلم ختم ہو جاتا ہے۔ روز محشر عادل بادشاہ عرش کے سائے میں ہوگا۔ جب اللہ کسی قوم پر رحمت کرنا چاہتا ہے تو اس کو عادل بادشاہ دے دیتا ہے اور جب کسی قوم کی بربادی چاہتا ہے تو اس کو ظالم کے قبضے میں دے دیتا ہے۔ نیک لوگ اس ظالم سے بچاؤ کا سامان کرتے ہیں کیونکہ وہ عذاب الٰہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی نعمت کو غنیمت جان اور شکر کر کہ اس سے نعمت بڑھتی ہے۔ نعمت میں شکر کرنے سے تجھے لازوال حکومت ملے گی اور بادشاہی میں ظلم کرنے سے تیری حکومت کو زوال آئے گا۔ بادشاہ پر نیند حرام ہے جبکہ کمزور طاقتور کا ظلم سہہ رہا ہو۔ اگر چرواہے کے ہاتھوں ہی بکریاں ظلم دیکھیں تو ان کی حفاظت کون کرے گا؟ مرنے کے بعد اگر لعنت سے بچنا چاہتا ہے تو زندگی میں نیکی کو اپنا شعار بنا لے۔

سبق

برے کام کا برا انجام ہوتا ہے ظالم اور ناشکرے کی دولت و نعمت ضائع ہو جاتی ہے اور شکر گزار دونوں جہاں کی نعمتیں سمیٹ لیتا ہے رب کی رضا لوگوں کی دعائیں اور نعمت میں اضافہ اس کا مقدر کر دیا جاتا ہے ایسے شخص کو لوگ مرنے کے بعد بھی اچھے الفاظ سے یاد رکھتے ہیں اور اس کے لیے دعا گو رہتے ہیں جبکہ ظالم کو زندگی میں ہی لعنتوں اور بد دعاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کے غضب اور عذاب کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار ٥ (اے نظر والو! عبرت حاصل کرو۔)



(19) ایک بادشاہ کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

ایک بادشاہ نے مرنے سے پہلے اپنے دونوں پڑھے لکھے بیٹوں کو بلا کر کہا! کہ میں نے اپنا ملک دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حصہ تمہیں دے دیا ہے تاکہ میرے بعد تم آپس میں جنگ نہ شروع کر دو۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد ایک بیٹا جو لالچی تھا اس کو خزانہ بھرنے کی فکر لاحق ہوگئی چنانچہ اس نے رعایا سے ظالمانہ ٹیکس وصول کر کے خزانہ بڑھانا شروع کر دیا جبکہ دوسرا سخی اور رحم دل تھا اس نے ٹیکس کم کر دیے اور خزانہ مستحقین میں بانٹ دیا۔ چنانچہ اس پہلے کے ظلم سے تنگ آ کر لوگ ملک چھوڑنے لگے، تاجروں نے دوکانیں اور کسانوں نے زمین چھوڑ دی آمدنی جب ختم ہوگئی تو خزانہ خالی ہوگیا۔ ملازمین کی تنخواہیں بھی نہ دے سکا۔ ملک کا انتظام بگڑ گیا، فوج نے بغاوت کر دی، دوسرے علاقے کے بادشاہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو حملہ کر کے اس کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس کو قید کر لیا۔ جبکہ دوسرے کے حسن سلوک اور رحم دلی کی وجہ سے کسانوں اور زمینداروں کے حوصلے بڑھے، تاجروں نے دل کھول کر پیسہ لگایا بنجر زمین آباد ہوگئی، کھیت لہلانے لگے،

تاجر خوش ہوئے، خزانہ بھر گیا، لشکر آسودہ ہو کر اس پر جان چھڑ کنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں کے رئیس اس کی حکومت میں شامل ہو کر اس کے دست و بازو بن گئے۔

سبق

عدل وانصاف سے ملک کو استحکام اور ترقی حاصل ہوتی ہے، جبکہ ظلم وستم سے ملک کی تباہی ہو جاتی ہے۔ لالچی شخص اپنے ہاتھوں سے اپنے ملک، عزت ووقار کی تباہی کے اسباب پیدا کرتا ہے، مزید حاصل کرنے کی بجائے پہلا کیا دھرا بھی ضائع کر دیتا ہے۔



(20) اپنی جان کا دشمن

ایک شخص درخت کی جس ٹہنی پر بیٹھا ہوا تھا اسی کو کاٹ رہا تھا، درخت کے مالک نے اس کو دیکھا اور کہا! تو میرا نہیں اپنا نقصان کر رہا ہے (اس کے بعد شیخ سعدی بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اگر تجھے اللہ نے قوت بازو عطا کی ہے تو اس کے ساتھ کمزوروں کو نہ گرا ورنہ وہ کمزور کل تجھے اللہ کی بارگاہ میں لے جائے گا۔ وہ طاقتور ہو گا اور تو کمزور، اگر کل قیامت کی بھی سرداری چاہتا ہے تو کم درجہ والے کو اپنا دوست نہ بنا کیونکہ جب تیری حکومت ختم ہو گی تو وہ ضرور تجھے پکڑے گا۔ کمزوروں کا پنجہ نہ مروڑ! کیونکہ اگر تو اس کو سو بار بھی گرا لے گا تو اس کا ایک بار تجھے گرا لینا شرمسار کر دے گا۔ صاحبان دل کے نزدیک گرے ہوئے کے ہاتھوں گرنا بہت برا ہے۔ خوش نصیب لوگوں نے عقل مندی سے تخت وتاج لیے ہیں۔ تو سیدھوں کے پیچھے ٹیڑھا نہ چل اور سعدی کی نصیحت تجھے سیدھی راہ پر چلائے گی۔ یہ نہ سمجھ کہ حکومت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں بلکہ درویشی جیسی کوئی حکومت نہیں۔ جس کا بوجھ کم ہو وہ تیز چلتا ہے فقیر کو صرف اپنی روٹی کی فکر ہے اور بادشاہ کو سارے جہان

کی، موت کے بعد خوشی اور غمی ختم ہو جاتی ہے، کیا وہ جو تاج والا ہے اور کیا وہ جو خراج (ٹیکس دینے) والا ہے، کوئی سر بلند تا بہ آسمان ہو یا قید میں ہو موت کے بعد ان کی پہچان نہیں رہتی، سب خاک ہو جاتے ہیں۔

سبق

نصیحت کو غور سے سننا چاہیے اس میں نصیحت کرنے والے کا کم اور جس کو کر رہا ہے اس کا زیادہ فائدہ ہے

کیا جانے گھڑی کون تھی منحوس وہ ناکام — جس وقت ملا جان سے یہ جسم بدانجام
جب تک رہے دنیا میں رہا غم سے سدا کام — جاتے ہیں عدم کو تو وہاں بھی نہیں آرام
واں حشر کی دہشت سے فراغت نہیں ملتی — تن چھوڑ کے بھی روح کو راحت نہیں ملتی
تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا — یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی



(21) بادشاہ کی کھوپڑی

دریائے دجلہ کے کنارے ایک عبادت گزار جا رہا تھا کہ وہاں ایک کھوپڑی دیکھی جس نے زبان حال سے عبادت گزار کو کہا! کبھی میں بھی حکمرانی کی شان رکھتی تھی اور سر پر بڑائی کی ٹوپی تھی، ملک عراق کی حکومت میرے پاس تھی، پھر میں نے شہر زماں کو فتح کرنے کا لالچ کیا لیکن موت نے مجھے کرماں (کیڑوں) کی خوراک بنا دیا ہوش کے کان سے غفلت کی روئی نکال تاکہ تیرے کانوں میں نصیحت کے الفاظ داخل ہو سکیں۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا — ناگاہ وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر — میں بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

لوگ موت کی یہ شکایت ناحق کرتے ہیں کہ وہ ناگہانی اچانک اور دفعتہً ہمارے پاس آجاتی ہے، حالانکہ موت سب جگہ موجود ہے۔ وہ ہم کو سب جگہ ملتی ہے۔ ہر مقام پر ہر بہانے موت موجود ہے۔ وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں مروں گا اور مرنے کا کوئی وقت معین نہیں جس کو وہ جانتا ہو۔ اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں تو بے شک شکایت بجا ہوتی۔ ہم روزانہ بلکہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے امیر و غریب، بچے، بوڑھے، تندرست اور بیماروں کو مرتے دیکھتے ہیں، لیکن پھر بھی غفلت اس قدر اور اعمال ایسے ہیں کہ گویا ہم اس کو بالکل بھول بیٹھے ہیں۔ قدیم مشرقی بادشاہوں کا مقرر کردہ ایک افسر ہوا کرتا تھا، جو ہر صبح کو کسی خاص وقت ان کو موت کی یاد دلایا کرتا تھا۔ موت کے اکثر یاد رکھنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے کاموں کی بے جا ہوس نہیں کرتا اور کسی پر ظلم و تعدی اور جور و ستم کرنے سے باز رہتا ہے۔ جن بادشاہوں نے ساری دنیا کو فتح کرنے کی آرزو کی یا جن علماء نے دنیا کے کل علوم میں کمال چاہا وہ اگر موت کو یاد رکھتے تو یہ آرزوئے بے جا نہ کرتے

؎ فکر منزل ہوگئی ان کا گزرنا دیکھ کر
زندہ دل میں ہوگیا اوروں کا مرنا دیکھ کر

زَرَکسیز (شاہ ایران) اپنی بے شمار فوج کو دیکھ رہا تھا جبکہ وہ یونانیوں سے لڑنے کے لیے دریائے ہلی پانٹ عبور کر رہی تھی، خوشی سے چہرہ ہشاش بشاس تھا کہ میں لاکھوں آدمیوں پر حکمران ہوں۔ مگر دفعتہً چہرہ بدل گیا اور بے اختیار اشکبار ہوگیا۔ اس خیال سے کہ چالیس پچاس سال کے اندر اندر ان آدمیوں میں سے کوئی بھی نہ رہے گا۔

؎ چرا بسر نہ رَوَد زُود دفترِ ایام   کہ خود بخود ورقِ ایں کتاب می گردد

ایک سادھو کی منڈلی میں کسی نے کہا کہ والیے جے پور مہاراجہ امر سنگھ تو مَر مَر کے بچے ہیں۔ سادھو نے کہا، بچہ بچ بچ کے مرے گا۔ آخر کب تک بچے گا۔

؎ موت سے کس کو رستگاری ہے؟   آج فلاں کی کل ہماری باری ہے



(22) نیکی اور بدی کا انجام

ایک پہلوان (جس کے خوف سے شیر بھی کانپتے تھے) کسی کنویں میں گر گیا اور فریاد کرنے لگا لیکن کسی نے بھی اس کو کنویں سے نہ نکالا ایک شخص وہاں سے گزرا اور ایک پتھر اس کے سر پر مارا اور کہا کبھی تو نے بھی کسی کی مدد کی ہے جو آج لوگوں کو مدد کے لیے پکار رہا ہے؟ جو تو نے بیج بویا ہے اس کا پھل تجھے مل گیا ہے۔ آج تیرے زخم پر کوئی نہیں مرہم رکھے گا کیونکہ بے شمار لوگ تیرے لگائے ہوئے زخموں کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ تو ہماری راہ میں کنویں کھودتا تھا آج خود کنویں میں گر گیا ہے۔ کوئی شخص تو کنواں پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لیے کھدواتا ہے اور کوئی اس لیے تاکہ کوئی اس میں گر کر زندگی کا چراغ بجھا دے۔ بدی کرنے والا نیکی کی امید نہ رکھے کیونکہ جھاؤ (جھاڑی) سے انگور نہیں ملا کرتے۔ خزاں میں بیج بونے والا کبھی گندم نہیں کاٹے گا۔ اگر تھور کا درخت جان جوکھوں میں ڈال کر لگایا جائے تو اس پر پھل نہ لگ جائے گا۔ لوگوں سے بدی کرنے والے کے سامنے نیکی نہیں آتی۔ لوگوں میں شر پھیلانے والا بچھو کی طرح شر ہی کی طرف جاتا ہے۔ اگر تو نافع نہیں تو پتھر اور تجھ میں کیا فرق ہے بلکہ لوہے اور پتھر میں تو پھر بھی نفع ہے اور جس پر پتھر کو فضیلت ہو اس کا شرم سے مر جانا ہی بہتر ہے۔ بلکہ درندے بھی ایسے بدذات انسان سے بہتر ہیں کہ ان میں بھی کوئی نہ کوئی فائدہ ہے۔ جو انسان سونے اور کھانے کے سوا کچھ نہ جانے اس کو چوپائے پر کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ اس بدنصیب گمراہ سوار سے پیدل چلنے والا سبقت لے جائے گا۔

سبق

انسان وہی ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے، جو دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی نہ کرے وہ انسانیت کے لیے عار ہے اور اس سے پتھر اور درندے بہتر ہیں۔



(23) حجاج بن یوسف

ایک نیک شخص نے حجاج بن یوسف (مشہور ظالم جو ولید بن عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا) کی تعظیم نہ کی۔ حجاج نے اذیت ناک طریقے سے اس کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا کیونکہ جب ظالم کے پاس دلیل نہیں رہتی تو وہ پھر ظلم ہی کرتا ہے وہ مرد خدا یہ حکم سن کر پہلے ہنسا پھر رو دیا۔ حجاج بن یوسف نے حیرت زدہ ہو کر ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا تو اس نیک مرد نے جواب دیا رو دیا تو اس لیے ہوں کہ چار بچوں کا باپ ہوں وہ بیچارے کیا کریں گے اور ہنسا اس لیے ہوں کہ خدا کا شکر ہے مظلوم ہو کر مر رہا ہوں ظالم ہو کر نہیں۔ درباریوں نے اس کی جان بخشی کی درخواستیں کیں کہ معصوم بچوں کی بددعاؤں سے ڈر مگر اس نے ایک نہ سنی اور قتل کروا دیا۔ ایک بزرگ نے اس مقتول کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ حجاج کا ظلم تو میرے اوپر ایک منٹ کے لیے تھا مگر میرے قتل کا گناہ ساری عمر اس کے سر رہے گا اور اس کی سزا ''خلدین فیھا ابدًا'' ہو گی۔

سبق

بڑی ہی سبق آموز اور عبرت انگیز حکایت ہے کہ ظلم ہو یا کوئی اور گناہ اس کی لذت یا دورانیہ تو چند لحات ہوتا ہے لیکن اس کا گناہ سر پر پہاڑ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ظالم

اپنے ظلم کی وجہ سے ابدی سزا کا مستحق قرار پا جاتا ہے۔



(24) باپ کی بیٹے کو نصیحت

ایک شخص اپنے بیٹے کو بڑے درد دل کے ساتھ نصیحت کر رہا تھا کہ اے بیٹے! کمزوروں پر ظلم نہ کر ورنہ کسی دن کوئی طاقتور تجھ پر آپڑے گا۔ کیا تو اس بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ کسی دن کوئی چیتا آ کر تجھ کو چیر پھاڑ دے؟ میں بھی بچپن میں جب میرے بازووں میں بڑا زور تھا کمزوروں پر برس جاتا تھا اور وہ بے چارے مجھ سے بہت رنجیدہ تھے۔ ایک دن ایک طاقتور کا ایسا مکہ کھایا کہ اس کے بعد پھر کبھی کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ جو قوم کا سردار ہوتا ہے وہ غفلت کی نیند نہ سوئے، اپنے ماتحتوں کا غم کھانا لازم ہے اور زمانے کے چکر سے ڈرنا چاہیے' جس نصیحت کے پیچھے لالچ نہ ہو وہ کڑوی دوائی کی طرح (بہت مفید) ہوتی ہے۔

سبق

پہلی نصیحت سے یہ سبق ملا کہ اپنے سے زیادہ طاقت والے کے خوف سے ہی کمزور پر شفقت کر لی جائے ورنہ تو ہمارا دین ہمیں حکم دیتا ہے۔

من لم یرحم صغیر نا ولم یو قر کبیر نا فلیس منا (الحدیث)

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جبکہ دوسری نصیحت ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ بادشاہ کو اپنی رعایا سے کبھی غافل نہ ہونا چاہے کیونکہ انہی وجہ سے تو بادشاہ ہے اور زمانے کی گردش سے ڈرتے رہنا چاہیے، ماتحتوں

اور ملازموں سے شفقت ومحبت کا معاملہ کرنا چاہیے۔ دن بدلتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔



(25) ظالم کے لیے دعا کرنا بے سود ہے

ایک بادشاہ کو کسی خطرناک بیماری نے تنکے کی طرح کمزور کر دیا اس قدر لاغر ہو گیا کہ گرے ہوئے لوگوں پر بھی رشک کرنے لگا جیسے شطرنج کا بادشاہ اگرچہ بساط پہ بڑا ہوتا ہے مگر کمزور ہو جائے تو پیادے سے بھی ردی ہو جاتا ہے ایک درباری نے دعا دے کر عرض کیا کہ اس شہر میں ایک مستجاب الدعوات بزرگ ہیں ان کو بلا کر دعا کرائی جائے چنانچہ بزرگ کو بلایا گیا اور بیماری سے شفا کی دعا کی درخواست کی گئی بزرگ نے بادشاہ کو ڈانٹ کر کہا اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تجھ پر مہربان ہو جائے تو اسکی مخلوق پر مہربانی کر! میری دعا تجھے کیا نفع دے گی جبکہ آج بھی کوئی مظلوم کنویں میں بند ہے اور کوئی قید خانے میں ہے۔ جب تو نے مخلوق کو سکون کا سانس نہیں لینے دیا تو تو خود کیسے آرام پا سکتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ پہلے تو بزرگ کی کھری کھری باتیں سن کر سٹپٹایا پھر سوچا کہ سچ ہی تو کہا ہے بزرگ نے۔ حکم دیا تمام بے گناہ قیدی رہا کر دیے جائیں۔ بزرگ نے دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کی! اے بلند آسمان والے! تو نے اس کو جنگ کی وجہ سے پکڑا تھا اب صلح کی وجہ سے چھوڑ دے ابھی بزرگ کے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھے ہی ہوئے تھے کہ بادشاہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔ خوشی سے ناچنے لگا اور حکم دیا کہ موتیوں کا خزانہ بزرگ پہ نچھاور کر دو۔ بزرگ نے فرمایا بس بس ٹھیک ہے رہنے دو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ذرا تو اپنا خیال رکھنا کہ پھر دوبارہ بیماری کی طرف نہ جانا، ایک بار گر کر اُٹھنے والا دوبارہ بھی تو اسی جگہ پھسل سکتا ہے اور گرا ہوا ہر بار نہیں اُٹھتا۔

سبق

ظالم جب تک ظلم نہ چھوڑے اس کے حق میں بزرگوں کی دعائیں بھی (جو بھی رد

نہیں ہوتیں) قبول نہیں ہوتیں۔ اندازہ لگالو کہ ظلم کتنا بڑا گناہ ہے۔



(26) دنیا فانی ہے

اس دنیا سے وفا کی امید نہ رکھنی چاہیے دیکھو اللہ تعالیٰ کے نبی سلیمان علیہ اسلام کا تخت ہوا پر چلتا تھا آخر کہاں گئے سلیمان علیہ السلام اور کہاں گیا ان کا تخت، بابرکت وہ شخص ہے جو سمجھ گیا اور انصاف کر گیا' وہ بادشاہ دولت کی گیند لے گیا جو مخلوق کے آرام کی فکر میں رہا، وہی کام آیا جو مخلوق پہ خرچ کر گیا نہ کہ وہ جو جمع کر کے چھوڑ گیا۔

سبق

دنیا بے وفا ہے اور انتہائی نا قابل اعتبار اس سے وہی فائدہ اُٹھائے گا جو مخلوق خدا کو راحت اور آرام پہنچائے گا۔ یہاں جو آیا ہے جانے کے لیے ہی آیا ہے۔ نہ کہ ہمیشہ رہنے کے لیے یہ ایسی اٹل حقیقت ہے جس کو مومن و کافر سب مانتے ہیں اس مضمون کی ایک عبرتناک کہانی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بیوہ عورت کا اکلوتا لڑکا مر گیا۔ لیکن فرط محبت سے وہ بیچاری ماںتا کی ماری اس کو زندہ خیال کر کے اس کے علاج کی کوشش میں دربدر ماری پھرتی رہی۔ ہر چند کہ حکما اس کو سمجھاتے کہ تمہارا لڑکا مر چکا ہے۔ لیکن جوش محبت میں اندھی ہونے کے باعث اس کو یقین نہ آتا تھا۔ آخر کار لوگ اس کو مہاتما بدھ کے پاس لے گئے کہ شاید وہ اپنے تدبر و دانائی سے اس عورت کو سمجھا سکے۔ مہاتما بدھ نے اس سے کہا کہ فی الحقیقت تمہارا لڑکا مر گیا ہے۔ لیکن میں اس کو زندہ ضرور کر سکتا ہوں، بشرطیکہ تو مجھے ایسے گھر سے پانی کا ایک کٹورا لا کر دے جس گھر میں کبھی کوئی آدمی مرا نہ ہو۔ تاکہ میں اس پانی پر تیرے بیٹے کو زندہ

کرنے کا منتر پھونکوں۔ اس عورت نے پانی حاصل کرنے کے لیے تمام شہر چھان مارا۔ لیکن کوئی گھر ایسا نہ ملا جس میں کوئی نہ مرا ہو۔ بلکہ بہت سے گھروں میں سے تو یہ جواب ملا کہ مرے زیادہ ہیں اور زندہ کم ہیں۔ آخر کار لاچار اور مایوس ہو کر وہ مہاتما بدھ کے پاس واپس آئی اور اپنی اس کوشش میں ناکام رہنے کا ماجرا بیان کیا۔ مہاتما نے اس سے کہا کہ جب تمام شہر میں تجھے ایک گھر بھی ایسا نہیں ملا کہ جس میں کوئی مرا نہ ہو۔ تو تو اپنے مرے ہوئے لڑکے کے زندہ ہونے کی کیا اُمید کر سکتی ہے۔ اس بات سے اس عورت کو صبر اور اپنے لڑکے کے مر جانے کا یقین آ گیا اور اس کی تجہیز و تکفین پر رضامند ہو گئی۔

ے دنیا سے ہے سب نے جانا ایک دن　قبر میں ہو گا ٹھکانہ ایک دن

اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن　منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن



(27) بے وفا دنیا

مصر کے ایک بڑے سردار پر نزع کا عالم طاری ہوا چہرے کی سُرخی زردی میں تبدیل ہو گئی، دانشمند افسوس ہی کرتے رہ گئے کہ کیا کریں، کیونکہ موت سے بچاؤ کا طب کی دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ لوگوں نے سُنا کہ مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ مصر میں میرا جیسا کوئی نہ تھا لیکن جب انجام کار یہی (موت) ہے تو گویا میں کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے جمع تو کیا مگر اس کا پھل نہ کھایا اور آج مجبوروں کی طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں، عقلمند وہی ہے جو کھا جائے اور دے جائے کیونکہ جو بچ گیا وہ تیرے لیے افسوس کا باعث بنے گا۔ سخاوت کا ہاتھ لمبا کر اور ظلم کا چھوٹا۔ اب اپنے ہاتھ سے کانٹا نکال لے کہ کل کفن سے ہاتھ بھی نہ نکال سکے گا۔

سبق

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور مخلوق خدا پر رحم و کرم کرنا ہی انجام کار اخروی کامیابی کا ضامن ہے گن گن کر رکھتے جانا اور جمع کرتے جانا' نہ دنیا میں کام آیا نہ آخرت میں آئے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ویل لکل ھمزة لمزة الذی جمع مالا وعدده ٥ یحسب ان ماله اخلده ٥

خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب اور پیٹھ پیچھے برائی بیان کرے، جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ دنیا میں رکھے گا (نہیں ہرگز ایسا نہ ہوگا) ایک مقام پر فرمایا **الھٰکم التکاثر ٥ حتی زرتم المقابر ٥** تمہیں مال کی کثرت طلبی نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ دنیا کی ہستی فنا ہو جانے والی ہے بقا ہے تو صرف اللہ کی ذات کو۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسی حکایت میں فرماتے ہیں

ھمہ تخت و ملکے پزیرد زوال   بجز ملک فرماندۂ لا یزال

سب تخت و تاج زوال پزیر ہیں اللہ رب العزت کے ملک کے سوا

؎ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو



ذکرِ نیکو زندگاں دارد ثواب   عاصیاں را می رساند عذاب

چوں بہ نیکو زندگاں در ساختم   ہمنشینانِ ملائک یافتم

ہر کرا باشد محبت با خدا   کے بماند او اصلا ازش جدا

ذکرِ ایشاں ذکرِ آں یزداں بود   یادِ نیکو یادِ آں سبحاں بود

کتبہ محمد اعظم منور رقم   [illegible]

(28) مضبوط قلعہ

قزل ارسلان (شاہ ایران) مضبوط قلعہ کا مالک تھا جسکی بلندی پہاڑ کی چوٹی سے بھی اونچی تھی، انتہائی محفوظ مقام پہ واقع تھا۔ایک بزرگ جہاندیدہ، روشن ضمیر، تجربہ کار دور دراز سے سفر کر کے بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ ایسا مضبوط و محفوظ مقام کہیں دیکھا ہے؟ بزرگ نے ہنس کر جواب دیا! یہ قلعہ بابرکت تو ہے مگر میں اسے مضبوط نہیں مانتا اس لیے کہ تجھ سے پہلے اس میں کتنے رہے اور تیرے بعد بھی کتنے رہیں گے لہٰذا پہلوں کے دور کو یاد کر کہ اب ایک پائی کے بھی مالک نہیں رہے جب کوئی مخلوق سے ناامید ہو جائے تو خدا کا فضل ہی اسکی دستگیری فرماتا ہے۔عقلمند کے نزدیک دنیا روڑی (گندگی کے ڈھیر) کی مانند ہے جس کا ہر لمحے کوئی دوسرا مالک ہوتا ہے (اور کوڑا پھینک کے چلا جاتا ہے)

سبق

عقلمند کے نزدیک دنیا کی مضبوط عمارتیں کچھ نہیں ہیں ان سے موت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کو دیکھ کر خوف آتا ہے کہ جب انکو بنانے والے نہ رہے تو ہم کیسے رہیں گے۔اس بات کو مندرجہ ذیل حکایت کے تناظر میں سمجھیے۔

ایک تاجر کشتی پر سوار تھا اس نے ملاح سے پوچھا کہ تیرا باپ کیسے مرا؟ اس نے کہا! یہی کشتی چلاتے ہوئے؟ پھر پوچھا دادا جان کیسے فوت ہوئے؟ اس نے پھر کہا! یہی کشتی چلاتے ہوئے اور پھر صرف باپ دادا ہی نہیں سات نسلوں کا یہی حال ہے۔تاجر نے حیراں ہو کر سوال کیا کہ کیا تمہیں یہی کشتی چلاتے ہوئے ڈر نہیں لگتا کہ اس نے تیری سات نسلوں کو ہڑپ کیا؟ اب ملاح نے تاجر سے پوچھا: بھلا آپ بتائیں کہ آپ کے باپ دادا

کہاں فوت ہوئے؟ تاجر نے کہا اپنے گھر میں اور کہاں؟ ملاح نے جھٹ سے کہا! پھر آپ کو اس گھر میں رہنے سے ڈر نہیں لگتا؟ الغرض موت سے ڈر تو ہے مفر نہیں۔

پیام مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے　　مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے



(29) ایک مجذوب کی شاہ ایران کو ڈانٹ

ایران کے ایک مجذوب نے کسریٰ (شاہِ ایران) کو کہا! اے ملک جمشید (ایران کا بادشاہ ہوگذرا ہے) کے وارث! تو بتا کہ اگر یہ ملک جمشید کے پاس ہی رہتا تو تجھے یہ تخت و تاج مل سکتا تھا؟ نہیں ہر گز نہیں بادشاہ نے جواب دیا۔ تو پھر سن! اگر تو قارون (مشہور مالدار مگر انتہائی کنجوس مکھی چوس جو موسیٰ علیہ اسلام کے زمانے میں ہوا اور قرآن پاک کی سورہ القصص میں اس کا قصہ بیان کیا گیا ہے) کا خزانہ بھی حاصل کرلے گا تو تیرا وہی ہوگا جو تو لوگوں پر خرچ کر جائے گا۔

سبق

وہی بادشاہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے جس کے سینے میں اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ موجزن ہے عیش پرستی اور سہل پسندی ناکامی کی علامت ہے۔

کہتے ہیں کسی ناکام بادشاہ نے اپنا ایک سفیر کسی کامیاب بادشاہ کے پاس بھیجا کہ جائزہ لے کر آ کہ اس کی کامیاب حکومت کے اسباب کیا ہیں تا کہ اسی ڈگر پہ ہم بھی حکومت کریں اور ترقی نصیب ہو۔ سفیر رات کے وقت بادشاہ کے پاس پہنچا تو باتیں کرتے کرتے چراغ میں تیل ختم ہو گیا بادشاہ خود اُٹھا اور چراغ میں تیل ڈالا حالانکہ نوکر پاس ہی سویا ہوا تھا۔ سفیر نے کہا! بادشاہ سلامت! نوکر کو جگا دیا ہوتا؟ بادشاہ نے کہا! نہیں

ابھی سویا ہے۔ اسکی نیند کچی ہے اور پھر جو کام میں خود کر سکتا ہوں کسی کو کیوں کہوں؟ اور سن لے میری ترقی کا راز یہی ہے کہ میں اپنے نوکروں کا بھی اس قدر خیال رکھتا ہوں۔ تو بھی جا کر اپنے بادشاہ کو کہہ دے کہ لوگوں کی دل جوئی کر، تیری سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہوگی۔

؎ عمارت جہاں کی پاسداری پر تو اے منعم
نظر سے مت گرا دنیا کسی کے دل کے کونے کو

الخلق عیال اللہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اس سے پیار کرو اور اللہ کے پیارے ہو جاؤ



(29) باپ کی جگہ بیٹا

جب الپ ارسلان (ایرانی باشاہ) نے اپنی جاں آفریں (اللہ تعالیٰ) کے حوالے کی اور اس کا بیٹا تخت شاہی پر متمکن ہوا اور اپنے باپ کو ایسی جگہ پر رکھا کہ جہاں نہ بیٹھنے کی جگہ تھی نہ تیراندازی کی یعنی قبر دوسرے ہی دن بیٹا بہت عمدہ سواری پہ سوار ہو کر جا رہا تھا کہ کسی اہل نظر کی نظر میں آ گیا جس نے دیکھتے ہی کہا "کہا خوب زوال پذیر ملک و زمانہ ہے کہ کل ہی باپ مرا ہے اور آج بیٹا رکاب میں پاؤں ڈالے ہوئے ہے۔ کیا زمانے کا چکر ہے کہ بوڑھا اپنا دور ختم کرتا ہے تو جوان گود سے سر نکال لیتا ہے گویا جہاں اس گویئے کی طرح ہے جو ہر روز نئے گھر کی تلاش میں ہوتا ہے، وہ بھی کیا عورت ہے جو ہر رات نئے شوہر کو طلب کرے۔ آج نیکی کر لے کہ ملک تیرا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کل کسی دوسرے کے پاس چلا جائے۔

سبق

زندگی ایک مسلسل سفر ہے جسکی آخری منزل موت ہے۔ کسی استاد نے شاگردوں سے پوچھا کہ بکرے کی ماں نے اس کو جنگل جانے سے منع کیا تھا مگر اس نے ماں کی بات نہ مانی اور جنگل میں چلا گیا اور شیر کا لقمہ بن گیا، کیا خیال ہے اگر وہ ماں کی بات مان لیتا تو بچ نہ جاتا؟ ایک لڑکے نے جواب دیا! جناب اگر وہ جنگل نہ جاتا تو شیر سے تو بچ جاتا لیکن انسانوں کا لقمہ بن جاتا۔

ہر شمع اپنے زعم میں یاں برق نور ہے
ہر کنکری کو ہمسری کوہ طور ہے

عالم میں کبر و عجب کا ھر سو ظہور ہے　　دنیائے انکسار جو ہے یاں سے دور ہے
ہم کو تو اس جہاں سے شکایت ضرور ہے　　دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے



(30) بادشاہ کا گدھوں پہ قبضہ

غور (افغانستان کا شہر، غوری خاندان اسی کی طرف منسوب ہے) کا بادشاہ غریب دیہاتیوں کے گدھوں پہ قبضہ کر لیتا اور ان پر اتنا بوجھ ڈالتا کہ بے چارے دو دنوں میں مر جاتے کیونکہ چارہ بھی نہ ڈالتا تھا۔ جب زمانہ کسی کمینے کو اختیار دے دیتا ہے تو وہ ظلم کا بازار گرم کر دیتا ہے جیسے مغرور اونچے مکان والا اپنی چھت کا کوڑا نچلی چھت پہ پھینک دیتا ہے ایک دفعہ یہ ظالم بادشاہ شکار کے لیے نکلا، شکار کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو قافلے سے دور نکل گیا، واپسی کا راستہ معلوم نہ تھا ناچار ایک دیہاتی کے ہاں رات کو ٹھہر گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دوسرا دیہاتی ایک نہایت ہی طاقتور گدھے کو مار رہا ہے کہ گویا ابھی اسکی ہڈی توڑ دے گا

بادشاہ نے اس کوڈانٹا کہ کیوں بلاوجہ اس بے چارے کو مارتا ہے؟ دیہاتی نے کہا! تو چپ رہ اس میں بھی مصلحت ہے۔ بادشاہ نے پوچھا! بھلا اس میں کونسی مصلحت ہے؟ تو دیہاتی نے جواب دیا! جو خضر علیہ اسلام کے کشتی توڑنے میں مصلحت تھی (قرآن پاک کی سورہ کہف مینّ واقعہ موجود ہے) بادشاہ نے کہاہاں! تو ایک ظالم بادشاہ تھا جو صحیح سلامت کشتی پہ قبضہ کر لیتا تھا دیہاتی نے کہا یہاں ظالم بادشاہ ہے جو صحیح سلامت گدھوں پہ قبضے کرتا پھرتا ہے۔اس لیے تو اپنے گدھے کی ٹانگیں توڑ رہا ہوں کہ ٹوٹا ہوا مال اپنے پاس رہے تو اس سے بہتر ہے کہ صحیح سلامت ہو مگر دشمن کے پاس۔اے بادشاہ! آج یہ مظلوم گدھے تو تیرے ظلم کا بوجھ کھینچ رہے ہیں کل بروز قیامت تو ان پر ظلم کرنے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گا۔ایسا ظالم سویا ہی رہے تو بہتر ہے جس کا آرام دوسروں کی تکلیف میں ہے۔ دیہاتی کی اس کھری بات نے بادشاہ کو سوچنے پر مجبور کر دیا، ساری رات جاگ کر ستارے گنتا رہا۔ صبح ہوئی تو قافلہ بھی بادشاہ کو تلاش کرتا کرتا پہنچ گیا۔بادشاہ نے رات کی نصیحت کو بھلا دیا بلکہ اس دیہاتی گستاخ کو ذلت کے ساتھ باندھ کرزمین پہ گرایا اور تلوار نکال کر اس کو قتل کرنے لگا تو جو اس کے منہ میں آیا کہنے لگا۔(چاقو سر پر ہو تو قلم کی زبان تیز ہو جاتی ہے)''تیرے دور سے بڑھ کر کسی دور میں ظلم نہیں ہوا تیرا علاج صرف ظلم چھوڑ دینا ہے نہ کہ مظلوموں کو مار دینا۔ظالم یہ امید نہ رکھے کہ اسکی نیک نامی دنیا میں پھیلے گی' تجھے نیند کیسے آسکتی ہے؟ جب کہ تیرے ہاتھوں سے ستائے ہوؤں کو نیند نہیں آتی صرف دربار کی خوشامد تجھے قابل تعریف نہیں بنا سکتی۔منہ پہ تعریف کا کیا فائدہ جبکہ پس پشت ہر کوئی تجھ لعنتیں برسا رہا ہے۔ظالم بادشاہ کے ان باتوں سے ہوش ٹھکانے آگئے۔جاہل دیہاتی کی کھری کھری باتوں سے اس کو ہدایت مل گئی ظلم کرنا چھوڑ دیا اور اس دیہاتی کو انعام واکرم سے نوازا بلکہ اس علاقے کی حکومت ہی اس کو بخش دی۔

سبق

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے الوضیع اذا ارتفع تکبر و اذاحکم تجبر (مفیدالطالبین) کمینہ اور گھٹیا جب تھوڑا اونچا ہو جاتا ہے تو تکبر کرتا ہے اور اگر اس کو

حکومت مل جائے تو ظلم کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ظلم قابل مذمت ہے اور حق گوئی کا تقاضا ہے کہ ظالم کے منہ پر اس کے ظلم کی مذمت کر کے بمطابق حدیث نبوی افضل الجہاد کا ثواب کمایا جائے' نیز کبھی اہل علم سے وہ نصیحت حاصل نہیں ہو سکتی جو ایک جاہل سے مل جاتی ہے۔ اپنے متعلق کبھی دشمن سے بھی سننا چاہیے کہ وہ کیا کہتا ہے کیونکہ خوشامدی تو سوا تعریف کے اور کیا کریں گے ۔ کہتی ہے تجھے خلق غائبانہ کیا کیا۔ خوشامد کرنے والے نہیں بلکہ ملامت کرنے والے تیرے خیر خواہ ہیں جو تجھے تیرے عیب پر مطلع کرتے ہیں تاکہ تو اپنی اصلاح کرے ورنہ وہ عیب ساری عمر تجھ میں موجود رہتا ہے۔

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں تیرا بہترین دوست وہ ہے جو تجھے تیرے عیب پہ مطلع کرے۔



(31) مامون الرشید (بادشاہ) اور پری پیکر (کنیز)

مامون الرشید (بنو عباس کا مشہور خلیفہ) نے ایک چاند سے چہرے، شاخ گلاب کے بدن، عقلمندوں کی عقل کو حیران کر دینے والی لونڈی خریدی اور جب اس کے قریب ہوا تو اس نے نفرت کی اور اپنے آپ کو بادشاہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ پہلے تو غصے کی وجہ سے بادشاہ نے چاہا کہ اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں پھر سنبھل گیا اور اس نفرت کا سبب پوچھا! کنیز نے کہا! تو میرے ٹکڑے کر یا زندہ رکھ میں تیرے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ تلوار سے تو ایک ہی بار مر جاؤں گی مگر تیرے منہ کی بدبو مجھے ہر لمحہ موت سے بڑھ کر تکلیف دے گی۔ بادشاہ کی آنکھیں کھل گئیں اور اس رنجیدگی کے باوجود اپنا علاج شروع کر دیا اور بدبو خوشبو میں تبدیل ہو گئی اور بادشاہ پہلے سے زیادہ اس کو چاہنے لگا کہ اس نے میرے عیب پر مجھے اطلاع دی ہے۔ تیرا دوست وہ ہے کہ جو تجھے بتائے کہ تیری راہ میں فلاں جگہ کانٹا ہے۔

گمراہ کو کہنا کہ تو ٹھیک چل رہا ہے بہت بڑا ظلم ہے۔ اگر تیرا عیب بیان نہ کیا جائے گا تو تو جہالت کی وجہ سے اس کو کمال سمجھتا رہے گا۔ سقمونیا (کڑوی دوائی) جس کو فائدہ دے رہی ہو اس کے سامنے شہد اور شکر کے فضائل مت بیان کر کہ اسکی شفا کڑوے دارو میں ہے ہاں معرفت کی چھلنی میں چھان لے اور عبادت کا شہد ملا لے۔



کبھی خوش طبع شیریں مزاج دوستوں سے بدمزاج شخص بہتر تنبیہ کرتا ہے اگر عقل مند ہے تو غصے میں آنے کی بجائے ہمت سے کام لے گا اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرے گا اہل عرب کہتے ہیں العاقل تکفیه الاشارة. یعنی عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے کم عقل اور بے وقوف کو کتابوں کا بوجھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

✿✿✿

(32) بہار ہو کہ خزاں لاالہ الا اللّٰہ

ایک درویش کی حق گوئی سے ناراض ہو کر بادشاہ نے متکبرانہ انداز میں اس کو جیل میں ڈال دیا۔ وزراء میں سے کسی نے درویش کو کہا بادشاہ کو بھرے دربار میں اس طرح نصیحت کرنا مناسب نہ تھا۔ درویش نے کہا! حق بات کہنا عبادت سمجھتا ہوں اور مجھے قید خانے کی کوئی پرواہ نہیں کہ یہ چند لمحوں کی بات ہے۔ بادشاہ کو درویش کی وزیر سے گفتگو کا پتہ چلا تو اس نے پیغام بھجوایا کہ چند لمحے نہیں ساری زندگی جیل میں ہی رہنا پڑے گا۔ درویش نے واپسی جواب دیا کہ کیا تو جانتا نہیں دنیا ہے ہی ایک گھڑی۔ درویش کے لیے خوشی اور غمی برابر ہے الحمدلله علی کل حال. تو لشکر اور خزانوں میں خوش ہے تو میں رنج اور محرومی میں بھی اپنے رب سے راضی ہوں۔ جب ہم دونوں کو موت آئے گی تو چند دنوں میں برابر ہو جائیں کوئی نہ پہچان سکے گا کہ درویش کون ہے اور بادشاہ کون؟ ظالم بادشاہ کو ان ناصحانہ

باتوں سے اور غصہ آیا اور درویش کی زبان کھینچ لینے کا حکم دیا۔ حق گو درویش نے فرمایا مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑے گا کہ میرا اللہ بغیر میری زبان کے بھی جانتا ہے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں میں ظلم برداشت کروں گا جو میری آخرت بہتر کر دے گا بلکہ مجھے تو خوشی ہوگی اگر تجھے بھی مرتے وقت ایمان نصیب ہو جائے۔



بادشاہوں کی ناراضگی کے سبب حق گوئی کا فریضہ چھوڑ دینا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

---

(33) ایک پہلوان

ایک پہلوان نے تنگ دست ہو کر پشت پہ مٹی ڈھو کر اپنا پیٹ بھرنا شروع کر دیا' نہایت دل تنگ اور افسردہ رہنے لگا۔ کہ کہاں بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑنا اور کہاں یہ دن؟ لوگ شہد پیتے، مرغ اور بکرے کھاتے اور اس بے چارے کی روٹی ساگ پات کو ترستی رہتی۔ کتے بلیوں کے جسم پہ لباس اور یہ بے چارہ ننگا۔ حسرت سے دعا کرتا کہ ساری زندگی کا رزق اکٹھا ہی مل جائے تو چند دن تو آسانی سے گذر جائیں۔ ایک دن زمین کھود رہا تھا کہ ٹھوڑی کی ہڈی نظر آئی اور ساتھ موتیوں کا ٹوٹا ہوا ہار پایا جو زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔ زمانے کی گردش کا گلہ نہ کر یہ تو گھومتا ہی رہتا ہے۔ پہلوان کو تھوڑی تسلی ہوئی کہ جب انجام سب کا ایک ہی جیسا ہے تو کیا تخت نشیں اور کیا خاک نشیں۔ غمی خوشی ختم ہو جائے گی ہاں عمل کی جزا اور نیک نامی رہ جائے گی۔ ملک، تاج، تخت والے بھی چل دیے اور گدا و محتاج بھی،

دنیا سے دھوکہ نہ کھا دیکھ اگر تیرے پاس دینا کا سونا نہیں ہے تو سعدی کی نصیحتیں سونے کی ڈلیوں سے کم نہیں ہیں ان سچے موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔

سبق

مال دولت، تخت و تاج پہ گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ خوشحالی و تنگ دستی انجام کے لحاظ سے برابر ہے کیونکہ موت سب کو ایک جیسا بنا دے گی۔

؎ شاہوں کو اپنی صولت شاہی پہ ہے گھمنڈ
نعمت پہ عیش و عشرت شاہی پہ ہے گھمنڈ
جاہ و حشم پہ دولت شاہی پہ ہے گھمنڈ
طبل و علم پہ شوکت و شاہی پہ ہے گھمنڈ
ہر شخص ان کو دیکھ کے کہتا ضرور ہے　　دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے
فاعتبروا یااولی الالباب



(34) بھینس کے آگے بین بجانا؟

کسی ملک پر ایک ظالم حکمران تھا، اس نے لوگوں کے دن کے اُجالے کو رات کی تاریکی میں بدل دیا، لوگوں کی نیند حرام کر دی۔ دن کو اس کے ستائے ہوئے رات کو بارگاہ الٰہی میں اس کیخلاف دست بدعا ہوتے۔ کچھ لوگ اس زمانے کے ایک بزرگ کے پاس جا کر روئے کہ اس ظالم کو خدا کا واسطہ دو کہ اتنا ظلم نہ کرے، بزرگ نے کہا! مجھے شرم آتی ہے کہ اس کے سامنے اپنے پیارے خدا کا نام لوں کیونکہ ہر کوئی اللہ کے پیغام کے لائق نہیں ہے۔ جو حق کو مانتا ہی نہ ہو اس کے سامنے حق کا نام لیا ہی نہ جائے۔ یہی حق ہے کہ حق، حق والے کے

سامنے ہی کہنا چاہیے۔ نادان کے سامنے علم کے موتی بکھیرنا بنجر زمین میں بیج ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ جب اس پر اثر ہی نہیں ہوگا تو مجھے دشمن جان کر نقصان پہنچائے گا۔ نگینے کی عادت موم میں جمنا ہے نہ کہ پتھر میں۔ اگر ظالم مجھ سے خفا ہے تو تعجب نہیں کیونکہ وہ چور ہے اور میں چوکیدار' کوشش سبھی کرتے ہیں لیکن نیکی کی گیند ہر کوئی نہیں لے جاسکتا۔

سبق

ظالم کے سامنے اللہ کا واسطہ پیش کرنے سے ممکن ہے وہ اللہ ہی کی توہین کردے کیونکہ اس ظالم کے مرغوب عمل (ظلم) کو اللہ نے ناپسند فرمایا ہے لہٰذا ظالم اللہ سے ہی بیزاری کا اظہار کرسکتا ہے نصیحت اسی کو کی جائے جس کو فائدہ پہنچنے کی امید ہو ورنہ نصیحت بھی برباد ہوگی اور وقت بھی ضائع ہوگا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

فذکران نفعت الذکریٰ (الاعلیٰ) نصیحت کر اگر فائدہ دے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی نصیحت کرے تو اسکی نصیحت کو غور سے سنو اور قبول کرو! آنے والے وقت میں ہوسکتا ہے کوئی نصیحت کرنے والا ہی نہ رہے الامان. الحفیظ



(35) نصیحت کی باتیں (تدبیر)

تدبیر سے کام نکل سکتا ہو تو جنگ سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ اگر دشمن سے مقابلے کی طاقت نہ ہو تو دولت کے ساتھ فتنہ کا دروازہ بند کرنا بہتر ہے۔ جس سے نقصان کا خطرہ ہو اس پہ احسان کر کے اس کی زبان بند کردو کیونکہ احسان تیز دانتوں کو کند کر دیتا ہے۔ ہاتھ کاٹ نہ سکو تو چوم لو اس لیے کہ تدبیر سے رستم بھی قید میں آجاتے ہے جس کی کمند سے اسفند یار (گشتاسب کا بیٹا، بڑا پہلوان) بھی نہ بچ سکا۔ فرصت تک دشمن کی دوست کی طرح رعایت کر، فرصت ملے تو اس کی کھال بھی اتار لے۔ کمینے کی لڑائی سے بھی بچ کہ کبھی قطرے

سے بھی سیلاب نظر آ جاتا ہے۔ کمزور دشمن سے بھی دوست بہر حال بہتر ہے۔ اپنے سے بڑی فوج پہ حملہ آور نہ ہو کیونکہ نشتر پر انگلی مارنا بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ کمزور دشمن پر چڑھ دوڑنا کوئی بہادری نہیں۔ خواہ تو کتنا ہی طاقتور ہے پھر بھی جنگ سے صلح ہی بہتر ہے۔ ہاں! اگر کوئی حیلہ کارگر نہ رہے پھر تلوار پکڑنا درست ہے۔ اگر دشمن صلح کی بات کا طلبگار ہو صلح سے اعراض نہ کرے اور اگر وہ لڑنا ہی چاہے تو پھر صلح کی بات زبان پر نہ لا۔ لڑائی شروع ہو جائے تو پہلے سے ہزار گنا زیادہ طاقتور اور ہیبت ناک ہو جا اس صورت میں بروز قیامت تجھ سے نہ پوچھا جائے گا کیونکہ کینہ پر مہربانی کرنا ناجائز ہے۔ اگر تو کمینے سے نرمی یا مذاق کی بات کرے گا تو اس کی سرکشی بڑھ جائے گی، ہاں! اگر دشمن عاجز ہو کر تیرے دروازے پر آ جائے تو دل سے کینہ اور سر سے دشمنی نکال دے۔ وہ اگر امن چاہے تو اس کو امن دے دے لیکن اس کے مکر سے ہوشیار رہ۔ بزرگوں کی نصیحتیں ہمیشہ یاد رکھ کہ ان کے یہ مجرب نسخے ہیں۔ جو کام نوجوان تلوار سے بمشکل کرتا ہے وہ بوڑھا تدبیر سے بآسانی کر لیتا ہے۔ لڑائی کے وقت واپسی کا راستہ بھی ذہن میں رکھ! آخر شکست کا امکان تو ہے' اگر سارا لشکر ہی پیٹھ پھیر جائے تو اکیلئے وہاں کھڑے رہنا حماقت ہے اس صورت میں اگر تو کنارے پر ہے تو بھاگ کر جان بچالے اور اگر دشمن میں گھرا ہوا ہے تو اس کی ہاں میں ہاں ملا۔ رات کو دشمن کے ملک میں نہ ٹھہر! اگرچہ تیری فوج ایک ہزار اور دشمن کی دو سو ہو کیونکہ جب ہزار سو جائے گا تو ایک سو بھی ان کے لیے کافی ہوں گے۔ رات کو سفر کرتے ہوئے دشمن کے مورچوں سے ہوشیار رہ۔ جب دونوں لشکروں میں ایک دن کا راستہ رہ جائے تو تو رُک جا اور تازہ دم ہو کر تھکے ماندے لشکر پہ حملہ آور ہو جا۔ فتح کے بعد اس کے زخم کو پھر سے تازہ کرنے کے لیے اس کے جھنڈے کی توہین نہ کر۔ اور نہ شکست خوردہ دشمن کا زیادہ پیچھا کرتا کہ تو اپنے لشکر سے زیادہ دور نہ ہو جائے۔ گھمسان کی لڑائی میں گردو غبار بادل کی طرح چھا جائیں تو اس دوران دشمن کی تلواروں اور نیزوں سے بچ لشکر لوٹ مار کے پیچھے پڑے گا تو بادشاہ کی پشت خالی رہ جائے گی جو کسی طرح بھی مفید نہیں ہے کیونکہ فوج کے لئے بادشاہ کی حفاظت میدان میں لڑائی کرنے سے بہتر ہے۔

سبق

نصیحت کی ان باتوں میں فن سپاہ گری کے وہ زریں اصول بیان کیے گئے ہیں جو اختصار کے باوجود اس جامعیت کے ساتھ آپ کو کہیں نہیں ملیں گے۔ ان میں سے اکثر کا ماخذ قرآن وحدیث ہے۔ آیات جہاد میں آپ کو مندرجہ بالا سنہری اصول امن و جنگ' چمکتے ہوئے نظر آئیں گے جس کو حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے بڑی محنت کے ساتھ گفتار کے نام سے جمع کیا ہے اور حکمرانوں کو دردِدل کے ساتھ پرزور دعوت دے رہے ہیں کہ

اب جس کے دل میں آئے پائے وہ روشنی
ہم نے تو دل جلائے کے سر بام رکھ دیا



(36) قدردانی

جو شخص اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کو ضرور ترقی دینی چاہیے۔ تاکہ دوبارہ بھی جان دینے کا اس میں حوصلہ پیدا ہو پھر اگر مقابلہ میں یاجوج ماجوج بھی آجائے تو پیچھے نہیں ہٹے گا۔ لشکر کو امن کے دور میں خوش رکھ! کہ جنگ کی حالت میں تیرے کام آئے۔ امن میں بھی جنگی بہادروں کا ہاتھ چوم نہ کہ جنگ کا نقارہ بجنے کے وقت' بے سروسامان سپاہی جنگ کے روز جان نہ دے گا۔ سرحدوں کی حفاظت لشکر سے کر اور لشکر کی مال سے' بادشاہ ہمیشہ غالب رہے گا فوج آسودہ اور خوشحال ہوگی۔ اگر خزانہ لشکر سے بچا کر رکھا جائے گا تو لشکر تلوار کی طرف ہاتھ نہ لے جائے گا۔ جس کا ہاتھ اور پیٹ خالی ہو وہ جنگ میں کیا بہادری دکھائے گا۔

سبق

حکومتیں سیاست اور تدبیر سے چلا کرتی ہیں نہ صرف زور سے اور نہ خالی نرمی سے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اگر نرمی سے کام چل سکتا ہو تو سختی نہ کی جائے اور اگر سختی کی ضرورت ہو تو نرمی سخت نقصان دہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھانے والے سپاہی کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے اس صورت میں دوبارہ ضرورت پڑنے پر وہ جان کی بازی بھی لگا دے گا بصورت دیگر اس کی حوصلہ شکنی ہوگی اور میدان جنگ میں جا کر ہو سکتا ہے کسی لالچ میں آ جائے اور دشمن کی فوج میں جا کر وہ نقصان پہنچائے کہ دشمن کا پورا لشکر بھی اتنا نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔ الغرض فوج اور لشکر کی تیاری میں مال و دولت خرچ کرنے سے دریغ کرنا سخت نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔



(37) تجربہ کاری

دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی نوبت آ جائے تو بہادروں اور دلیروں کو بھیج اور شیروں سے لڑنے کے لیے ببر شیروں کو بھیج۔ تجربہ کار لوگوں سے فائدہ اُٹھا کیونکہ پرانا بھیڑیا شکار کھیلے ہوئے ہے۔ شمشیرزن جوانوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں پرانے تجربہ کار بوڑھوں سے احتیاط لازم ہے کیونکہ شیر افگن اور ہاتھیوں کو گرانے والے جوان بوڑھی لومڑی کے حیلوں کو نہیں جانتے۔ خوش نصیب لوگ بوڑھوں کی بات کو نظر انداز نہیں کرتے۔ اگر تجھے ملک آباد چاہیے تو اس کو نوجوانوں کے سپرد نہ کر اور فوج کا سالار بھی ماہر اور آزمائے ہوئے فوجی کو بنا۔ تو نے دیکھا نہیں کہ شکاری کتا چیتے سے بھی لڑ جاتا ہے اور نا تجربہ کار شیر لومڑی سے بھی بھاگ جاتا ہے۔ بچپن کا شکاری جنگ سے کبھی نہیں ڈرتا اور کئی کھیل بچوں کو بہادر بنا دیتے ہیں۔ عیش و عشرت میں پلنے والا لڑائی دیکھے گا تو کانپنے لگے گا' اس کو اگر دو مرد

بھی اُٹھا کر گھوڑے پر بیٹھائیں گے تو ممکن ہے ایک بچہ ہی اس کو گرا دے‘ جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا اگر دشمن سے بچ بھی گیا ہے تو تُو خود اس کو مار دے اس سے تو ہجڑا بہتر ہے جو لڑائی کے دن عورتوں کی طرح ایکشن کرتا ہے۔

سبق

عربی مقولہ ہے لکل فن رجال ۔ ہر کام کے لئے مرد ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں کہتے ہیں ’’جس کا کام اس کو ساجھے۔ تجربہ کاری اور ہوشیاری ہر کام کے لئے بہت ضروری ہے بالخصوص میدان جنگ کے لیے اگر نا تجربہ کار (اگرچہ کتنا ہی زور آور ہو) کا انتخاب پورے لشکر کی شکست کا سبب بن سکتا ہے ایسا ایک شخص بھی اگر ہمت ہار جائے گا تو جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا اور فتح شکست میں تبدیل ہو جائیگی۔



(38) جنگ میں بزدلی

گرگین (ایران کے پہلوان) نے اپنے بیٹے سے کہا (جبکہ وہ جنگ کی تیاری میں مصروف تھا اور ہتھیار باندھ رہا تھا) اگر تو نے میدان جنگ میں جا کر عوتوں کی طرح بھاگ آنا ہے تو مت جا تا کہ تیری وجہ سے بہادروں کی عزت خراب نہ ہو کیونکہ جو سوار میدان جنگ سے بھاگ جاتا ہے وہ صرف اپنا ہی نہیں بلکہ تمام بہادروں کا خون بہا دیتا ہے۔ ایسے دو دوست بڑی بہادری سے جنگ کرتے ہیں جو ہم جنس ہونے کے ساتھ ہم پیالہ اور ہم زبان بھی ہوں کیونکہ جب بھائی دشمن کے پنجے میں ہوگا تو اس کو پیچھے ہٹنے میں شرم آئے گی ہاں !اگر دوست بھی بے وفائی کر جائے تو جان بچا کر بھاگنے کو ہی غنیمت جان۔

سبق

میدان جنگ میں اترو تو جان ہتھیلی پر رکھ کر بہادروں کی طرح لڑو ورنہ ملک وملت کی بدنامی ہوگی۔ اھل اسلام کو قرآن مجید میں یہی تعلیم دی گئی ہے

یـایھاالذین امنوا اذالقیتم الذین کفروا زحفا فلا تو لو ھم الا دبار O ومن یو لھم یو منذ دبرہ الا متحرفالقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ و ماوٰیہ جھنم و بئس المصیر O (انفال: ۱۶)

اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ اور جو اس دن پیٹھ پھیرے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

✿✿✿



(39) جنگی حکمت عملی

اے بادشاہ! دو شخصوں کی حفاظت کر ایک بہادر کی اور دوسرے راز دار کی۔ جو قلم اور تلوار کی مشق نہیں کرتا وہ اگر مر جائے تو کوئی افسوس نہیں۔ قلم کار اور شمشیر زن کی نگہداست کر نہ کہ گویے کی' کیونکہ عورت جنگ میں بہادری نہیں دکھا سکتی۔ کیا یہ بہادری ہے کہ دشمن جنگ کی تیاری میں ہو اور تو ناچ گانے میں مست ہو؟ بہت سے لوگوں کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی جبکہ وہ ناچ گانے میں مشغول تھے۔

سبق

ملکی ترقی کے لئے اہل علم اور صاحبان سیف کی بہت ضرورت ہے۔ لہو ولعب میں مست رہنے والا حکمران اپنے ملک کی حفاظت نہیں کر سکتا تو فتوحات کا خواب کیسے دیکھ سکتا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں

ے آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر سنان اول طاؤس و رباب آخر

ایک حدیث شریف میں ہے الغناء تنبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: گانا باجا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتی ہے۔

ایمان والوں کو حالت جنگ میں کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم فائبتوا واذکروا اللہ کثیر العلکم تفلحون (الانفال)

ے مومنا ذکر خدا بسیار گو تا بیابی در دو عالم آبرو



(40) دشمن پہ غلبہ پانے کی تدابیر

کھل کر جنگ کرنے والے دشمن سے زیادہ صلح کی پیش کش کرنے والے دشمن سے ڈر کیونکہ بہت سارے دشمن دن کو مذاکرات کی دعوت دیتے ہیں اور رات کو حملہ کر دیتے ہیں، مرد زرهیں پہن کر سوتے ہیں نہ کہ عورتوں کی طرح غفلت کے ساتھ خواب گاہوں میں' خفیہ طور پہ بھی جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیے کہ دشمن پوشیدہ حملہ کر سکتا ہے۔ تجربہ کار لوگ احتیاط سے رہتے ہیں اور لشکر کے لئے دھات کی تلوار بن کر پہرہ رہتے ہیں۔ دو کمزور دشمنوں میں بے خوف ہو کر بیٹھنا حماقت ہے اگر وہ دونوں متفق ہو جائیں تو یہ کچھ نہ کر سکے گا لہٰذا ایک کو باتوں میں لگا کر دوسرے کا کام تمام کر دے! اگر تیرا دشمن لڑائی چاہے تو تدبیر کے ساتھ تلوار چلا کر اس کا خون کر دے! اور جا کر اس کے دشمن سے دوستی کر لے تاکہ اس کا لباس ہی اس کے لئے قید خانہ بن جائے اور اگر دو دشمن آپس میں لڑ پڑیں تو تو اپنی تلوار نیام میں ڈال لے کیونکہ بھیڑیے اگر آپس میں لڑ پڑیں تو بکریاں محفوظ ہو جاتی ہیں۔

سبق

دشمن پر قابو پانے کے لئے اگر دشمن کے دشمن سے دوستی کر لی جائے تو اس پر خود ہی عرصۂ حیات تنگ ہو جائے گا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

۔ چو دشمن بدشمن شود مشتغل

تو بادوست بنشیں باآرام دل

جب دشمن دشمن کے ساتھ اُلجھ جائے تو تو دوست کے ساتھ آرام سے بیٹھ جا۔ تیری ضرورت نہیں وہ خود ہی ایک دوسرے کا علاج کرنے کے لئے کافی ہیں۔



(41) دشمن کے ساتھ نرمی کرنا

جنگ شروع ہو جانے کے باوجود بھی دشمن سے صلح کا راستہ محفوظ رکھ! کیونکہ فاتحین تلواروں کو بھی چلاتے ہیں اور پوشیدگی میں صلح جوئی بھی کرتے ہیں یہ ایسا ہتھیار ہے کہ ہوسکتا ہے اس کے استعمال سے دشمن بھی تیرے قدموں میں آگرے۔ اگر کوئی دشمن کا سپہ سالار تیرے ہاتھ آجائے تو اس کو فوراً قتل نہ کر ہوسکتا ہے تیرا کوئی جرنیل بھی دشمن کے قابو میں آجائے۔ اگر تو نے اس کو ماردیا تو تیرا جرنیل بھی نہ بچ سکے گا۔ قیدیوں پر وہی نرمی کرے گا جو خود قیدی رہا ہو۔ اگر کوئی تیری اطاعت کرتا ہے تو اس کو نواز دے تاکہ دوسرا بھی تابع ہو جائے۔ خفیہ طور پر کسی کو اپنا بنالینا سوشب خون مارنے سے بہتر ہے۔ اگر تیرے دشمن کا کوئی رشتہ دار تیرے قابو میں آجائے تو اس سے محتاط رہ! جب بھی اس کو رشتہ دار یاد آئے گا دشمنی بھڑک اُٹھے گی۔ دشمن کی میٹھی اور خوشامدانہ باتوں میں نہ آ! ہوسکتا ہے شہد میں زہر ملی ہو۔ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے دوستوں سے بھی محتاط رہ۔ اسی کی تھیلی چوری ہونے سے بچے گی جو سب کو تھیلی چور سمجھے گا۔ کسی بھی امیر کے باغی کو اپنا ملازم نہ بنا جب اس نے اپنے محسن سے وفا نہیں کی تو تیرے ساتھ بھی ضرور غداری کرے گا۔ اس کی قسموں پہ اعتبار نہ کر بلکہ اس پر جاسوس مقرر کر۔ ناتجربہ کار کی رسی کاٹنے کی بجائے ڈھیلی کرتا کہ تیرے کام آئے۔ اگر دشمن پہ جنگ یا محاصرے کے ساتھ قابو پالے تو اس کے قیدیوں کو اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قیدی جب مجبور ہو جاتا ہے تو کوئی لحاظ نہیں کرتا اور مفتوح علاقے کی رعایا کو زیادہ آرام پہنچا تاکہ اگر دشمن دوبارہ لڑائی کا ارادہ کرے تو وہ خود ہی اس کو سنبھال لے اور اگر تو رعایا کو ستائے گا تو شہر کے دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ دشمن دروازے پر ہے بلکہ دشمن تو دروازے کے اندر ہے۔ تدبیر سے کام

لے اور راز کو چھپا کے رکھ! کبھی ہم پیالہ بھی جاسوسی کرتے ہیں۔ سکندر جو کہ مشرق و مغرب پہ حاکم تھا اس قدر احتیاط کرتا کہ دائیں طرف حملہ کرنا ہوتا تو اعلان بائیں طرف کا کرتا تھا۔ اگر تیرے راز کو دوسرا جانتا ہے تو افسوس ہے تجھ پر۔ نیکی کر اس سے ساری دنیا تیرے تابع ہو جائے گی کیونکہ اگر کوئی کام نرمی سے کیا جا سکتا ہو تو سختی کرنا بیکار ہے۔ اگر تو رنج سے بچنا چاہتا ہے تو رنجیدہ لوگوں کو رنج سے نکال۔ فوج صرف افراد سے طاقتور نہیں ہوتی دعاؤں کی بھی ضرورت ہوتی ہے بلکہ کمزوروں کی دعاؤں میں طاقتوروں کے بازوؤں سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ جو شخص نیکوں کی دعائیں لے کر حملہ آور ہوتا ہے اس کا دشمن کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

سبق

دنیوی کامیابی کے لئے بھی صرف طاقت اور لشکر ہی کافی نہیں بلکہ حکمت عملی اور احتیاطی تدابیر ضروری ہیں اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا الحرب خدعة۔ جنگ دھوکے اور حکمت عملی کا نام ہے اندھا دھند زور لگا دینا اور نتائج کی طرف دھیان نہ رکھنا عقلمندی نہیں حماقت ہے اللہ نے ہر وقت دشمن کی جنگی چالوں سے خبردار رہنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یاایھا الذین امنوا خذوا حذر کم فانفروا ثبات او انفروا جمیعاہ (سورۂ نساء نمبر ۷۱)

اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔



(42) احسان کے بیان میں

ایک یتیم بچے کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ جو درد سے کراہ رہا تھا، کسی امیر گھوڑ سوار نے دیکھا تو اس کو ترس آ گیا۔ گھوڑے سے اترا اس کے پاؤں سے کانٹا نکالا اور اس کو اپنے گھوڑے پہ بیٹھا کر گھر چھوڑ آیا، چند دنوں کے بعد اس امیر کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اس کو جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ تجھے یہ مقام کیسے مل گیا؟ اس نے کہا خدا کا شکر ہے جو اتنا مہربان ہے کہ ایک سوکھے کانٹے کے عوض اس نے مجھے جنت کے باغ عطا کر دیے۔

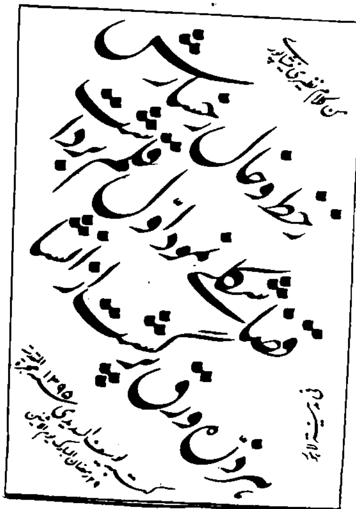
سبق

تو جب کسی پہ رحم کرے گا تو تیرے اوپر بھی رحم ہوگا اور اگر کسی پر احسان کرے تو تکبر نہ کر کہ میں سردار ہوں اور یہ ماتحت، اگر زمانے کی تلوار نے اسے گرا دیا ہے تو وہ تلوار اب بھی کھینچی ہوئی ہے، جو تجھ سے دولت کا طلب گار ہے اللہ کا شکر ادا کر کے اس کو دولت دے کہ اللہ نے تجھے دینے کے قابل بنایا ہے نہ کہ کسی کا محتاج، سخاوت سرداروں کی سیرت ہی نہیں نبیوں کا اخلاق بھی ہے۔ زیر خاک وہی آسودہ ہوگا جس سے دنیا میں لوگ آرام سے سوتے تھے۔ مال و دولت اب لُٹا جا کہ تیرے بعد اس پر کسی اور کا حکم چلے گا۔ اپنا توشہ ساتھ لے جا کہ بعد مرگ تیری بیوی اور بچوں کو بھی تجھ پر ترس نہ آئے گا جن کے ہاتھ میں تیرے

خزانے کی چابی ہو گی۔ درویش کا ستر چھپا تا کہ خدا تیری پردہ پوشی کرے۔ مسافر کو دروازے سے محروم نہ لوٹا تا کہ خدا کبھی تجھے مسافر بنا کر در در نہ پھرائے۔ مسکینوں کو وہی نوازے گا جس کو ڈر ہو کہ کہیں وہ بھی نہ مسکین ہو جائے۔ اگر اللہ نے تجھے سوالی نہیں بنایا تو اسی شکرانے میں تو سوالیوں کو نوازتا رہ۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر





(43) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مجوسی مہمان

حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے ایک دفعہ مہمان نہ آیا تو آپ باہر نکلے کہ شاید کوئی مسافر دکھائی دے۔آپ نے اچانک دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص نہایت ہی کمزور، جنگل کی طرف سے آ رہا ہے، آپ بہت خوش ہوئے کہ آج بزرگ مہمان مل گیا ہے اس کو دعوت دی جو اس نے قبول کی آپ نے شکریہ ادا کیا اور اس کو گھر لے کر آئے' اس کو عزت سے بٹھایا، دستر خوان بچھ گیا۔کھانا لگ گیا، جب کھانے لگے تو سب نے اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کیا مگر اس بوڑھے نے بسم اللہ نہ پڑھی آپ نے فرمایا! یہ کیا ماجرا ہے کہ نعمت کھانے سے پہلے نعمت دینے والے کا نام تک تو نے نہیں لیا؟ اُس نے کہا دین اپنا اپنا ہے میں تو آتش پرست ہوں کیا روٹی کے لئے اپنا دین چھوڑ دوں؟ آپ نے اس کو دستر خوان سے اُٹھا دیا۔اس کے چلے جانے کے بعد اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ مجھے بھی تو پتہ ہے یہ مجوسی ہے مگر میں تو سو سال سے اس کو کھلا رہا ہوں تو ایک وقت کا بھی نہیں کھلا سکا۔اگر وہ آگ کو سجدہ کرتا ہے تو کرتا پھرے تجھے تو سخاوت نہ چھوڑنی چاہیے تھی۔

سبق

مہمان نوازی پیغمبروں کا اخلاق ہے جو امتیوں کو بھی اپنانا چاہیے۔ہمارے نبی مکرم علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں مہمان نوازی کے سینکڑوں ایمان افروز واقعات موجود ہیں اگر کافر مہمان بھی آیا ہے تو آپ نے اس کی خوب تواضع کی ہے ایک مرتبہ ایک کافر آپ کے ہاں رات کو ٹھہرا' آپ نے اس کی مہمان نوازی فرمائی وہ جاتے ہوئے بستر پہ پیشاب کر گیا جو آپ نے اپنے ہاتھوں سے دھویا۔جب صحابہ کرام نے عرض کیا ہم دھوتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں میں ہی دھوؤں گا کیونکہ مہمان میرا تھا۔سبحان اللہ۔



(44) ایک مکّار اور ایک عبادت گذار

ایک عبادت گذار کے پاس ایک ادیب مگر فراڈیا آیا اور اپنا رونا یوں رویا'' میں بڑی طرح پھنس گیا ہوں کہ ایک کمینے کے میں نے دس درہم دینے ہیں جن کا ایک ایک ٹکا میرے دل پر دس من کے برابر ہے۔ ساری رات پریشانی میں گذرتی ہے اور سارا دن وہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے میرا دل پریشان کرنے کے ساتھ ساتھ میرے گھر کا دروازہ بھی توڑ دیا ہے۔ شاید اللہ نے زندگی میں اس کو صرف یہ دس درہم ہی دیے ہیں، انتہائی کمینہ ہونے کے ساتھ جاہل بھی ہے۔ سورج نے کبھی اپنا چہرہ نہ نکالا ہوگا کہ جس دن اس دیوث نے میرا دروازہ نہ کھٹکھٹایا ہوگا۔ خدارا مجھے دس درہم دیجیے تا کہ میں اس سے جان چھڑاؤں'' بزرگ نے اسکی باتیں سنیں تو رحم آ گیا اور اس کو دس درہم دے دیے، وہ وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ایک شخص نے کہا! جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ تو ایسا شخص ہے کہ اگر مر بھی جائے تو اس پر رونا جائز نہیں یہ تو ایسا مکار ہے کہ بڑے بڑوں پر زین ڈال لیتا ہے۔ عبادت گزار نے ناراض ہر کر کہا! تو چپ ہو جا اور زبان کی بجائے کان بن جا! اگر یہ مستحق تھا تو اس کی عزت محفوظ ہوگئی ہے۔ اور اگر مکار تھا تو پھر بھی مجھے افسوس نہیں کیونکہ ایسے مکار سے میں محفوظ ہو گیا ہوں۔ اچھے پر خرچ کرنا نیکی ہے اور بُرے پر خرچ کرنا شرارت سے بچاؤ ہے۔

سبق

نیک و بد کی تمیز کے بغیر خرچ کیا جائے اگر نفع نہیں ہوگا تو اس کے شر سے ضرور بچ جائے گا۔ ایک بزرگ جب سائلوں کو دیتے تو اپنی آنکھیں نیچی رکھتے تا کہ ایک تو سائلوں کو

شرمندگی نہ ہو اور دوسرا کوئی بھی محروم نہ رہے اس موقع پر کسی نے اس بزرگ (ہندی شاعر عبدالرحیم خان خاناں) سے پوچھا کہ

کس سے سیکھے خان جی ایسی انوکھی دین
دام گرہ سے دیوت ہو پھر نیچے راکھو نین

تو اس بزرگ نے جواب دیا۔

دینے والا دیوت ہے دیوت ہے دن رین
لوگ بھرم مجھ پر کریں یا ہ سے نیچے نین

(مخزن اخلاق، ص ۵۷۶)



مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکی آں کہ بر خویش خودبیں مباش
دگر آں کہ بر غیر بدبیں مباش

(45) بخیل باپ کا سخی بیٹا

ایک کنجوس مر گیا تو اس کے سخی بیٹے نے اس کا خزانہ بے دریغ حاجت مندوں کو لٹایا، ہمہ وقت اس کے دروازے پہ محتاجوں کا ہجوم رہتا اپنے اور بیگانے کو نوازتا، ایک ملامت کرنے والے نے کہا! اے فضول خرچ! جو تیرے باپ نے ساری عمر جمع کیا ہے تو ایک ہی دن میں اس کو کیوں خرچ کرتا ہے۔ سال بھر میں جمع ہونے والے کھلواڑے کو ایک دن میں جلا دینا عقلمندی نہیں ہے۔ (اس نے جواب دیا) فراخی کے وقت حساب وہ ملحوظ رکھے جو تنگ دستی میں صبر کر سکتا ہو۔ مجھے اللہ نے سخی بنایا ہے تو صابر بھی بنایا ہے۔

حکایت : ایک دیہاتی خاتون نے اپنی بیٹی کو کہا کہ خوشحالی کے دن تنگدستی کا انتظام کر لے۔ مشک اور گھڑے کو بھر کر رکھ کیونکہ ندی خشک ہونے والی ہے۔ دنیا سے آخرت کمائی جاتی ہے اور سونے چاندی سے دیو کا پنجہ بھی مروڑا جا سکتا ہے۔ ہاتھ خالی ہو تو کوئی امید پوری نہیں ہوتی فقیر تیری امداد سے مالدار نہیں ہوں گے بلکہ تو فقیر ہو جائے گا۔ ملامت گر کی ساری باتیں سن کر غیرت مند لڑکے نے غصے سے اس کو جھڑک دیا اور کہا! میرے پاس جو خزانہ ہے میرے باپ نے کہا تھا کہ میرے دادا کا ہے۔ وہ دونوں مر گئے اور خزانہ چھوڑ گئے۔ اگر میں بھی اس کو استعمال میں نہ لاؤں تو میرے بعد کسی اور کو مل جائے گا۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ اس سے فائدہ اُٹھاؤں اور فائدہ اُٹھانا یہی ہے کہ کھانا، پہننا، بخشش کرنا اور لوگوں کو آرام پہنچانا نہ کہ بعد والوں کے لئے جوڑ جوڑ کر رکھنا۔ اس خزانے کے ساتھ اگر میں آخرت خرید لوں تو بہتر ہے ورنہ حسرت کے ساتھ مر ہی جاؤں گا۔

سبق

جہاں تک ہو سکے مال و دولت میں سخاوت کی جائے، اسے جوڑ جوڑ کر رکھنے سے وارثوں کو تو فائدہ پہنچتا ہے لیکن خود بندہ آخرت کے خسارے میں رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ روپیہ پیسہ کفایت شعاری سے خرچ کرنا چاہے اور مستقبل کی فکر بھی ضرور کرنی چاہیے دولت ضائع کرنے سے تو خزانے بھی خالی ہو جاتے ہیں ہاں! اللہ کی مخلوق تکلیف میں ہو تو دولت سنبھال کر رکھنا یا اس سے عیاشی کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ **والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما ○** اللہ کے بندے وہ ہیں جو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ حد اعتدال میں رہتے ہیں۔ (الفرقان: ٦٧)

دوسری جگہ فرمایا **ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ○** اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو (بیکار ہو کر) بیٹھ جائے ملامت کیا ہوا، تھکا ہوا۔ (بنی اسرائیل آیت نمبر ٢٩) ہمارا دین ہمیں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے اور اسی لیے اس ''امتوسطا'' فرمایا گیا ہے جس کا ایک مطلب یہی ہے عربی کا مقولہ ہے **خیر الامور اوسطھا** بہترین کام درمیانے ہی ہوتے ہیں۔



(47) ہمسایوں کے حقوق

ایک عورت نے اپنے شوہر سے پڑوسی دوکاندار کی شکایت کی اور کہا کہ آئندہ اس سے ہرگز آٹا نہ خریدنا کہ یہ تو گندم دکھا کر جو بیچنے والا ہے (گندم نما جوفروش) اسی بے ایمانی کی وجہ سے اس کی دوکان پر گاہکوں کی نہیں بلکہ مکھیوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ شوہر نے اپنی بیوی کی باتیں سنیں اور کہا! اے میرے گھر کی روشنی! اس بے چارے نے تو ہماری ہی امید پہ ہمارے گھر کے ساتھ دوکان بنائی ہے اگر ہم ہی اس سے سودا نہ خریدیں گے تو یہ شرافت کے خلاف ہوگا ہمیں نیک لوگوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور گرے ہوؤں کا بازو پکڑ کر ان کو اُٹھانا چاہیے نہ کہ ان کو مزید مارنا شروع کر دیں۔ اس بے چارے دوکاندار کو معاف کر دے کیونکہ اللہ والے بے رونق دوکان کے ہی گاہک ہوتے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ سخی مرد اللہ کا ولی ہے کیونکہ سخاوت پیشۂ مولا علی ہے۔

سبق

ہمسایہ اگر بُرا بھی ہو تو اس سے حسن سلوک اور احسان ہی کے ساتھ پیش آنا چاہیے کیونکہ

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

سخاوت مقبولان بارگاہ خدا کا پیشہ ہے اہل عرب کا مقولہ ہے السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقا سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ گناہ گار ہو۔ اور حدیث شریف میں ہے سخی اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے۔



(47) احسان

ایک اللہ کا نیک بندہ بیت اللہ شریف کی طرف جاتے ہوئے ہر قدم پہ دو رکعت نفل پڑھتا جا رہا تھا اور اس قدر یاد خدا میں مگن کہ پاؤں سے کانٹا بھی نہیں نکال رہا تھا، آخر کار اس کو خود ہی اپنا یہ عمل پسند آیا، شیطان نے دل میں غرور پیدا کیا کہ اس سے بہتر تو سفر کرنا ناممکن ہے اگر اللہ کا کرم اس کے شامل حال نہ ہوتا تو یہ خیال اس کو گمراہ کر دیتا، ایک غیبی فرشتے نے اس کو آواز دی کہ اے نیک مرد اور نیک طبیعت والے! اگر تو نے عبادت کی ہے تو یہ نہ سمجھ کہ میں رب کی بارگاہ میں کوئی بہت بڑا تحفہ لے کر آیا ہوں' ہاں! اگر تو کسی پر کوئی احسان کر کے اس کے دل کو راحت پہنچائے تو یہ عمل ہر منزل پہ ہزار نفل پڑھنے سے بھی بہتر ہوگا۔

سبق

کسی غریب اور محتاج کی دلداری اور مدد کرنا نفلی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اس سے وہ لوگ ہدایت حاصل کریں کہ جو پڑھنے پڑھانے کی بات ہو تو سارا سارا دن بھی پڑھتے رہتے ہیں اور جب خرچ کرنے کا معاملہ آئے تو کنجوس مکھی چوس بن جاتے ہیں۔ ایسے خشکی کے مارے ہوئے عبادت گذاروں کی اللہ کی بارگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسی بوستان میں اس سے پہلے فرما چکے ہیں

طریقت بجز خدمت خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

طریقت مخلوق کی خدمت کرنے کا نام ہے نہ کہ تسبیح، سجادہ نشینی اور گدڑی کا۔

فاعتبروا یااولی البخل والاسراف.



(48) روزے دار بادشاہ

ایک سپاہی کی بیوی نے اپنے خاوند کو کہا! اے سرتاج! جا اور جا کر بچوں کے لئے کھانے کا انتظام کر! بادشاہ کے دستر خوان سے اپنا حصّہ لے کر آ! کیونکہ بچے بھوکے ہیں اس نے جواب دیا! آج باورچی خانہ بند ہے کیونکہ بادشاہ نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ عورت نے زخمی دل کے ساتھ چہرہ لٹکا کر کہا! بھلا بادشاہ کو ایسے روزے سے کیا فائدہ جبکہ اس کا روزہ نہ رکھنا ہمارے بچوں کی عید ہے۔ جس بے روزہ کے ہاتھ سے کسی کو بھلائی ملے وہ دنیادار دائی روزے دار سے بہتر ہے۔ روزہ تو اس کے لئے بہتر ہے جو اپنا دوپہر کا کھانا کسی بھوکے کو کھلائے ورنہ تو اس نے ضرور بچت کے لئے روزہ رکھا ہے کہ ایک وقت کا کھانا بچا کر دوسرے وقت میں خود ہی کھا لیا ہے۔ ایسے نادان! روزے دار کے نظریات کفر و اسلام کو گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ مقام غور ہے پانی بھی صاف ہوتا ہے اور شیشہ بھی صاف لیکن دونوں میں فرق تمیز والا ہی کر سکے گا۔

سبق

اگر نفلی عبادت چھوڑ دینے سے کسی غریب کا بھلا ہو رہا ہو تو عبادت چھوڑ کر غریب کی بھلائی کے کام میں مصروف ہو جانا زیادہ بہتر ہے حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ میں یہ بات موجود ہے کہ کوئی شخص اگر آپ کو ملنے آتا اور آپ نفلی عبادت میں مصروف ہوتے تو عبادت موقوف کر دیتے پہلے اس کی بات سنتے اور جو مسئلہ ہوتا حل فرماتے اور اس سے فارغ ہو کر عبادت میں لگ جاتے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از ابوالفضل حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ)



(50) ایک سخی اور قیدی

ایک شخص کریمانہ اور سخاوت والی طبیعت رکھنے کے باوجود کنگال تھا (خدا کرے کہ کمینے کو مال نہ ملے اور سخی تنگ دست نہ ہو) ایک قیدی نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ اے نیک بخت! میری مدد کر کہ میں قید خانے میں ہوں۔ خالی ہاتھ سخی نے قید کرنے والوں کو کہا! اس کو میری ضمانت پہ رہا کر دو۔ انہوں نے بات مان لی اور قیدی کو کھول دیا تو وہ ایسے بھاگا جیسے پرندہ پنجرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر بھاگتا ہے اور ایسی دوڑ لگائی کہ اس کی گرد راہ کا ہوا بھی مقابلہ نہ کر سکی۔ انہوں نے اسی وقت اس ضامن کو پکڑ لیا کہ یا پیسے نکالو یا بندہ دو۔ بے چارہ بے قصور جیل میں پڑا رہا نہ کسی کو رقعہ لکھا نہ پیغام بھیجا، عرصے بعد کسی دوست کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا! اے نیک بخت! میرا نہیں خیال کہ تو نے چوری کی ہو یا کسی کا مال کھایا ہو پھر جیل میں کیوں ہے؟ اس نے کہا بات تو ایسے ہی ہے مگر میں نے اسی جیل میں ایک قیدی کو پریشان حال دیکھا تو اپنے آپ کو قیدی بنا لینے کے علاوہ مجھے اس کی رہائی نظر نہ آئی۔ آخر کار بے چارہ جیل میں ہی مر گیا مگر نیک نامی لے گیا۔ زندہ دل شخص مٹی کے نیچے بھی سویا ہو تو اس کا جسم اس زندہ عالم سے بہتر ہے جس کا دل مردہ ہو کیونکہ زندہ دل کا جسم مر بھی جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا دل تو زندہ ہے۔

سبق

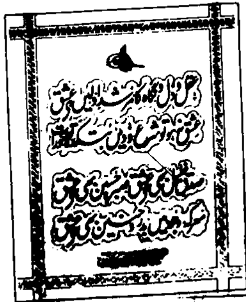
زاہد کو دیکھیں تو الگ اس کی شان ہے ۔ خلق خدا پہ طعن ہے طاعت کا مان ہے
حضرت کو زہر خشک پہ کتنا گمان ہے ۔ بگڑا ہوا مزاج سر آسمان ہے

جو اس کے ڈھنگ دیکھ لے کہتا ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

عالم جو اپنے علم پہ پھولا ہوا نہیں ہم کو تو اس جہاں میں ابھی تک ملا نہیں
جاہل پہ کون عالم دانا ہنسا نہیں رونا تو یہ ہے کوئی بھی عجز آشنا نہیں
نشہ شراب علم میں ہے اور ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

محروم خاکسارِ جہاں کا یہ حال ہے ہو اس جہاں سے دور جو فکر مال ہے
نام ونمود نے جو بچھایا یہ جال ہے بچنا میرے خیال میں اس سے محال ہے
گر کھل سکی نہ آنکھ تو پھنسنا ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے





(51) جانوروں پہ نیکی کرنا

ایک شخص نے جنگل میں ایک کتا دیکھا جو پیاس سے مر رہا تھا، اس نے اپنی ٹوپی کے ساتھ پگڑی باندھی، کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔

سبق

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اس حکایت پر طویل تبصرہ فرمایا ہے، پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر تو ظالم ہے تو اللہ سے ڈر، بخشش کر اور وفا کی عادت ڈال لے، جو ذات کتے کے ساتھ کی ہوئی نیکی ضائع نہیں کرتی وہ بھلا نیک مرد سے بھلائی کرنا کیونکر ضائع فرمائے گی؟ چاہے جنگل میں کوئی کنواں کھدوا دے یا کسی زیارت گاہ پہ کوئی چراغ ہی جلا دے خزانے سے ڈھیروں سونا خیرات کرنا وہ ثواب نہیں رکھتا جو مشقت سے کمایا ہوا ایک دینا۔ ہر ایک کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی گئی ہے چیونٹی کیلئے تو ٹڈی کا پاؤں بھی بہت وزن رکھتا ہے۔ آج نیکی کرتا کہ کل کی سختی سے بچ جائے۔ گرے ہوؤں کو اُٹھانے والا خود گر بھی جائے تو گرا نہیں رہے گا کیونکہ اس کو اٹھانے والے بہت ہوں گے۔ اپنے ماتحت کو بھی سخت حکم نہ دے ہوسکتا ہے کل وہ حکمران ہو جائے اور تو ماتحت، جیسا کہ پیادہ (تاش کا پتہ) اچانک وزیر ہوسکتا ہے۔ سے چننے والے پر ناراض ہونے والا کسان اپنا ہی نقصان کرتا ہے، کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں کہ کل کلاں مسکین کو دولت مل جائے اور وہ مسکین ہو جائے۔ بڑے بڑے زور آور گر جاتے ہیں اور بہت سے گرے ہوئے بختاور ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ حکایت میں اگرچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے تاہم حدیث کی کتابوں میں مثلاً بخاری شریف میں واضح طور پر میں ایک عورت کا ذکر ہے اور ٹوپی کی بجائے موزے کا جب کہ پگڑی کی جگہ دوپٹے کا ذکر ہے کہ اس عورت نے (جس کو حدیث میں فاحشہ فرمایا گیا ہے) اپنا دوپٹہ موزے سے باندھ کر کنویں میں لٹکایا، پانی نکالا اور کتے کو پلا کر اس کی جان بچائی تو اللہ نے اس کی بخشش فرمادی مقام غور ہے کہ اس دور کی فاحشہ عورت بھی سر پہ دوپٹہ رکھتی تھی اور آج کی شریف زادی ننگے سر پھرتی ہے۔

بخاری شریف میں ایک اور عجیب واقعہ بھی مذکور ہے کہ ایک پرہیز گار عورت کو پتہ کیا سوجھی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانے پینے کو کچھ نہ دیا یہاں تک کہ بلی مرگئی اور اس سنگ دلی کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں چلی گئی۔ توجہ فرمائیں کہ جانوروں (وہ بھی حرام جانور) پہ بے رحمی کا اس قدر وبال ہے تو انسانوں پھر مسلمانوں پہ ظلم کا کتنا عذاب ہوگا۔ اور جب کتے پہ رحم کرنے سے اس قدر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے تو مسلمانوں کی جان بچانے والا اللہ کے کرم سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے۔



شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

(52) ایک فقیر اور متکبّر مالدار

ایک حاجت مند فقیر مدد کے لئے کسی مالدار کے پاس گیا اس نے بجائے کچھ دینے کے فقیر کو ڈانٹ دیا۔ فقیر نے خون جگر پیتے ہوئے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا! شاید اس نے اس قدر سختی اس لیے کی ہے کہ یہ کبھی حاجت مند ہوا ہی نہیں۔ مالدار کو یہ بات سُن کر مزید غصہ آیا اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو دھکے مار مار کے باہر نکال دو۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ مالدار اتنا کنگال ہو گیا کہ لہسن کی طرح ننگا ہو گیا، نہ مال رہا نہ غلام۔ بھوک نے اس کے سر پہ فاقے کی گرد جما دی اور شعبدہ باز کی طرح ہاتھ اور کیسہ (جیب) خالی ہو گیا۔ زمانہ گذرا کہ وہی غلام جس نے فقیر کو دھکے دے کر نکالا تھا کسی مالدا کے پاس گیا جو بہت ہی سخی تھا۔ پریشان مسکین کو دیکھ کر ایسے خوش ہوا جیسے مسکین مال کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس مالدار نے غلام کو حکم دیا کہ اس سائل کو خوش کر دے۔ دستر خوان بچھ گیا اور کھانے کے لئے سائل کو ساتھ بٹھالیا گیا کہ اس نے زور سے نعرہ لگایا، رخساروں پہ آنسو ٹپکے اور دوڑ کر پہلے مالک کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا! کیا ماجرا ہے! تو غلام نے بتایا میں آج ایک سخی مالدار کے پاس گیا ہوں یقیناً وہی ہے جس کو تیرے حکم سے میں نے دھکے مار مار کے نکالا تھا۔ اللہ تعالیٰ حکمتاً اگر ایک دروازہ بند کرتا ہے تو اپنے فضل و کرم کا دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے۔

سبق

فقیروں اور سائلوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کل کو ہو سکتا ہے خدائے قادر مطلق فقیر کو غنی کر دے اور مالدار کو فقیر بنا دے۔ قرآن مجید میں ہے وتلک الا یام ندا و لھا بین الناس ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔

فاعتبر وا یااولی الا بصار۔



(53) حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ

(صوفی باصفا، حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ) حضرت شبلی علیہ الرحمۃ ایک گندم فروش کی دوکان سے گندم کا بورا اپنے کندھوں پہ اُٹھا کر گاؤں لے گئے۔ بورا کھولا تو اس میں سے ایک چیونٹی ادھر اُدھر دوڑتی ہوئی نظر آئی، اس کی پریشانی نہ دیکھی گئی اور ساری رات سو نہ سکے۔ رات گزری تو چیونٹی کو واپس کے ٹھکانے پہ چھوڑ آئے۔

سبق

اس پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خود تبصرہ فرمایا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مروت کے خلاف سمجھا کہ چیونٹی اپنے ٹھکانے سے دور رہ کر پریشان رہے۔ تو بھی پریشان حال لوگوں کے دل کو خوش رکھ تاکہ تجھے اطمینان نصیب ہو، فردوسی (ایران کے بزرگ شاعر، شاہنامہ کے مصنف) نے کیا خوب کہا ہے کہ دانہ کھینچنے والی چیونٹی کو نہ ستا کیونکہ اسے بھی جان اتنی ہی پیاری ہے جتنی کہ تجھے۔ وہ شخص سیاہ دل ہے جو چیونٹی کو بھی تنگ دل رکھنا چاہے' کمزور کے سر پر زور سے نہ مار ہوسکتا ہے کسی دن تو چیونٹی کی طرح اس کے پاؤں میں گرے، دیکھ لے! شمع نے پروانے پہ ترس نہ کھایا تو ساری مجلس کے سامنے جلتی رہی۔ میں نے مانا کہ تجھ سے کمزور دنیا میں بہت ہیں لیکن آخر تجھے بھی تسلیم ہوگا کہ کئی تجھ سے زیادہ طاقتور بھی ہیں۔ اہل اللہ تو چیونٹی جیسی حقیر مخلوق کی تکلیف بھی برداشت نہیں کرتے تو انسانوں کو تنگ کرتا ہے۔

؎ تجھے اپنے آباء سے نسبت ہو نہیں سکتی

اے بندے! کرم کر کہ کرم سے انسان کو شکار کیا جا سکتا ہے۔ مہربانی دشمن کی گردن بھی باندھ دیتی ہے اور یہ وہ کمند ہے جو تلوار سے بھی نہیں کاٹی جا سکتی۔ دشمن مہربانی دیکھے گا تو پھر خباثت نہ کرے گا۔ اگر تو بدی کرے گا تو اچھے دوست سے بھی بدی دیکھ لے گا کیونکہ بدی کے بیج سے نیکی کا پھل نہیں اُگ سکتا۔ دوست کے ساتھ اگر تو سختی کرے گا تو اس کو تیری شکل سے بھی نفرت ہو جائے گی اور اگر دشمن کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا تو وہ چند دنوں میں تیرا دوست ہو جائے گا۔



ای از کرمت امیدوارم
جز رحمت تو کس ندارم
لطفی کن و دستگیر من شو
ای فیض رسان جملہ عالم

(54) احسان

میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان کے پیچھے ایک بکری دوڑی دوڑی جا رہی ہے اور اس کے گلے میں رسی اور پٹہ ہے۔ میں نے نوجوان کو کہا کہ یہ رسی اور پٹے کا کمال ہے جو بکری تیرے پیچھے پیچھے آ رہی ہے، اس نوجوان نے میری بات سنی اور بکری کے گلے سے پٹہ اور رسی کو اتار دیا لیکن بکری بدستور اچھلتی کودتی اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ مجھے سمجھ آ گئی کہ کیا معاملہ ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے بکری نے جو اور چارہ کھایا ہے لہٰذا پٹہ اور رسی اس کو اس کے پیچھے پیچھے نہیں لا رہی بلکہ احسان کی رسی اس کو نوجوان کے پیچھے لا رہی تھی۔ مست ہاتھی جو فیل بان پہ حملہ نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ہاتھی اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہاتھی نے اس کے ہاتھوں مہربانیاں دیکھی ہیں۔

سبق

اہل عرب کہتے ہیں الانسان عبد الاحسان۔ احسان سے انسان تو غلام بے دام بن ہی جاتا ہے جانور بھی تابعدار ہو جاتے ہیں۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو خدا کا تابعدار ہو جا مخلوق تیری تابعدار ہو جائے گی۔ صوفیاء کرام نے ایک حدیث کتب تصوف میں درج فرمائی ہے من کان للہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ جب خدا اس کا ہو گیا تو خدائی بھی اس کی ہو گئی

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

اہل اللہ بُروں سے بھی اچھا سلوک کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گناہ سے نفرت کرو نہ کہ گنہ گار سے۔ بدوں سے پیار اور نوازش کی جائے کیونکہ اگر تو کتے پر بھی احسان کرتے ہوئے اس کو لقمہ ڈال دے گا تو وہ بھی تیرا لحاظ کرے گا۔ حکایات اولیاء میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ لکھنے کے دوران جب انہوں نے قلم سے سیاہی لگائی تو اچانک ایک مکھی قلم کی سیاہی والے حصے پہ آ کر بیٹھ گئی انہوں نے اس خیال سے لکھنا موقوف کر دیا کہ خدا جانے کتنی پیاس ہوگی، چلو اس کو پیاس بجھا لینے دو میں دو منٹ بعد میں لکھ لوگا بس یہی حسن نیت اور خیر خواہی اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ طریقت و روحانیت کے کئی درجے طے ہو گئے اور اللہ کی رضا بھی نصیب ہوگئی۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ مذکورہ حکایت کے آخری شعر میں فرماتے ہیں

برآں مرد کنداست دندان یوز
کہ مالد زباں بر پنیرش دوروز

احسان اور مہربانی کی وجہ سے چیتے کے دانت اس شخص پہ کند ہو جاتے ہیں جس کے پنیر سے دو دن زبان مل لیتا ہے۔ جب ایسے درندے مہربانی کے نتیجے میں اس قدر مہربان ہو جاتے ہیں تو اللہ کی مخلوق جو کہ اشرف المخلوقات (انسان) ہے اس پر مہربانی و احسان کرنے سے اللہ تعالیٰ جو ہے ہی رحمٰن و رحیم کس قدر مہربان ہو جاتا ہوگا۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم و گدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں کم بن جاوے میرا
(میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)



(55) ایک درویش اور لومڑی

ایک درویش نے ایک لنگڑی لومڑی کو دیکھا تو سوچنے لگا کہ بیچاری کیسے کھاتی کماتی ہو گی' اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیر گیدڑ کو پکڑ کے لے آیا اور اس کو جتنا کھانا تھا کھا لیا اور جو بچ گیا وہ لومڑی نے کھالیا دوسرے دن پھر اللہ نے اس کو ایسے ہی روزی دی۔ درویش گھر گیا اور سوچا کہ جب مالک و مولیٰ ایسی مخلوق کو اتنے حیرت انگیز طریقے سے روزی پہنچا دیتا ہے تو مجھے کیا ضرورت پڑی محنت و مشقت کی۔ چیونٹی کی طرح گھر میں بیٹھ گیا کہ ہاتھی کونسا اپنی طاقت کے بل بوتے پہ کھاتا ہے کئی دن بیٹھا رہا کہ غیب سے روزی آئے گی مگر نہ کسی اپنے نے پوچھا نہ بیگانے نے ستار کی تاروں کی طرح رگیں، ہڈیاں اور کھال ہی رہ گئی جب صبر کے بندھن ٹوٹ گئے تو محراب مسجد سے آواز آئی

بروشیر درّندہ باش اے دَغل مپندار خود راچو روباہِ شل

اے مکار! جا لنگڑی لومڑی بننے کی بجائے پھاڑنے والا شیر بن۔ شیر کی طرح کسی کو اپنا بچا کھچا کھلا، کسی کا بچا کھچا نہ کھا۔ شیروں کی طرح جسم رکھنے والے اگر لومڑی کی طرح پڑے رہیں گے تو ان سے کتا بہتر ہے' دوسروں پہ امید رکھنے کی بجائے خود کما اور دوسروں کو کھلا۔ مرد بن ہیجڑا نہ بن جو دوسروں کی کمائی کھاتا ہے۔ خود گر کر کسی کو مدد کے لئے پکارنے کی بجائے دوسروں کی دستگیری کر۔ خدا اہل کرم پہ ہی کرم فرماتا ہے۔ یہ باتیں کم ہمت لوگ نہ سمجھیں گے کیونکہ وہ تو بے گری کی چھال ہیں۔

سبق

انسان کو دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے کی بجائے خود غیروں کا سہارا بننا چاہیے یعنی کسی کا احسان مند ہونے کی بجائے محسن بننے کی کوشش میں رہنا چاہیے۔



(56) ایک بخیل عبادت گذار

میں نے ایک بزرگ کا شہرہ سنا کہ روم کے اطراف میں رہتا ہے چنانچہ چند ساتھیوں کے ساتھ زیارت کو روانہ ہوا۔ بزرگ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور عزت و تعظیم کے ساتھ سر اور پیشانی کو چوما، تعظیم سے بٹھایا۔ سونا، چاندی، سامان سب کچھ موجود تھا لیکن بے پھل درخت کی طرح میں نے اس بزرگ کو بے مروت پایا۔ باتیں کرنے میں تیز لیکن اس کا چولہا ہر وقت ٹھنڈا رہتا تھا۔ وہ ساری رات نہ سویا وظائف پڑھنے کے سبب اور ہم نہ سوئے بھوک کے سبب صبح ہوئی تو وہی کل والی مہربانی شروع کردی یعنی خالی باتوں پہ ٹرخانے لگا۔ ہم میں سے ایک ظریف الطبع نے کہا! بوسہ واپس لے لیں اور توشہ عطا فرمادیں کیونکہ مسافر کو بوسے کی نہیں توشے (کھانے) کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے جوتوں کو احترام سے ہاتھ لگانے کی بجائے ہمیں روٹی دیجئے پھر چاہے جوتے ہمارے سر پہ ماریں۔

سبق

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اہل اللہ نے خالی شب بیداری سے نہیں بلکہ ایثار سے کمال پایا ہے۔ بزرگی سخاوت (و یطعمون الطعام) میں ہے نہ کہ خالی باتوں میں۔ خالی دعووں سے جنت نہ ملے گی بلکہ کچھ کرنا بھی پڑے گا۔ ہاں! اگر دعویٰ سچا اور حقیقت پر مبنی ہو تو کر لینے میں حرج نہیں ہے مگر بلا عمل کا دعویٰ ایک انتہائی کمزور سہارا ہے۔

؎ اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ راجاں شدو آواز نیامد

اے سحری کے مرغ کی طرح بانگیں دینے والے! عشق سیکھنا ہے تو پروانے سے سیکھ جو شمع پہ جان جلا دیتا ہے مگر اس سے آواز تک نہیں آتی۔



(57) حاتم طائی کی سخاوت

حاتم طائی (عرب کا مشہور سخی) کا ایک تیز رفتار، بجلی کی گرج اور صبا کی تیزی والا دھواں دار گھوڑا تھا جو دوڑتا تو جنگلوں، پہاڑوں پہ اولے برساتا گویا کہ ابر بہاراں ہے دوڑتے ہوئے ہوا کو بھی عاجز کر کے پیچھے چھوڑ دیتا۔ یہاں تک کہ شاہ روم کے سامنے اس گھوڑے کی تعریفیں ہونے لگیں کہ جنگلوں کو ایسے طے کرتا ہے جسے کشتی پانی کو اور اس کی رفتار سے زیادہ کوا بھی نہیں اڑ سکتا۔ بادشاہ نے وزیر کو کہا کہ بے دلیل دعویٰ تو شرمندگی ہوتا ہے تو جا اور حاتم سے وہی گھوڑا مانگ۔ اگر دے دے گا تو اس کی سخاوت کے چرچے حق سمجھوں گا ورنہ خالی ڈھول کی آواز ہوگی۔ چنانچہ دس افراد کا قافلہ قبیلہ بنی طے (حاتم طائی کا قبیلہ) کی طرف روانہ ہوا۔ پہنچتے ہی حاتم نے دستر خوان بچھادیا اور ایک گھوڑا ذبح کر کے ان کو کھلایا اور رات گذرنے کے بعد الوداع کہتے وقت انعامات سے بھی نوازا۔ وزیر نے جرأت کی اور مذکور گھوڑا مانگا تو حاتم طائی نے حسرت سے دیوانوں کی طرح دانتوں سے ہاتھ کاٹا اور کہا! آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا! رات کو میں نے تمہارے لیے وہی گھوڑا تو ذبح کر کے تمہیں کھلا دیا ہے۔ کیونکہ گھوڑوں کی چراگاہ دور تھی اور بارش کی وجہ سے میں وہاں نہ جا سکا اور اس کے علاوہ کوئی گھوڑا پاس نہ تھا۔ میں نے مروت کے خلاف جانا کہ تم فاقے میں سو جاؤ اور میں گھوڑا بچالوں۔ مجھے تو نیک نامی چاہیے نہ کہ عمدہ گھوڑا۔ جب یہ خبر روم پہنچی تو بادشاہ نے ہزار آفرین کہی۔

سبق

مہمان نوازی کے لئے اپنی عزیز ترین متاع بھی قربان کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔اس سے جو نیک نامی حاصل ہوتی ہے پیغمبر اسلام نے بھی اس کی تعریف فرمائی ہے۔(صلی اللہ علیہ وسلم)



(58) حاتم طائی کی آزمائش

یمن کا بادشاہ جوخود بڑا سخی تھا اگر اس کو سخاوت کا بادل کہا جائے تو درست ہے کہ بارش کی طرح درہم برساتا تھا۔ کوئی اگر اس کے سامنے حاتم کا نام لیتا تو غصے میں آجاتا کہ اس بیچارے نے کیا سخاوت کرنی ہے کہ نہ اس کے پاس حکومت نہ خزانہ تھا۔ ایک دن بادشاہ نے شاہانہ جشن منایا اور خوب دولت لٹائی کسی نے اس موقع پہ حاتم کا ذکر کر دیا تو بادشاہ کو شدید غصہ آیا اور ایک بندہ حاتم کے قتل پہ مقرر کر دیا کہ حاتم کے ہوتے ہوئے میری سخاوت تو بیکار ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ شخص حاتم کو قتل کرنے کے ارادے سے چل پڑا تو راستے میں ایک نوجوان جس سے محبت کی بو آرہی تھی سامنے آیا انتہائی خوبصورت، عقل منداور شیریں زبان تھا' جو اس کو اپنے گھر لے گیا ایسی مہربانی کی کہ دشمن کا دل نیکی سے لوٹ لیا، صبح کو جب یہ جانے لگا تو نوجوان نے ایک رات اور ٹھہرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا میں ایک بڑی مہم پہ ہوں اس لئے اس سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ نوجوان نے کہا اگر تو مجھے بتائے کہ وہ کیا مہم ہے تو میں بدل وجان تیرے ساتھ تعاون کروں گا۔ اس نے کہا تو جوانمرد، سمجھدار اور راز کا امین معلوم ہوتا ہے اس لئے تجھے بتائے دیتا ہوں۔ اس ملک میں حاتم نامی کوئی شخص رہتا ہے جو نیک سیرت اور بابرکت ہے۔ خدا جانے یمن کے بادشاہ کو کیا ٹھانی ہے کہ اس نے حاتم کا سر مانگا ہے اور بدقسمتی سے ڈیوٹی میری لگائی ہے۔ اگر تو اس تک میری راہنمائی کر دے تو تیرا احسان ہوگا۔ نوجوان نے ہنستے ہوئے سر آگے جھکا دیا اور کہا! سر حاضر ہے تلوار نکال اور اتار لے میں ہی حاتم ہوں۔ کیونکہ جب صبح روشن ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے کوئی رکاوٹ پڑ جائے یا تجھے کوئی تکلیف پہنچے۔ حاتم کی یہ مردانگی دیکھ کر وہ شخص قدموں پہ گر گیا اور اس کی چیخ نکلی، کبھی اس کے ہاتھ چومتا کبھی پاؤں۔ تلوار پھینک دی اور سینے پہ ہاتھ باندھ

کر غلاموں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا! اگر میں تیرے جسم پہ بھول بھی ماروں تو مرد نہیں ہوں بلکہ عورت ہوں۔ اس کی آنکھوں کو چوما اور یمن واپس آ گیا۔ بادشاہ نے چہرہ دیکھ کر پہچان لیا کہ کوئی کام کیے بغیر ہی واپس آ گیا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا! کیا خبر لائے ہو اور سر کہاں ہے، کیا اس نے اُلٹا تیرے اوپر حملہ تو نہیں کر دیا کہ جس کی تو تاب نہ لا کر واپس خالی بھاگ آیا ہے؟ اس نے کہا اے بادشاہ! میں حاتم کے پاس گیا اس کی میں کیا کیا خوبی تیرے سامنے بیان کروں، اس کے احسانات نے میری کمر دوہری کر دی ہے، اس نے مہربانی کی تلوار سے مجھے مار دیا ہے۔ پھر اس نے ایک ایک خوبی بیان کی اور ایسے انداز سے کہ خود بادشاہ بھی اس کی تعریف کرنے لگا۔ بادشاہ نے بہت کچھ خرچ کیا اور حاتم کی سخاوت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! اگر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اس کا حق دار ہے۔

سبق

مہمان کی دل جوئی کے لئے اگر جان سے بھی گزرنا پڑے تو اس میں پس و پیش نہیں کرنی چاہیے۔ آج حاتم طائی کا نام کیوں روشن ہے؟ صرف انہی خوبیوں کی وجہ سے۔

کسی نے امام حسن یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حاتم طائی تو اتنا سخی تھا کہ اس کے محل کے دس دروازے تھے کوئی سوالی بار بار دس دروازوں سے آتا تو حاتم ہر بار دیتا اور یہ نہ کہتا کہ تو پہلے بھی لے کر گیا ہے۔ کیا حضور علیہ السلام کی سخاوت کوئی ایسا واقعہ ہے؟ آپ نے فرمایا! وہ ایک سوالی کو دس بار دیتا پھر بھی اس کا دامن نہ بھرتا تبھی تو بار بار آتا ہمارے نبی علیہ السلام نے ایک ہی بار جس کو دیا اس کو دوبارہ مانگنے کی حاجت نہ رہی۔

؎ منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو



(59) دختر حاتم بارگاہ رسالت ماب علیہ السلام میں

حضور علیہ السلام کے دور اقدس میں بنی طے قبیلہ نے جب اسلام قبول نہ کیا تو آپ نے ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا، لشکر اسلام نے اس قبیلہ کے بہت سارے لوگوں کو گرفتار کر کے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا آپ نے ان ناپاک دین والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان قیدیوں میں ایک لڑکی تھی جس نے عرض کیا! میں حاتم کی بیٹی ہوں اور آپ جانتے ہیں میرا باپ بڑا سخی تھا، آپ نے فرمایا اس لڑکی کو چھوڑ دیا جائے اور باقی لوگوں کو تہ تیغ کر دو۔ لڑکی نے رو کر عرض کیا! اگر ایسا کرنا ہے تو مجھے بھی باقیوں کے ساتھ ہی قتل کر دو ورنہ سب کو کر دو کیونکہ میں تنہا بچ کر واپس جانا نہیں چاہتی آپ نے سب کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ بہت سارے تحائف وعطیات بھی عطا کیے۔

سبق

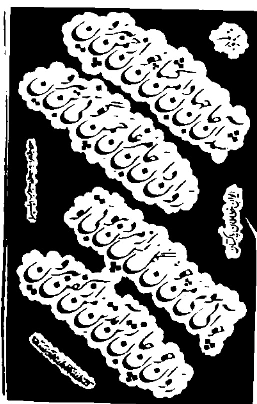
دین اسلام کتنا پاکیزہ دین ہے جو نہ صرف کمال والوں کی حفاظت کرتا ہے بلکہ ان کی نسلوں کا بھی تحفظ کرتا ہے۔ کہ ایک سخی کی بچی کی سفارش پر پورے قبیلے کو معافی کا سرٹیفیکٹ عطا کر دیتا ہے۔

علامہ اقبال نے اس واقعہ کو اپنے رنگ میں بیان کیا ہے صرف ایک شعر ملاحظہ کیجیے

پائے درزنجیر وہم بے پردہ بود
گردن ازشرم و حیا خم کردہ بود

(لڑکی قیدی و بے پردہ ہو کر حاضر ہوئی تو آپ نے مزمل کی چادر اس کے سر پہ ڈال دی اور دنیا کو بتادیا کہ میں جیسے اپنی بیٹی فاطمہ الزہرا کا سر ننگا نہیں دیکھ سکتا اس طرح کسی کی بیٹی کا بے پردہ ہونا بھی مجھے گوارہ نہیں ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار)





(60) ایک بادشاہ اور حاتم طائی

ایک بوڑھے فقیر نے حاتم سے دس درھم کی شکر کا سوال کیا تو حاتم نے اس کو شکر کا پورا توڑا عطا کر دیا، حاتم کی بیوی نے کہا! فقیر کو تو دس درہم کی شکر ہی کافی تھی پھر پورا توڑا دے دینے کا کیا مطلب؟ حاتم نے ہنس کر کہا! اس کی طلب تو اتنی تھی مگر ہماری سخاوت تو اتنی نہیں ہے۔

سبق

سخی وہ ہوتا ہے جو سوالی کی ضرورت سے بڑھ کر اپنے حوصلے اور شان کے مطابق عطا کرتا ہے کہ سوالی پکار اُٹھے ۔ جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں۔



(61) بادشاہ کا حوصلہ

جنگل میں بارش، سردی، سیلاب اور تاریکی کے عالم میں ایک فقیر کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا، غصہ میں آ کر ساری رات اپنوں پرائیوں بلکہ اس ملک کے بادشاہ کو گالیاں بکتا رہا۔ اچانک بادشاہ شکار کھیل کر واپس آ رہا تھا بادشاہ نے فقیر کی باتیں سنیں جن کو سن کر برداشت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہ تھی۔ بادشاہ نے وزراء سے کہا کہ یہ فقیر مجھے کیوں گالیاں دے رہا ہے۔ وزراء نے فقیر کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا لیکن بادشاہ نے کہا! واقعی اس میں میرا قصور ہے کہ میں اس کی مدد نہیں کر سکا۔ چنانچہ بادشاہ نے فقیر کو سونا، گھوڑا، پوستین اور اچکن سے نوازا۔ ؎ چہ نیکو بود مہر در وقت کیں۔ غصے کے وقت محبت کس قدر بھلی لگتی ہے۔ ایک وزیر نے بوڑھے فقیر کو کہا! او عقل کے اندھے آج تو قتل ہونے سے خوب بچا ہے۔ فقیر نے کہا! خاموش ہو جا! اگر میں اپنے درد سے مجبور ہو کر رویا ہوں تو بادشاہ نے مجھے اپنی شان سے نوازا ہے۔

سبق

بدی کا بدلہ بدی سے دینا آسان ہے مرد وہ ہوتا ہے جو بدی کرنے والے سے نیکی کرے

؎ گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں



(62) ایک کمینہ مالدار اور صاحب دل درویش

ایک متکبر کمینے نے ایک سوالی کو دھتکار کر دروازہ بند کر دیا وہ بے چارہ ایک طرف ہو کر گرم جگر اور سینے کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا بیٹھا تھا کہ ایک نابینا وہاں سے گذرا اور اس کی حالت پہ اطلاع پا کر اس کو اپنے گھر لے گیا۔ دستر خواں بچھا کر اس کی خوب تواضع کی۔ فقیر کے دل سے دعا نکلی کہ خدا تجھے آنکھیں عطا کرے۔ صبح ہوئی تو نابینا بینا ہو گیا۔ یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ نابینا بینا ہو گیا ہے۔ اسی متکبر کمینے نے بلا کر پوچھا کہ تیری آنکھوں کا دروازہ کیسے کھل گیا۔ اس نے کہا! اے ظالم کمینے! یہ دروازہ اس نے کھولا ہے جس پر تو نے اپنا دروازہ بند کر دیا تھا۔ تو بھی اگر ان لوگوں سے پیار کرے گا تو تجھے روشنی نصیب ہو گی۔ لیکن دل کی آنکھوں کے اندھے اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اس کمینے نے یہ بات سنی تو افسوس کے ہاتھ کاٹنے لگا کہ ہائے میرا شہباز تیرے جال کا شکار ہو گیا اور میری دولت تیرے خزانے میں چلی گئی۔ اس نے کہا! چپ رہ! بھلا وہ شخص شہباز کا شکار کیسے کر سکتا ہے جس نے چوہے کی طرح حرص میں دانت گاڑے ہوئے ہوں۔

سبق

سوالی اور حاجت مند کی قدر کرنی چاہیے کبھی اس کی دعا تیر بہدف ہوتی ہے اور ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے اور اس کو دھتکارنے سے کسی عظیم نعمت سے محرومی بھی ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ (صحاح ستہ) بہت سارے لوگ جن کے بال گرد آلودہ ہوتے ہیں دروازوں سے دھکے دیکر ہٹائے جاتے ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بات پہ قسم اٹھا لیں تو وہ ہو کے رہتی ہے۔



(63) مخلوق کی دلداری

ایک شخص کا بیٹا سواری سے گرا اور گم ہو گیا اس نے بہت تلاش کیا ہر طرف دوڑا، ہر خیمے سے پتہ کیا، ہر قافلے سے پوچھا کوئی پتہ نہ چلا آخر کار تقدیر نے اس کی مدد کی اور اس کو اس کا نور نظر مل ہی گیا۔ واپس اپنے قافلے کے پاس آیا تو ساربان سے کہنے لگا! تجھے کیا معلوم کہ میری کیا حالت ہو گئی تھی۔ جو بھی میرے سامنے آیا میں سمجھتا یہی میرا بیٹا ہو گا۔ (ہر ایک کے متعلق یہی گمان ہو گا تو تجھے تیرا محبوب ضرور ملے گا۔ نہ جانے ایک پھول کے لیے کتنے کانٹے برداشت کرنے پڑتے ہیں اور ایک مرد کامل کو پانے کے لئے کتنی تلاش کی ضرورت ہے؟)

سبق

اہل دل کے طلب گار کو ایک لحہ بھی غافل ہو کر بیٹھنا حرام ہے۔ شیر، چکور، کبوتر سب کو دانہ ڈال تاکہ وہ پرندہ بھی تیرے جال میں آسکے (جس کے بارے مشہور ہے کہ جس پر سایہ کردے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے) جب ہر طرف تو نیازمندی کے تیر چلائے گا تو امید ہے کہ اچانک کوئی نہ کوئی شکار ضرور کرلے گا۔ سو تیروں میں سے ایک بھی نشانے پہ جا لگے تو کافی ہے کیونکہ موتی ہر سیپ سے نہیں نکلتا۔

اہل دل کو پانا ہو تو ہر کسی کی خدمت بلا امتیاز کی جائے۔

تو چہ دانی دریں گرد سوارے باشد

تو کیا جانے کہ اسی گرد میں کوئی سوار مل جائے لہٰذا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

خاک نشینوں کو حقارت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھ۔ (اقبال)



(64) موتی کی تلاش

رات کی تاریکی میں ایک شہزادے کے تاج سے ایک موتی پتھریلی زمین میں گر گیا، اس نے تلاش شروع کردی مگر ناکام رہا شہزادے کے باپ نے کہا بیٹا! اندھیرے میں تجھے کیا معلوم کہ پتھر کونسا ہے اور موتی کونسا؟ اس لیے تمام پتھر محفوظ کرلے انہی میں موتی ہوگا۔

سبق

اوباش لوگوں میں ہی پاکباز بھی ہوتے ہیں کیونکہ دنیا تاریکی ہے یہاں بھی پتھر اور موتی ملے ہوئے ہیں۔ ہر جاہل کا بوجھ بھی عزت سے اُٹھا کسی دن ضرور کسی اہل دل کو پالے گا۔ دوست سے محبت کرنے کے لئے بہت سارے دشمنوں کے ستم سہنے پڑتے ہیں۔ پھول کو حاصل کرنے کے لئے کانٹوں سے کپڑے پھٹ جاتے ہیں پھر بھی ہنس کر پھول کی طرف لپکتے ہیں۔ ایک کی محبت کے لیے سب کا غم کھا اور ہر کسی کی رعایت کر کبھی گرے پڑے ہوؤں میں کوئی قیمتی بھی ہوتا ہے کیونکہ معرفت کا دروازہ انہیں پہ کھلتا ہے جس پر لوگوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن بہت سارے دنیا میں تنگ روزی والے حلے بن کر نمودار ہوں گے۔ (حدیث میں ہے فقراء امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے اس لئے فرمایا الفقر فخری) اگر تو عقل مند ہے تو شہزادے کے ہاتھ قید خانے میں ہی چوم لے تاکہ جب وہ قید خانے سے نکل کر تخت نشیں ہو تو تجھے بھی بلندی مل جائے۔ پھول توڑنے کے بعد پودے مت جلا جب نئی بہار آئے گی تو پھر تجھے فائدہ حاصل ہوگا۔

؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است



(65) لاپرواہ بیٹا اور بخیل باپ

ایک شخص کے پاس دولت تو بے بہا تھی مگر خرچ کرنے کا حوصلہ نہ تھا نہ خود کھاتا نہ کسی کو کھلاتا، رات دن سونے چاندی کی فکر میں رہتا سچ کہا گیا ہے کہ سونا چاندی بخیل کے قیدی ہوتے ہیں۔ ایک رات اس کے بیٹے نے معلوم کرلیا کہ میرا باپ سونا چاندی کہاں دفن کرتا ہے، موقع پا کر اس نے سارا خزانہ نکال لیا اور وہاں ایک بڑا پتھر دفن کر دیا۔ بیٹے نے چند دنوں میں سونا چاندی اُڑا دیا۔ باپ کو پتہ چلا تو رو رو کر ہلکان ہو گیا، باپ ساری رات روتا رہا اور بیٹے نے صبح اُٹھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ ابا جان سونا چاندی تو کھانے پینے کے لیے ہوتا ہے اگر رکھنا ہی ہے تو کیا سونا اور کیا پتھر۔ سونے کو اسی لیے پتھر سے نکالتے ہیں تا کہ خرچ کریں اور دوسروں کو آرام پہنچائیں۔

سبق

بخیل آدمی اپنی دولت سے نہ خود فائدہ اُٹھاتا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن اس کے ورثاء اس کے خون پسینے کی کمائی سے خوب عیاشیاں کرتے ہیں۔ دنیادار کے ہاتھ میں سونا چاندی گویا ابھی پتھر کے اندر ہی ہے۔ جو دولت سے اپنے گھر والوں کو بھی فائدہ نہ پہنچائے اگر اس کے گھر والے اس کی موت کی دعا کریں تو کوئی گلہ نہیں ہے۔ جب وہ مر کر زیرِ زمیں جائے گا تو اس کی دولت زمین سے نکل آئے گی جو ورثاء کے کام آئے گی اور بخیل کا منہ چڑائے گی۔ گویا دولت مند بخیل خزانے پر بیٹھا ہوا سانپ تھا یا جادو تھا کہ جس کی وجہ سے اتنے سال خزانہ ٹھہرا رہا سانپ مر گیا تو خزانہ نکل آیا اور تقسیم ہو گیا۔ لہٰذا چیونٹی کی طرح لے کر آ اور جمع کرنے کے بعد اس سے پہلے کھالے کہ خود تجھے قبر کے کیڑے کھا جائیں۔

بکار آیدت گر شوی کار بند　　　نصیحت سعدی مثال است و پند



(66) احسان کا بدلہ احسان

ایک دفعہ کسی نوجوان نے ایک ٹکے سے کسی بوڑھے کی مدد کی، خدا کا کرنا ایسا ہو کہ نوجوان سے کوئی جرم ہوگیا، سپاہیوں نے پکڑلیا اور بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، اس کو قتل گاہ کی طرف لے جایا جارہا تھا، لوگ چھتوں اور گلی بازار میں کھڑے ہوکر تماشا دیکھ رہے تھے اچانک اس بوڑھے کی نظر پڑ گئی، اس کی نیکی یاد آ گئی اور پریشان ہوگیا اس نے چیخ ماری اور کہا کہ بادشاہ تو مرگیا ہے سپاہیوں نے یہ سُنا تو بدحواس ہوکر دربار کی طرف دوڑے نوجوان کو بھول گئے اور وہ چپکے سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کو زندہ سلامت پاکر بوڑھے کی طرف لپکے کہ تو نے بادشاہ سلامت! کے بارے ایسی غلط خبر کیوں مشہور کی؟ بوڑھے نے کہا! اے بادشاہ سلامت اس جھوٹی خبر سے تو تو نہیں مرا لیکن اس نوجوان کی جان تو بچ گئی ہے۔ بادشاہ اس بات سے خوش ہوا اور بوڑھے کو انعام سے نوازا، ادھر نوجوان کو کسی نے بھاگتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تجھے قصاص سے کس نے بچایا؟ تو اس نے جواب دیا! اس ٹکے نے جس سے میں نے بوڑھے کی مدد کی تھی۔

سبق

مٹی میں بیج اس لیے پھینکتے ہیں تا کہ بھوک کے دنوں میں کام آئے، ایک لاٹھی سے عوج کا فر ہلاک ہوگیا ایک ٹکے سے جوان کی جان بچ گئی حدیث میں ہے کہ صدقہ بلا کو ٹال دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد رب العالمین ہے ھل جزاء الاحسان الا

الاحسان O (الرحمٰن: ۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔اور سعدی فرماتے ہیں اس حقیقت کو ہر بندہ نہیں پہچانتا جیسے شب قدر کی قدر ہر کوئی نہیں جانتا نیک دل بادشاہ کی عظمت بھی ہر کوئی نہیں جانتا۔

تیرا قدر گر کس نہ داند چہ غم
شب قدر رامی نہ دانند ہم

اگر لوگ تیری قدر نہیں جانتے تو کوئی غم نہ کر' کیونکہ لوگ تو شب قدر کی بھی قدر نہیں جانتے۔

کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا:

؎ تجھے موتیاں دی ایتھے قدر کوئی ناں' جھوٹے نگاں دا لوک وپار کردے
سورج ویکھ کے اکھاں نوں میٹ لیندے' جگنوں چمکے تے بڑا پیار کردے



موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

(67) نیکی کا پھل

ایک شخص نے خواب میں میدان محشر دیکھا کہ زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہے نفسانفسی کا عالم ہے لوگ چیخیں مار رہے ہیں، گرمی سے دماغ کھول رہے ہیں، ہر کوئی پریشان ہے مگر ایک شخص جنتی لباس پہنے سائے میں بیٹھا ہے، خواب دیکھنے والے نے اس سے پوچھا! کہ آج کون سی نیکی تیرے کام آئی ہے؟ اس نے جواب دیا! میرے گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی جس کے سائے میں ایک بزرگ نے آرام کیا تھا اور پھر خوش ہو کر میرے لیے دعا کی تھی کہ یا اللہ! تو اس پر رحم کر کیونکہ اس نے ایک لمحہ میرے لیے آرام کا انتظام کیا ہے۔ عادل بادشاہ جو پورے ملک کے انسانوں کو آرام پہنچاتا ہے قیامت والے دن اس پر اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہوگا؟

سبق

انسان کی کسی غیر ارادی طور پر کی ہوئی نیکی سے بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ مستفید ہو جائے تو وہ نیکی اس کی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے، حاکم وقت اگر خدمت خلق کا جذبہ رکھتا ہو تو اپنی حکومت کے ذریعے اس طرح کی بہت ساری نیکیاں کما سکتا ہے اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جب ہر کوئی پریشانی میں ہوگا تو عادل بادشاہ اس وقت اللہ کے عرش کے سائے میں آرام سے بیٹھا ہوگا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سخی آدمی کی مثال پھلدار درخت کی سی ہے اور جس میں سخاوت نہ ہو وہ خشک لکڑی کی طرح ہے اور لوگوں کا بھی طریقہ یہ ہے کہ خشک لکڑیوں کو کاٹتے ہیں اور پھلدار درخت کی حفاظت کرتے ہیں۔

؎ بے پائیدار اے درخت ہنر   کہ ہم میوہ داری وہم سایہ ور



(67) برے کے ساتھ نیکی کرنا نیکوں پر ظلم کرنا ہے

ایک شخص کے گھر کی چھت میں بھڑوں نے چھتہ بنالیا، اس نے اس کو اتارنے کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی کہنے لگی! مت اتار بے چارے بے گھر ہو کر پریشان ہوں گے۔ مرد بیوی کی بات مان گیا۔ چھتے کو اس طرح چھوڑ کر کام کو چلا گیا واپس آیا تو بھڑوں نے عورت کو ڈسا ہوا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہی تھی۔ مرد نے کہا اب روتی کیوں ہے؟ تو نے خود ہی کہا تھا بے چاروں کو نہ مار۔

سبق

نااہل کے ساتھ احسان کرنا نامناسب اور خلاف مصلحت ہے۔ جس کا سر مخلوق کی تکلیف کے بارے میں سوچے اس کو اتار دینا ہی بہتر ہے۔ احسان بہتر ہے مگر ہر ایک کے ساتھ نہیں۔ شرارتی پرندے کے پر کاٹ دینا ہی اچھا ہے۔ جو بڑے دوست کے ساتھ جنگ کر رہا ہے اس کے ہاتھ میں پتھر دینا دوست کے ساتھ جنگ کے مترادف ہے۔ جو جڑ صرف کانٹے اُگائے اس کو کاٹ دے اور جو درخت پھل لائے اس کی حفاظت کر، چھوٹوں کو سرداری سونپنے سے ظلم کا بازار گرم ہوگا۔ ایک ظالم کی زندگی کا چراغ بجھا دینا ساری مخلوق کو ظلم کی آگ میں جلانے سے تو بہتر ہے۔ کیونکہ چور پر رحم کرنے سے تو گویا اپنے ہاتھوں سے قافلہ لوٹ رہا تھا۔ کتے کے لیے دسترخوان بچھانا عقلمندی نہیں اس کو ہڈی ڈال اور بھگا دے، ظالم پر سختی کرنا عین عدل و انصاف ہے۔ دولتیاں مارنے والے گدھے پر بھاری

بوجھ ہی اس کا علاج ہے۔ چوکیدار کی شرافت چوروں کو دلیر اور شرفاء کو بے آرام کر دیتی ہے۔ لڑائی کے میدان میں نیزے کی لکڑی گننے سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ہر شخص جزا کے قابل نہیں کسی کے لیے سزا بھی بہتر ہوتی ہے۔ اگر تو بلی پالے گا تو کبوتر کی خیر نہیں۔ بنیاد اگر کمزور ہو تو عمارت اونچی کرنے سے نقصان ہوگا اور بھیڑیا موٹا ہوگا تو یوسف کو کھا جائے گا۔ مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

؎ خشت اوّل چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب معمار دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی لگائے گا تو چاہے اس دیوار کو آسمان تک لے جائے (اور اس کو سیدھی کرنے کے ہزار جتن کرتا پھرے لیکن) وہ دیوار اب ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اور اس پر ہندی زبان کا ایک مصرعہ خوب رہے گا کہ

؎ اب پچھتاوا کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت



ز عشقِ مصطفیٰ دل ریش کردم

خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم

رقابت با خدائے خویش کردم

(68) بہرام بادشاہ اور سرکش گھوڑا

بہرام بادشاہ کو جب گھوڑے نے زمین پہ گرا دیا تو اس نے کیا خوب کہا! گھوڑا ایسا ہونا چاہیے جو سرکشی کرے تو سنبھالا تو جا سکے۔ چشمہ شروع ہو رہا ہو تو اس کا منہ ایک سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے اور جب بھر جائے گا تو ہاتھی سے بھی بند کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پانی تھوڑا ہو تو بند باندھا جائے' اور اگر سیلاب ہی آجائے تو اس وقت بند باندھنے کا کیا فائدہ؟ بھیڑیا جال میں آجائے تو فوراً مار دے ورنہ بکریوں کی خیر منا۔ کیونکہ جیسے شیطان سجدہ نہیں کر سکتا اسی طرح بذات اور کمینہ نیکی نہیں کرے گا۔ لہٰذا دشمن کنویں میں قید بہتر ہے اور جن بوتل میں بند ہی اچھا ہے' سانپ مارنے کے لیے لاٹھی کی انتظار نہ کر' جب وہ پتھر کے نیچے ہے تو اس پتھر سے ہی اس کو مار دے۔ جو کلرک غداری کرتا ہے اس کے ہاتھ قلم کر دینا ہی اچھا ہے اور جو وزیر برا قانون بنائے گا وہ ضرور تجھے آگ میں جھونکے گا۔ ایسا وزیر ملک کے لیے فائدہ مند نہیں بلکہ وہ وزیر نہیں بد بخت انسان ہے۔

سبق

نااہل کو پہلے دن ہی جوتے کے نیچے رکھا جائے اس کو نوازنے سے تباہی آئے گی کیونکہ ایسا کرنے سے دن بدن اس کا دماغ خراب ہوتا جائے گا۔

بنائے کہ محکم نہ دار داساس
بلندش مکن ورکنی زوہراس



باب نمبر 3

عشق و مستی کے بیان میں

(اصلی و حقیقی عشق نہ کہ جعلی اور فضول)

(69) ایک فقیرزادہ اور ایک شہزادہ

ایک گدا کا بیٹا بادشاہ کے بیٹے پہ ایسا عاشق ہوا کہ ہروقت اسی کے خیال میں روتا رہتا، درباریوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر پابندی لگادی کہ خبردار! اس طرف کا رُخ بھی کیا تو مار مار کے ٹانگیں توڑ دیں گے۔ بے چارہ مجبور تھا باز نہ آیا تو ایک درباری نے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے، پھر بھی صبر نہ کرسکا جیسے مکھی کو شکر سے اڑاؤ تو پھر آ جاتی ہے کسی نے کہا! او بے حیا! تو ٹانگیں تڑوا کر بھی باز نہیں آتا؟ اس نے جواب دیا! یہ ظلم دوست کی طرف سے ہوا ہے جس پر رونا مناسب نہیں۔ دوست کے قدموں پہ قربان ہونے والا پروانہ اس زندہ سے بہتر ہے جو اندھیرے میں پڑا رہے اور جان بچاتا پھرے۔ مجھے تو اتنی بھی خبر نہیں کہ میرے سر پہ مانگ ہے یا کلہاڑا یعقوب علیہ اسلام کی طرح میری آنکھیں سفید بھی ہو جائیں تو یوسف کے دیدار سے امید نہ توڑوں گا۔ ایک دن شہزادہ ادھر سے گذرا تو فقیر زادے نے اس کی سواری کی لگام کو بوسہ دیا مگر شہزادے نے ناراض ہو کر باگ موڑ لی۔ اس نے کہا! بادشاہ کسی سے باگ نہیں پھیرتے میں اگر چہ عیب دار ہوں مگر میرے گریبان سے تو نے ہی سر نکالا ہوا ہے تو مجھے جلا کر راکھ بھی کر دے تو

؎ چھٹتی نہیں یہ ظالم منہ کو لگی ہوئی

سبق

عاشق صادق محرومیوں اور ناکامیوں سے گھبرا کر عشق سے تائب نہیں ہوتے بلکہ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے۔ کا مصداق بن کر ان کا جذبہ ترقی پذیر ہو جاتا ہے اور سب کچھ سن کر بھی کہتے رہتے ہیں

تو ہو کے ترش رُو مجھے گالی ہزار دے
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک پنجابی رباعی میں راہِ عشق راہ پر استقامت کا کیسا پیارا سبق عطا کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

عشق سوئی حقیقی جہڑا قتل معشوق دے منّے ہو
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے پئے سے تلواراں کھنّے ہو
جِت وَل ویکھے راز ماہی دا لگّے اوسے بنّے ہو
سچّا عشق حسین علی دا سر دیوے راز نہ بھنّے ہو



آ ب ت ج د ر ذ ز س ش ص ط ع ف

ق ک ل م ن و ہ ھ ء لا ی ے

(70) قوال اور پری پیکر

ایک قوال کی آواز پر ایک پری پیکر رقص کرنے لگا جیسا ماحول تھا اس طرح کا رنگ اس پہ بھی چڑھ گیا اور اہل محفل پہ غضبناک ہونے لگا کہ تمہاری وجہ سے مجھ پر بھی مستی چڑھ گئی ہے۔ دوستوں میں سے ایک نے کہا! کوئی بات نہیں تیرا تو صرف دامن ہی جلا ہے جبکہ تیرے حسن کی آگ نے ہمارا تن من جلا دیا ہے۔ عاشق خودی کا دم نہیں مارتے کیونکہ محبوب کے سامنے خودی شرک ہے۔

سبق

مجازی عشق والے جب فانی چیزوں پہ اس قدر فنا ہو جاتے ہیں تو حقیقی عشق والوں کی حالت کیا ہوتی ہوگی

؎ خوشا وقت شوریدگانِ غمش
اگر ریش بیند و گر مرہمش

اس کے غم کے دیوانے بھی کیا خوش نصیب ہیں جو زخم دیکھیں یا مرہم۔ اس کے دیوانے تو ملامت برداشت کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ مست اونٹ آسانی سے بوجھ اُٹھا لیتا ہے۔ بیت المقدس کی طرح باہر سے خراب مگر اندر سے پرنور ہیں۔ پروانے کی طرح جل جاتے ہیں نہ کہ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے ہی اوپر تنتے رہتے ہیں۔ محبوب بغل میں ہوتا ہے مگر اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں، ندی کے کنارے کھڑے ہیں مگر پیاس سے ہونٹ خشک ہیں، میں کیوں کہوں کہ پینے پہ قادر نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ گویا نیل کے ساحل پر استقاء کے مریض کی طرح ہیں۔

(جو جتنا بھی پانی پیتا جائے اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی)



(71) دیوانگانِ عشق

ایک دیوانہ جنگل کو نکل گیا باپ نے اس کی جدائی میں کھانا پینا چھوڑ دیا لوگوں نے دیوانے کو ملامت کی تو اس نے جواب دیا! کہ اس ایک ذات کے عشق کے سوا مجھے کسی کی بھی ہوش نہیں ہے چاہے ماں باپ ہوں یا بہن بھائی۔ اس کے جمال کے سامنے سب کچھ وہم و خیال ہے مخلوق سے منہ پھرنے والا گم نہیں ہوتا بلکہ گمشدہ کو پالیتا ہے، ایسی مخلوق کو کوئی وحشی کہتا ہے کوئی فرشتوں سے افضل بتاتا ہے۔ کبھی کونے میں بیٹھ، گدڑی سی رہے ہیں کبھی برسر محفل خرقہ جلا رہے ہیں نہ ان کو اپنا خیال نہ کسی کی پرواہ۔ نصیحت گر کی آواز سے کان بند کیے ہوئے ہیں۔ نہ بطخ دریا میں غرق ہو سکتی ہے نہ آگ کا کیڑا آگ میں جل سکتا ہے۔ یہ لوگ خالی ہاتھوں میں دو جہاں کی نعمتیں رکھتے ہیں اور بغیر قافلہ کے جنگل طے کرتے ہیں۔ مخلوق ان کو پسند کرے نہ کرے ان کو رب کی پسندیدگی ہی کافی ہے۔ گدڑی پہن کر زنار نہیں باندھتے بلکہ انگور کی طرح میوہ رکھتے اور سایہ دار ہیں۔ سیپ کی طرح جھکے ہوئے ہیں دریا کی طرح جھاگ نہیں نکالتے۔ نہ بادشاہ ہر غلام کا خریدار ہے نہ ہر گدڑی میں زندہ دل ہے۔ اگر بارش کا ہر قطرہ موتی ہو جاتا تو موتی کوڑیوں کی طرح بازار میں بے قیمت ہو جائے۔ مصنوعی ٹانگیں نہیں رکھتے کہ وہ پھسل جاتی ہیں روح کے پروں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ الست کی مستی صور پھونکنے تک ان کو مست کیے ہوئے ہے۔ تلوار کے خوف سے مقصد سے دست بردار نہیں ہوتے کیونکہ پرہیزا اور عشق، شیشے اور پتھر کا معاملہ ہے۔

سبق

عاشقان حق مخلوق سے بے نیاز ہو کر خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلا خوف

لومۃ لائم ظاہری حالت پریشان مگر باطن نور علیٰ نور رکھتے ہیں۔

علامہ اقبال کہتے ہیں

خاکسار انِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی دریں گرد سوارے باشد



از فتنۂ عقلِ خود فروشم بُردند
مانندِ سبو دوش بدوشم بُردند
از رازِ نہانِ مستی و مستوری
دادند خبر ولے زِ ہوشم بُردند

محبوب کا مقتول

سمرقند میں ایک شخص کا ایک محبوب تھا جس کی باتیں شکر سے اور حسن سورج سے بازی لے گیا گویا تقویٰ کی بنیاد خراب کر رہا ہے۔ ایک دن وہ شخص محبوب کے پیچھے جا رہا تھا کہ اس نے تیکھی نگاہ سے دیکھ کر کہا! اگر آئندہ تو میرے پیچھے آیا تو تیرا سر قلم کر دوں گا۔ کسی نے اس کو ملامت کی کہ اے حیا! اب تو اس کا پیچھا چھوڑ دے ان حالات میں تو کبھی مقصد نہیں پا سکے گا۔ جب اس سچے عاشق نے ملامت سنی تو رو کر کہا! اگر اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو غنیمت ہے تا کہ لوگ کہیں یہ وہ ہے جو معشوق کا مارا ہوا ہے، اگر چہ اس کا ظلم میری آبرو گرا دے مگر اس کا کوچہ نہ چھوڑوں گا۔ اے مجھے توبہ کا کہنے والے! تو اس باطل خیال سے توبہ کر۔ میرا محبوب جو بھی کرے ٹھیک ہے تو درمیان سے دور ہو جا۔ مجھے ہر رات اس کی آگ جلا دیتی ہے اور ہر دن اس کی خوشبو سے زندہ ہوتا ہوں۔ آج اس کے کوچے میں مروں گا تو کل اس کے پہلوں میں خیمہ لگاؤں گا

جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

سبق

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جب اپنے ہی جیسے کیچڑ سے بنے ہوئے کا عشق صبر و سکون اُڑا دیتا ہے، تو اس کے قدموں میں خلوص سے سر رکھتا ہے، اس کے وجود کے سامنے تجھے جہاں معدوم دکھائی دیتا ہے۔ تیرا خالص سونا اگر محبوب پسند نہ کرے تو تجھے وہ سونا مٹی برابر دکھائی دیتا ہے۔ اس کی محبت کے علاوہ دل میں کسی اور کی محبت نہیں سماتی۔ آنکھ کھلے تو اس میں بسے بند ہو تو دل میں بسے، نہ رسوائی کا ڈر نہ صبر کا یارا،

جان مانگے تو ہتھیلی پہ رکھ دے تلوار اُٹھائے تو سر جھکا دے پھر سالکانِ طریقت جن کو اپنے رب سے عشق ہے ان کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ جو حقیقت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں اس کے خیال سے جان کی پرواہ نہ کریں اس کے ذکر سے جہاں کو کچھ نہ سمجھیں، ان کا علاج دوا سے نہیں ہوسکتا کیونکہ کوئی ان کے درد سے واقف ہی نہیں ہے۔ ازل کی صدا آج بھی ان کے کانوں میں گونج رہی ہے اور قالوا بلٰی کی فریاد سے چیخ رہے ہیں۔ ایک ہی نعرے کے ساتھ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں اور ایک آہ سے جہاں کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ ہوا کی طرح پوشیدہ و تیز، پتھر کی طرح خاموش مگر ہر وقت تسبیح خوان ہیں۔ سحری کے وقت رو رو کر آنکھوں سے نیند کا سرمہ دھوتے ہیں رات کو سب سے آگے جانے والے صبح کے وقت چیختے ہیں کہ ہم پیچھے رہ گئے۔ صورت نگار کے حسن پہ ایسے فریفتہ ہیں کہ صورت کے حسن سے تعلق نہیں رکھتے۔ بھلا چمڑے کو کون دل دیتا ہے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو بے عقل ہے۔ جس نے بھی وحدت کی خالص شراب پی لی اس نے دنیا آخرت کو فراموش کر دیا

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را





(73) چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

ایک پیاسا جان نکلتے وقت کہہ رہا تھا کہ نیک بخت ہے وہ بندہ جو پانی میں مر جائے۔ایک سننے والے نے کہا! اے بے وقوف! جب تو مر ہی رہا ہے تو کیا پیاسا اور کیا سیراب؟ اس نے کہا! اس حالت میں کہ پانی میرا محبوب ہے کم از کم اس سے منہ تر کر کے تو مروں گا۔اسی لیے پیاسا گہرے حوض میں گر جاتا ہے تاکہ سیراب ہو کر تو مرے۔اگر تو سچا عاشق ہے تو اس کا دامن پکڑ لے جان مانگے تو دے دے، جنت کا میوہ تبھی ملے گا جب نیستی کے دوزخ سے پار ہوگا۔

سبق

اگر عاشق کو محبوب کے تصور میں موت آجائے تو قابل مبارک باد ہے اور جس کو اللہ کے محبوب کے دیدار میں موت آئے اس کا کیا کہنا؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے برادر اصغر مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں یوں عرض کیا ہے

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
گر وقتِ اجل' سر تیری چوکھٹ پہ پڑا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو



(74) دل کا بادشاہ

بظاہر گدا مگر باطن کا بادشاہ صبح اُٹھ کر مسجد کے دروازے پہ صدا لگارہا تھا۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا! یہ کسی مخلوق کا گھر نہیں کہ تجھے کچھ ملے اس نے کہا! جب مخلوق مایوس نہیں کرتی تو خالق کیوں کرے گا۔ ایک سال بیٹھا رہا پاؤں مٹی میں دھنس گئے کمزوری سے دل تڑپنے لگا۔ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا تو ایک شخص بوقت سحر اس کے سرہانے چراغ لیکر کھڑا تھا اس نے سنا کہ خوشی سے گنگنا رہا ہے وَمَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيمِ انْفَتَحَ. (جو سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے ایک دن ضرور کھل جاتا ہے) مگر اس کے لیے صبر چاہیے۔ ہم نے تو دنیا میں کسی کیمیا گر کو بھی بے شمار سونا مٹی میں جھونک دینے کے باوجود مایوس نہیں دیکھا کہ ہوسکتا ہے کسی دن تانبے کو سونا بنالے، سونا اگرچہ بہتر ہے مگر دوست کے ناز سے نہیں، محبوب بدمزاج ہو تو تلخی کی بجائے محبوب ہی بدل لے اور اگر اس جیسا کوئی نہ ہو تو اس کی بدمزاجی سے تنگ دل نہ ہو، جس کے بغیر گذارہ ہوسکتا ہو اس سے دل ہٹالینا چاہیے۔

سبق

اہل اللہ کے نزدیک استقامت بہت بڑی نعمت ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں الاستقامة فوق الكرامة ۔ استقامت کرامت سے اوپر ہے۔ جس طرح لوگ مخلوق سے طمع اور امید رکھتے ہیں اگر خدا سے رکھیں تو وہ مخلوق سے بے نیاز کردے گا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں جتنا لوگ مخلوق سے ڈرتے ہیں اتنا خالق سے ڈریں تو وہ ولایت عطا فرمادیتا ہے۔ اسی طرح عشق مجازی میں دھکے کھانے والے اللہ سے عشق کرنا سیکھ جائیں تو اس قدر ذلت ورسوائی نہ اُٹھانا پڑے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے سر پہ عظمت کا تاج سجادے گا۔



(75) استقامت

ایک نیک آدمی نے ساری رات عبادت کرنے کے بعد سحری کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو غیبی فرشتے نے اس کے کان میں کہا! چلا جا تو بے مراد ہے، تیری دعا قبول نہیں ہے۔ دوسری رات پھر یہی معاملہ ہوا' اس کے ایک مرید نے اس کی اس حالت پہ خبر پا کر عرض کیا! جب آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ قبولیت کا دروازہ آپ کے لیے بند ہے تو پھر ہر رات جاگنے کا اور اس قدر مشقت میں پڑنے کا کیا فائدہ؟ بزرگ نے یاقوتی رنگ کے آنسو چہرے پہ بہاتے ہوئے کہا! اے لڑکے! ہرگز یہ نہ سمجھ کہ اگر اس نے مجھ سے باگ موڑ لی ہے تو میں بھی شکار دان سے ہاتھ اُٹھا لوں گا۔ یہ کام میں تب کر سکتا ہوں جب اس دروازے کے علاوہ کوئی اور دروازہ ہو کیونکہ اگر سوالی کو ایک دروازے سے نہ ملے تو دوسرا دروازہ اس کے لیے کھلا ہو تو اس کو کیا پرواہ؟ اگر اس کوچے میں میرے لیے کوئی راستہ نہیں تو دوسرا کوچہ بھی تو نہیں۔ لہٰذا اس چوکھٹ پہ پڑا رہوں گا اور ایک دن ضرور۔ پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا۔

چنانچہ اس (نیک آدمی کے) اس جذبے کو قبول کر لیا گیا اور کہا گیا اگرچہ تیرے اندر کمال تو نہیں لیکن تیرے اس عقیدے کی وجہ سے تیری دعا قبول کر لی ہے۔

سبق

مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں دروازہ کھٹکھٹاتا رہ! کبھی تو کھلے گا اور خیرات مل جائے گی۔ بندے کو بھی رب کے دربار میں دعا کرتے رہنا چاہیے اور قبولیت میں اگر دیر بھی ہو جائے تو مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ پہلے سے زیادہ خلوص اور یقین کے ساتھ دعا کرے اور اپنے اندر ہی کوتاہی جانے اور اللہ کی بے نیازی کے عقیدے کو پیش نظر رکھے۔



(76) بلندی کا حصول کیسے ہو؟

نیشاپور میں ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا! جب کہ اس کے بیٹے نے عشاء کی نماز نہ پڑھی تھی اور بستر پہ لیٹ گیا، اے بیٹے! کبھی یہ امید نہ رکھ کہ بغیر محنت کے کچھ حاصل ہو جائے گا کیونکہ دسیلاں (خودرو گھاس جو فصل کٹنے کے بعد خود بخود اُگ آتی ہے اور چند دن بعد خود ہی ختم ہو جاتی ہے یا کٹی ہوئی فصل کے موڈھ جو تھوڑا سا پھوٹ کر چند ہی دن بعد مرجھا کر سوکھ جاتے ہیں) کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح جو انسان کچھ کیے بغیر کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا وجود بھی بے کار اور عدم کی طرح بے فائدہ ہے۔ انسان کو نفع کی امید کے ساتھ مصروف عمل رہنا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ نقصان سے بھی ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ بے کار اور نکھے شخص کو بے نصیبی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

سبق

بلندی پر چڑھنے کے لیے زینہ درکار ہے اور بلند مقام و مرتبہ کے حصول کے لیے کوشش لازمی ہے جب دنیا کا کوئی کام بغیر محنت کے نہیں ہوتا تو آخرت کی منازل طے کرنے کے لیے بے کار بیٹھے رہنا اور توقع رکھنا کہ بیٹھے بیٹھے ہی سارا کچھ مل جائے گا خیال عبث اور وہم باطل ہے۔ ہمارا دین ہمیں ہڈ حرام بن کر بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں دیتا کہ خود کچھ نہ کریں اور دوسروں کی کمائی پہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہیں اگر کوئی سمجھے تو یہ عزت نہیں ذلت ہے اور ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک بھیک مانگنے والے کا پیالہ بیچ کر اس کو رسی اور کلہاڑا لے کر دیا کہ لکڑیاں کاٹ کے بیچا کرے چند دنوں بعد اس کی حالت اچھی دیکھ کر آپ خوش ہوتے اور فرمایا! کیا یہ عمل بھیک مانگنے سے بہتر نہیں؟



(77) ظالم داماد اور عقلمند سسر

ایک عورت نے اپنے باپ کے سامنے اپنے ظالم خاوند کی شکایت کی جبکہ اس کا باپ اپنے داماد کی خوب تعریف کرتا رہا۔ بیٹی نے کہا! وہ اتنی تعریف کے قابل نہیں ہے کیونکہ میری زندگی اور جینا اس نے حرام کیا ہوا ہے، میرے ساتھ والی عورتیں کس قدر آرام وسکون میں ہیں جبکہ مجھے ایک دن بھی سُکھ کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا حالانکہ میاں بیوی ایسے دوست ہوتے ہیں گویا ایک چھلکے میں دو مغز ہیں جبکہ میں نے پوری زندگی میں ایک بار بھی اپنے خاوند کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب بھی دیکھو غصے سے بھرپور نظر آتا ہے۔ اس بابرکت باپ نے اپنی دکھی بیٹی کو دلاسہ دیا اور ایسا بزرگانہ جواب دیا کہ اگر ہر بندہ اپنے داماد سے ایسا ہی رویہ رکھے تو کتنے ہی برباد گھروں میں محبت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اس بوڑھے نے کہا بیٹی! اگر وہ خوبصورت ہے تو اس کا نخرہ اور بوجھ برداشت کر ایسے شخص سے روگردانی کرنا قابل افسوس ہے۔ جس جیسا دوسرا نہ مل سکتا ہو۔ جیسے تو اس سے سرکشی کرتی ہے اگر وہ بھی سرکشی پر اُتر آئے تو وجود کے حرف پہ قلم پھیر دے (اور ایک لفظ طلاق سے تیری ساری زندگی برباد ہو جائے) انسانوں کی طرح اللہ کی رضا پہ راضی رہ! کیونکہ اس جیسا رحیم وکریم کوئی اور نہیں ہے۔

سبق

جس کے بغیر گذارہ نہ ہوسکتا ہو اس کی ہر تکلیف کو راحت وسکون سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔ جب خاوند کی اطاعت کے بغیر بیوی کا گذارا نہیں تو حیرت ہے ان نافرمانوں پر جو اپنے خالق ومالک کی بندگی کے بغیر گذارا کر رہے ہیں

؎ زندگی آمد برائے بندگی، زندگی بے بندگی شرمندگی



(78) بندہ و آقا

ایک دن میں (سعدی) نے دیکھا کہ بازار میں ایک آقا اپنے غلام کو بیچنے کے لیے بولی لگا رہا ہے مگر اس غلام باوفا کو اپنے آقا سے بچھڑنا ہرگز پسند نہ تھا میرا دل اس وقت جل گیا جب آقا اپنے غلام کی قیمت لگا رہا تھا اور غلام رو رو کر کہہ رہا تھا آقا! مجھے نہ بیچ کیونکہ تمہیں تو میری طرح کے ہزاروں مل جائیں گے مگر مجھے تجھ جیسا آقا کہاں ملے گا؟

سبق

اللہ تعالیٰ کو بندگی کرنے والوں کی کمی نہیں لیکن بندوں کو تو اس جیسا خدا نہیں مل سکتا لہٰذا بندوں کو اللہ کا در نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

سُن فریاد پیراں دیا پیرا' آکھ سُنا واں کیہنوں ہو
تیں جہیا مینوں ہور نہ کوئی' میں جہیاں لکھاں تینوں ہو
پھول نہ کاغذ بدیاں والے' درتوں دھک نہ مینوں ہو
میں وچ ایڈ گنہ نہ ہوندے' توں بخشاندا کیہنوں ہو



(79) مجھے بیمار رہنے دو

ایک سروقد اور حسین وجمیل طبیب شہر میں آیا لوگ مریض ہو کر اس کے دواخانے میں آتے مگر عاشق بن کر رہتے۔ وہ نہ جانتا تھا کہ کون کون کیسے کیسے اس کی محبت میں جل رہا ہے اور نہ ہی اس کو اپنی آنکھوں کی فتنہ انگیزیوں کی خبر تھی، ایسا ہی ایک مریض بیان کرتا ہے کہ میں ایک بار بیمار ہوا اور اس کے پاس آ کر اس کا عاشق ہو گیا اور بیماری سے شفا کی بجائے اللہ سے یہ دعا کرتا کہ اے اللہ! مجھے بیمار ہی رکھ تا کہ اسی ہسپتال میں پڑا رہ کر محبوب کا دیدار تو کرتا رہوں عقل کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو مگر عشق کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے۔

سبق

بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں

عشق دی ریت ہے یار وسب توں جدا نہ ایہہ راہ ویکھدا نہ گراہ ویکھدا
عشق لئی محل کلی نے ہکو جہے نہ ایہہ شاہ ویکھدا نہ گدا ویکھدا
عشق قائل بلندی تے پستی دا نہیں لکھ چھڈدا ویرانے تے بستی دا نہیں
جتھے چاہوے جھکا لیندا عاشق دا سر نہ ایہہ کعبہ تے نہ کربلا ویکھدا

اس حکایت میں سبق یہ ہے کہ اگر تکلیف میں رہ کر بھی محبوب کا وصال نصیب ہو جائے تو زہے نصیب، پھر تندرستی کی تمنا اہل عشق کے مذہب میں حرام ہے

جے کر یار دے نام دی ملے سولی چوھنا لے لیے پشاں ہٹیے ناں

اور خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں۔ جے سوہناں میرے ڈکھ وچ راضی تے میں سکھ نوں چولھے ڈاواں۔



(80) شیر اور شیر افگن

ایک شخص نے شیر سے مقابلہ کرنے کے لیے لوہے کا پنجہ تیار کرایا مگر جب شیر نے اس پر اپنا پنجہ چلایا تو اس کو اپنے آہنی پنجے میں زور نظر نہ آیا۔ کسی نے کہا بڑی تیاری سے مقابلے میں آئے ہو اب لوہے کے پنجے کے ساتھ شیر کو مارتے کیوں نہیں ہو عورتوں کی طرح شیر کے آگے سو کیوں گئے ہو؟ میں نے سنا کہ وہ شیر کے پنجے کے نیچے پڑا ہوا کہہ رہا تھا کہ میرے اس نقلی پنجے سے شیر کے اصلی پنجے کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جب عقلمند کی عقل پہ عشق غالب آجاتا ہے تو پھر یہی اصلی اور نقلی والا معاملہ ہو جاتا ہے لہٰذا جب عشق ہو جائے تو عقل کی بات چھوڑ دے کیونکہ جیسے گیند بلے کا قیدی ہوتا ہے اسی طرح عقل عشق کی رسیہ ہوتی ہے۔

سبق

عشق نے آکھیا بیرے تیرے وچ بازار دے رولاں گا
عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تے بولاں گا
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں، عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں، یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں



(81) محبت کی کوئی قیمت نہیں

دو چچا زادوں کی شادی ہوئی جو دونوں سورج کے چہرے والے اور شریف النسب تھے مگر ایک انتہائی خوش اور دوسرا بہت ناخوش۔ یعنی لڑکی پری پیکر اور اخلاق حسنہ رکھتی تھی جبکہ لڑکا چہرہ دیوار کی طرف رکھتا تھا۔ لڑکی لڑکے کو خوش رکھنا چاہتی اور لڑکا اللہ سے موت کا سوال کرتا۔ ایک بزرگ نے لڑکے کو سمجھایا کہ اگر یہ شادی تجھے پسند نہیں تو طلاق دے دے۔ لڑکا خوشی سے اچھل پڑا اور کہا میں تو سو بکریاں دیکر بھی جان چھڑانے کو تیار ہوں جبکہ لڑکی کا خیال تھا بکریاں میں کیا کروں گی اگر میرا محبوب ہی مجھ سے روٹھ گیا؟ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ یہ مجھ سے محبت کرے یا نہ کرے مگر طلاق نہ دے میں اس طرح ہی صبر کروں گی۔ سو بکریاں تو کیا میں لاکھ بکری بھی اس کے دیدار کے بدلے رد کرتی ہوں۔ اگر میں مال لیکر یار کی جدائی قبول کروں تو میرا محبوب مال ہوا نہ کہ یار۔ آپ نے سنا نہیں کسی نے ایک مجذوب سے سوال کیا کہ تو جنت چاہتا ہے یا دوزخ؟ تو مجذوب نے جواب دیا! میں اپنے لیے وہی چاہتا ہوں جو میرے لیے میرا محبوب چاہے۔

سبق

محبوب کا ظلم وستم بھی محب کے لیے محبوب ہوتا ہے اور محبت کی قیمت ساری دنیا بھی نہیں بن سکتی

ے ہر جفا ہر ستم گوارا ہے اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

جب دنیوی محبت کا یہ حال ہے جو اس دنیا میں ہی ختم ہو جائیگی تو دینی محبت جو قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی اس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟



(82) لیلیٰ و مجنوں

ایک دفعہ مجنوں کو کسی نے کہا! کیا بات ہے آج کل لیلیٰ کے کوچے میں نہیں آرہا؟ تجھے لیلیٰ سے محبت نہیں رہی؟ اس نے تڑپ کر کہا! طنز کر کے میرے زخموں پر نمک پاشی نہ کر۔ دور رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنے خیالات بدل لیے ہیں کوئی مصلحت اور مجبوری بھی ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا اچھا پھر لیلیٰ کو کوئی پیغام دینا ہے تو دے دو میں ادھر جارہا ہوں۔ مجنوں نے کہا خبردار! میں اس قابل نہیں ہوں کہ لیلیٰ کے سامنے میرا نام لیا جائے۔

سبق

سچی محبت کبھی بھی محبوب سے باغی نہیں کرتی بلکہ ہجر و فراق میں محبوب سے بددل ہونے کی بجائے اس میں اور نکھار، خلوص اور وفاداری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین مخلص صحابہ جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ جب ان کا اہل اسلام کی طرف سے بائیکاٹ ہوا تو ان میں سے ایک کو کسی ملک کے بادشاہ نے ہمدردی کا خط لکھا کہ تیرے نبی نے تیری قدر نہیں کی ہمارے ملک میں آجا ہم تجھے بڑا رتبہ اور مقام دیں گے۔ رقعہ پڑھ کر اس عاشق رسول کی چیخ نکل گئی اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! کیا ایسا دور بھی آنا تھا کہ دشمنوں نے میرے بارے میں اس طرح سوچنا تھا۔ رقعہ آگ میں پھینکا اور قاصد کو کہا! میں تمہاری حکومت کو اپنے نبی کے قدموں پہ قربان کرتا ہوں اور جا کر اپنے بادشاہ سے کہہ دے

؎ بروایں دام برمرغ دگرنہ، کہ عنقاء را بلنداست آشیانہ

یہ جال کسی اور جگہ پھینکیے ہماری زندگی کا سودا بازار مصطفیٰ میں ہو چکا ہے۔



(83) محمود و ایاز

سلطان محمود غزنوی کے بارے میں ایک شخص نے ملامت کے الفاظ بولے کہ ایاز میں کوئی خاص بات تو نہیں کہ سلطان اس سے اس قدر پیار کرتا ہے، جس پھول میں نہ رنگ ہو نہ خوشبو اس سے بلبل کا پیار کرنا عجیب لگتا ہے، سلطان کو یہ بات سن کر غصہ آیا اور کہنے لگا! میں اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے تو پیار نہیں کرتا بلکہ اس کی پاکیزہ عادت مجھے پسند ہیں۔ چنانچہ ایک دن حکومت کا کوئی اونٹ گھاٹی میں گر جانے کی وجہ سے اس پر لدے ہوئے صندوق سے قیمتی موتیوں کا ہار گر کر بکھر گیا، سلطان نے قافلے کو موتی لوٹ لینے کا حکم دیکر اپنا گھوڑا دوڑالیا سارا قافلہ موتی لوٹنے لگا اور ایاز موتیوں کا لالچ کیے بغیر سلطان کے پیچھے پیچھے تھا۔ سلطان نے پوچھا! موتیوں میں سے تو کچھ نہیں لایا؟ ایاز نے کہا! جس کو موتیوں والا مل جائے اس نے موتی کیا کرنے ہیں؟ اگر کسی نظر مال پر ہے تو اس کو یار کی فکر نہیں صرف مال سے محبت ہے۔ جب تک لالچ کا منہ کھلا رہتا ہے دل کے کان میں غیب کا راز داخل نہیں ہو سکتا۔ حقیقت ایک سجا ہوا مکان ہے جبکہ خواہش و حرص اُڑتی ہوئی گرد ہے اور جہاں گرد اُڑ رہی ہو وہاں آنکھ والے کو بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

سبق

محبوب کی نظر التفات سے بڑھ کر محبت کے لیے کوئی چیز قیمتی نہیں اس لیے وہ محبوب کو چھوڑ کر کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا اس کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ

؎ تیری نظر سے میری سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

سعدی فرماتے ہیں

؎ خلاف طریقت بود کا ولیا
تمنا کنداز خدا جز خدا



عاشقِ صنعِ خدا با فر بود
عاشقِ مصنوعِ او کافر بود

تا در سرِ تو خیالِ ہستی باقی است
می دان یقین کہ بُت پرستی باقی است

(84) پانی پہ مصلّٰی بچھا دیا

(خراسان موجودہ روس کے شہر) فاریاب کے ایک بوڑھے کے ساتھ مجھے (سعدی کو) سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ جب ہم مغرب کے علاقے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے تو میرے پاس ایک درہم تھا جو میں نے کشتی والے کو کرایہ دیا اور کشتی پہ سوار ہو گیا جبکہ فاریابی بوڑھے کے پاس کرایہ نہ تھا اور کشتی والے نے بغیر کرائے کے سوار کرنے سے انکار کر دیا لہٰذا بوڑھا کنارے پہ کھڑا رہ گیا اور قافلہ جاتا رہا۔ ملاّحوں نے بے خوف ہو کر دھوئیں کی طرح کشتی

چلائی، مجھے رفیق سفر کے بچھڑنے سے رونا آ گیا اور رفیق سفر نے مجھے روتا دیکھ کر قہقہہ لگایا اور کہا! کہ میری فکر نہ کر مجھے وہ ذات دریا پار کرائے گی جو کشتی چلا رہی ہے۔ یہ کہا اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر اوپر بیٹھ گیا اور ہم سے پہلے پار جا لگا! میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی تو مجھے بزرگ نے کہا! اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے اگر تجھے کشتی دریا پار کرا سکتی ہے تو مجھے خدا کیوں نہیں کرا سکتا۔ اہل ظاہر یقین کریں یا نہ کریں مگر اہل اللہ آگ اور پانی میں برابر چلتے ہیں۔ تو نے دیکھا نہیں؟ کہ چھوٹا بچہ جو آگ کی پرواہ نہیں کرتا ماں خود اس کو آگ سے بچاتی ہے۔ بس سمجھ لے کہ اس کی محبت والے اس کے منظور نظر ہوتے ہیں جو خلیل کو آگ سے اور اپنے موسیٰ کو نیل سے بچاتا ہے۔ جو بچہ تیراک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کو دجلہ کی گہرائی کا کیا غم؟ اور جو خشکی میں ہی دامن تر رکھتا ہو وہ دریا پر قدم کیسے رکھے گا؟

سبق

محبان بارگاہ خدا براہ راست خدا کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور ظاہری اسباب کے محتاج نہیں ہوتے ؎ عاشقان او زخوباں خوب تر۔ عقل کی راہ میں بہت پیچ ہیں جبکہ عاشقوں کے لیے اللہ کے سوا سب ہیچ ہے۔ یہ بات حقیقت والے جانتے ہیں عقل والے تو صرف تنقید کرتے ہیں۔ آسمان، زمین، درند، پرند، چرند، جنگل، دریا، پہاڑ، جن پری اور انسان و فرشتے بلکہ سورج بھی ان کے سامنے ذرے کی حیثیت رکھتا ہے اور سات دریا انکی نگاہوں میں قطرے سے زیادہ کچھ نہیں

؎ چوں سلطان عزت علم بر کشد، جہاں سر بجیب عدم در برد



دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنتِ حضورؐ کی

(85) کسان کی حکایت

گاؤں کا ایک بڑا سردار اپنے بیٹے کے ساتھ ایک بادشاہ کے لشکر کے پاس سے گذرا لڑکے نے بادشاہ کی شان وشوکت دیکھی تو اپنے باپ کی سرداری اس کی نگاہوں میں ہیچ ہوگئی اور خاص طور پر اس وقت جبکہ اس نے دیکھا کہ بادشاہ کے رعب کی وجہ سے باپ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا اور کانپنے لگا۔ بیٹے نے کہا! آخر آپ بھی تو گاؤں کے سردار ہیں اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ باپ نے کہا ہاں سردار تو ہوں مگر گاؤں کا۔

سبق

جو جتنا اللہ کی بارگاہ کا قریبی ہوتا ہے اسی قدر اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے کہ اس کے دل پر اللہ کی عظمت ورعب کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھتا ہے۔

بزرگان ازاں دہشت آلودہ اند۔ کہ در بارگاہ ملک بودہ اند

فاسق و فاجر خدا سے اس قدر کیوں نہیں ڈرتے؟ کیونکہ ان کی اس بارگاہ تک رسائی نہیں ہوتی وہ گویا اپنے گاؤں میں ہی سردار بنے پھرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا بھی کوئی مقام ومرتبہ ہے۔ قیامت کے دن جب اعلان سنیں گے لمن الملک الیوم۔ تو کانپیں گے جبکہ اہل اللہ اس وقت عرش کے سائے میں ہونگے۔



(86) جگنو کی کہانی

رات کے وقت باغوں، سبزہ زاروں اور سیرگاہوں میں ایک چھوٹا سا چمکدار کیڑا نظر آتا ہے جس کو جگنوں کہتے ہیں۔ کسی نے ایک دن اس کیڑے سے کہا! اے رات کو روزشن کرنے والے کیڑے! کیا بات ہے تو دن کو کبھی نظر نہیں آیا؟ ذرا غور کرنا اس مٹی سے بنے ہوئے ننھے سے آتشیں کیڑے نے کیا جواب دیا؟ اس نے جواب میں کہا

کہ من روز و شب جز بصحرا نیم
ولے پیش خورشید پیدا نیم

میں تو دن رات جنگل کے علاوہ کہیں نہیں ہوتا بات دراصل یہ ہے کہ سورج کے سامنے میری حثیت ہی کیا ہے کہ روشنی لٹا سکوں؟

سبق

اہل معرفت وطریقت نے فرمایا! کیا وجہ ہے کہ ولایت کے تمام سلسلے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتے ہیں جبکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک فضیلت کا سلسلہ ترتیب خلافت کے مطابق ہے یعنی افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور پھر مولا علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ تو اس میں بھی یہی راز پنہاں ہے کہ شاگرد جب تک استاد کے سامنے ہوتا ہے اپنے کمالات کے جوہر نہیں دکھا سکتا استاد کا ادب مانع ہوتا ہے تو حضور علیہ السلام نے خلفاء ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا تا کہ ادب کا حق ادا کرتے رہیں اور سیدنا علی المرتضیٰ نجف اشرف کا راستہ دکھا کر ظاہرا اپنے سے دور کیا تا کہ فیض رسانی کا حق ادا کرتے رہیں۔



(87) اللہ! بس (ماسوی اللہ ہوس)

ایک شخص نے (شیخ سعدی دور کے مصنف بادشاہ) سعد بن زنگی کی تعریف کی۔ بادشاہ نے اس کی قدر کرتے ہوئے اس کو درہم و دینار کے ساتھ عمدہ کپڑا بھی عطا کیا جس پر اللہ و بس" کڑھائی (کندہ) کیا ہوا تھا اس نے جب وہ کپڑا پہنے اوپر اوڑھا تو ایسے لگا جیسے اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہے کپڑا اُتار دیا اور شور مچاتا اچھلتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے جنگل کے ساتھیوں میں سے ایک نے پوچھا! کیا معاملہ ہے تو وہی تو ہے جس نے بادشاہ کے دربار میں جا کر کئی بار زمین بوسی کی اور اس کی تعریف کرتا رہا اور جب اس نے انعام دیا تو وہیں پھینک کر آ گیا؟ دیوانے نے ہنس کر کہا! جب میں نے اللہ کے نام والا لباس پہنا تو شروع میں میرا جسم خوف و امید سے بید کی طرح لرزنے لگا پھر اللہ کے نام کی عظمت کے سامنے کوئی چیز میری نگاہ میں نہ جچی نہ ہی کوئی انسان۔

سبق

جن کے دلوں پہ عظمت خداوندی آشکار ہو جاتی ہے ان کی نگاہوں میں کسی شی کی کوئی وقعت نہیں رہتی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فرماتے ہیں" اللہ بس ماسوی اللہ ہوس"

ایک بزرگ مریدین کو اللہ کے نام کا ذکر کروا رہے تھے کہ ایک فلسفی نے دیکھ کر مذاق اڑایا اور کہا! کہ خالی نام لینے سے کیا اثر ہوگا۔ پیاسا پانی پیئے گا تب ہی پیاس بجھے گی۔ بزرگ نے فرمایا" اے خرتو چہ دانی دریں نام چہ برکات اند۔ اے گدھے تو کیا جانے اس نام میں کیا برکات ہیں۔ فلسفی غصے سے لال پیلا ہو گیا کہ مجھے گدھا کہہ دیا ہے۔ بزرگ نے

فرمایا جب گدھے کے لفظ میں اتنا اثر ہے کہ تو آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا ہے تو نام خدا سے اثر کیوں نہیں ہوگا۔ جب تک تیرے اندر خودی ہے تجھے یہ نکتہ سمجھ نہیں آ سکے گا۔ اگر تیرے اندر عشق و مستی ہے تو نام خدا تو بہت بڑا ہے جو پائے کی آواز بھی تجھے مست و بے خود بنا دے گی۔ اہل عشق کے سامنے مکھی بھی پر مارے تو وہ وجد میں آ کر ہاتھ سر پر مارتے ہیں۔ فقیر تو پرندے کی آواز پہ رونا شروع کر دیتے ہیں۔ الغرض صدا تو ہر وقت کہیں نہ کہیں سے آ رہی ہے لیکن دل کے کان ہر وقت کھلے ہوئے نہیں ہوتے۔ تو نے دیکھا نہیں مے نوشی کرنے والے تو رھٹ کی آواز پر مستی میں آ کر زار و قطار روتے اور وجد کرتے ہیں۔ پہلے سر گریباں میں ڈالتے ہیں اور جب بے بس ہو جاتے ہیں تو گریباں پھاڑ دیتے ہیں۔ پھول تو باد صبا سے بھی کھل اُٹھتا ہے اور لکڑی کو کلہاڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کھیل کود کے متوالے کے دماغ میں تو لہو و لعب ہی پختہ ہوگا ایسا شہوت پرست کیا جانے اللہ کے نام کو سن کر اثر ہوتا ہے کہ نہیں۔ اچھی آواز سے سویا ہوا اُٹھتا ہے نہ کہ مدہوش۔ جہان پورے کا پورا اللہ کے نام کی برکات سے بھرا ہوا ہے لیکن اندھا آئینے میں کیا دیکھ سکتا ہے۔ جو ذکر خدا سے مستی میں ہے اس پر تنقید نہ کر کیونکہ ڈوبنے والا ہی ہاتھ پاؤں مارتا ہے تو عرب کی حدی خوانی میں اونٹ کو نہیں دیکھتا کہ اس کو مستی ہی تو رقص میں لاتی ہے۔ تو جب اونٹ کے سر میں مستی کا شور موجود ہے اگر کسی انسان کو نصیب نہیں تو وہ گدھا نہیں تو بتا اور کیا ہے؟ (ایسا کیوں نہ ہو کہ علی کی تلوار کی طرح سعدی کی زبان بھی تو ہر وقت چلتی رہتی ہے)

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں



(88) خوبصورت آواز کی تاثیر

ایک خوبصورت نوجوان نے بانسری بجانا سیکھ لیا اور ایسی بجاتا کہ سننے والوں کے تن بدن میں آگ لگا دیتا، اس کے باپ نے کئی بار اس کو ڈرامہ سمجھ کر جھڑکا اور بانسری کو جلا دیا، مگر وہ باز نہ آتا۔ ایک رات باپ نے جب اس کی آواز پہ کان دھرا تو سماع نے اس کو ایسا پریشان کیا کہ مدہوش ہو گیا ہوش آنے پر چہرے سے پسینہ صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس بار تو بانسری نے میرے اندر بھی آگ لگا دی ہے۔ مست دیوانے تبھی تو رقص کناں ہیں کہ ان کے دل پر واردات کا دروازہ کھلتا ہے تو کائنات سے ہاتھ جھاڑ دیتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ رقص اس کو حلال ہے جس کی ہر آستین میں ایک قیمتی جان ہو ؎ ہر زمان ازغیب جان دیگر است۔ میں نے مانا کہ تو تیراکی کا ماہر ہے لیکن ننگا ہو کر ہی ہاتھ پاؤں مار سکے گا۔ لہٰذا نام و نمود اور مکر کا لباس اتار دے کیونکہ لباس والے ہی دریا میں غرق ہوتے ہیں۔ دنیوی تعلقات و اغراض حجاب و محرومی کے علاوہ کچھ نہیں جب یہ ناطے ٹوٹیں گے تو وصل محبوب نصیب ہو گا۔

سبق

جب بانسری کی آواز اور رقص و سرود سے اہل دنیا وجد کرنے لگے ہیں تو جس خوش نصیب نے اللہ کی محبت کا جام پی کر ذکر الٰہی سے لذت لینی شروع کر دی ہو اس کو بھی معذور سمجھنا چاہیے۔ لیکن خالی دعوؤں سے بھی خدا محفوظ رکھے جیسا کہ ہمارے دور میں اکثریت خالی ڈھولوں کی ہے ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے اولیاء سے



(89) پروانے کی حکایت

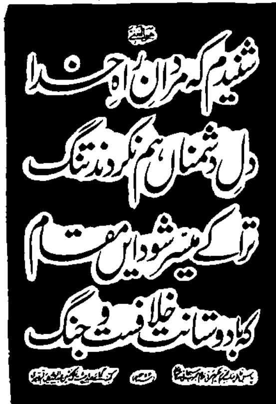
کسی نے پروانے سے کہا (یہ منہ اور مسور کی دال) جا کسی اپنے جیسے حقیر سے محبت کر تجھے بھلا شمع سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ تو جب آگ کا کیڑا نہیں تو آگ سے کیوں ٹکراتا ہے لڑائی کے لیے بھی بہادری چاہیے۔ اس لیے تو چھچھوندر سورج سے چھپ جاتی ہے کیونکہ فولادی پنجے والے سے مقابلے کے لیے تو بڑا زور چاہیے۔ جب آگ تیری دشمن ہے تو اس کو دوست بنانا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ جو فقیر ہو کر شہزادی کا رشتہ مانگتا ہے۔ وہ اپنا خون نہیں کرتا تو اور کیا کرتا ہے؟ شمع کے تو بادشاہ بھی محتاج ہوتے ہیں پھر وہ تجھے کیوں خاطر میں لائے گی وہ ساری مخلوق پر نرمی کرے تو کرے مگر تجھ پر گرمی ضرور کرے گی۔ یہ سن کر پروانے نے جواب دیا! خلیل علیہ السلام کی طرح میں بھی دل میں شوق کی دولت رکھتا ہوں جلتا ہوں تو جل جاؤں یہ آگ میرے لیے آگ نہیں بلکہ میرے لے پھول ہے۔ لہٰذا مجھے طعنہ نہ دے میں دوست کے قدموں پہ مرنا سعادت سمجھتا ہوں۔ اور مرنا اس لیے پسند ہے کہ محبوب کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی گناہ سمجھتا ہوں۔ مجھے نصیحت کرنا ایسے ہی ہے جیسے بچھو کے ڈسے ہوئے کو کہے کہ مت رو! یاد رکھ چیتے کو ماریں تو زیادہ غضب ناک ہوگا اور عاشق پر نصیحت اثر نہیں کرتی کیونکہ وہ ایسے ہی ہے کہ جس کے ہاتھ سے لگام چھوٹ جائے تو اس کو کہو کہ آہستہ چلائے، میں بے حوصلہ نہیں ہوں کہ عشق چھوڑ دوں اور جان بچالوں' موت نے بھی تو مارنا ہے، اس سے بہتر نہیں کہ محبوب کے ہاتھوں مر جاؤں؟

سبق

محبوب کے ''جور و ستم'' سے گھبرا کو عشق نہ چھوڑنا چاہیے بلکہ اس کے ہاتھوں موت بھی سعادت سمجھے اور نعرہ لگائے

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے　　　اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے





(90) شمع اور پروانے کی گفتگو

میں نے ایک رات شمع سے پروانے کو کہتے سنا کہ میں تو ہوا تیرا عاشق! اگر تجھ پہ جل جاؤں تو بات سمجھ میں آتی ہے، تیرا جلنا اور رونا کس لیے ہے؟ شمع نے جواب دیا کہ اے میرے مسکین عاشق! میں بھی کسی پر عاشق! ہوں جب وہ (شہد) مجھ سے جدا ہوتا ہے تو فرھاد کی طرح میرے بھی سر کو آگ لگ جاتی ہے۔ تو کیا عاشق ہے جو ایک پل بھی ٹھہر نے طاقت نہیں رکھتا کبھی ادھر بھاگتا ہے کبھی ادھر، میرا عشق بھی دیکھ ایک جگہ پہ کھڑی کھڑی اپنا آپ جلا لیتی ہوں۔ اگر تیرے صرف پر جلتے ہیں تو میرا سب کچھ ہی جل جاتا ہے۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ کسی نے آ کر شمع کو بجھا دیا۔ دھواں نکل رہا تھا اور کہہ رہی تھی ہاں یہی عشق کا انجام ہے۔ اگر کوئی عاشق سیکھنا چاہے تو اس کو بتا دو کہ مر کر ہی اس سے چھٹکارا ملے گا لہٰذ عشق کے مقتول کی قبر پہ رونے کی بجائے خوشی منا کہ اس کے ہاتھوں مرا ہے۔ اگر تو سچا عاشق ہے تو مرض سے چھٹکارے کی بجائے غرض سے چھٹکارا حاصل کر۔ عاشق معشوق کے سامنے سر نہیں اُٹھاتا اگرچہ اس کے سر پہ پتھر برسیں۔ دریا میں اترنے والے کو طوفان کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔

سبق

عشق کرنا ہو تو ابتداء میں ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا ارادہ کرنا چاہیے کیونکہ عشق میں آرام اسی وقت ملے گا جب جسم و جان کا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ کشتہ عشق الٰہی حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عاشق ہوویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو

لکھ لکھ بدیاں ہزار اُلاہے کر جانیں باغ بہاراں ہو

منصور جیہے چک سولی دتے جہڑے واقف کل اسراراں ہو

سجدیوں سر نہ چایئے باہو بھاویں کافر کہن ہزاراں ہو



باب نمبر 4

تواضع (عاجزی) کے بیان میں

(91) بارش کا قطرہ

بارش کا قطرہ جب بادل سے ٹپکا تو نیچے دریا کی وسعت دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگا کہ دریا کے سامنے میری کیا حقیقت ہے اس کی عاجزی پسند آ گئی سیپ نے منہ کھول دیا اور قدرت نے اس قطرہ آب کو بادشاہ کے تاج کا موتی بنا دیا، جو بھی نیستی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہی ہست ہو جاتا ہے اور جو پستی (عاجزی) اپناتا ہے وہ سربلند کر دیا جاتا ہے۔

چھوڑ کر اپنی تعلی کر تواضع اختیار　　رتبہ مسجد کے منارے کا ہے کم محراب سے

سبق

اللہ نے انسان کو خاک سے بنایا ہے تو اس کو خاکساری اور عاجزی ہی مناسب ہے، خاک والے کو آگ والا (متکبر) بننا مناسب نہیں ہے، کیونکہ شیطان کو آگ سے بنایا گیا اور اس نے اسی کو دلیل بنا کر خدا سے محکا لگا لیا اور ذلیل ہو گیا جبکہ آدم علیہ السلام نے بھول کر خطا ہونے کو بھی اپنے لیے بڑا عیب سمجھا اور عاجزی و زاری کرنے لگے اللہ نے خلافت کا تاج پہنا دیا۔ گویا عاجزی نہ کرنے نے اس کو شیطان بنا دیا اور ان کو عاجزی نے

ابوالانبیاء بنادیا۔

حدیث شریف میں ہے من تواضع اللّٰہ فقد رفعہ اللّٰہ جواللہ کے لیے عاجزی کرتا ہے پھر اللہ اس کو بلندی عطا فرمادیتا ہے۔

تکبر عزازیل راخوار کرد

بزان لعنت گرفتار کرد



برادرم شمس الدین و زین الدین ظاہراً و باطناً

از جانب شاہ شرف الدین منیری بعد از

دعائے مطالعہ واضح شود

(92) پاکیزہ جوانی

ایک نہایت ہی عقلمند نوجوان سمندر کے راستے روم کی بندرگاہ میں آیا لوگوں نے اس کی بہت تعظیم کی اور اس کا سامان اُٹھا کر باعزت طریقے سے رکھا ایک دن ایک نمازی نے نوجوان کو کہا! ذرا مسجد کو صاف کر کے کوڑا باہر پھینک دے۔ یہ سنتے ہی نوجوان مسجد سے باہر نکل گیا اور پھر اس کو کبھی اس مسجد میں نہ دیکھا گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید متکبر ہے، چند دن بعد ایک نمازی نے اسے گلی میں جاتے ہوئے پکڑ لیا اور کہا! تیرا رویہ کتنا غلط تھا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کے گھر کی صفائی کتنا بڑا ثواب کا کام ہے؟ وہ نوجوان رونے لگا اور کہنے لگا! اے بھائی میں نے مسجد میں اپنے علاوہ کہیں بھی کوڑا نہ دیکھا، اس لیے میں اپنے آپ کو باہر لے آیا کہ مسجد کوڑے (مجھ) سے پاک ہو جائے۔

سبق

تواضع سے انسان رفعت پاتا ہے اور مردان حق اپنے آپ کو ہمیشہ حقارت ہی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

بلندیت باید تواضع گزیں
کہ ایں بام رانیست سلم جزایں

اگر تو بلندی چاہتا ہے تو تواضع اختیار کر کیونکہ اس بلندی کی یہی سیڑھی ہے۔

خاک میں بھی ڈھونڈنے پر نہ ملے اپنا نشاں
خاکساری خاک کی جب خاک ساری ہو گئی

عاجزی سے بڑھ کر نیکی کوئی نہیں اور تکبر سے بڑھ کر گناہ کوئی نہیں حدیث میں ہے۔ جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔



(93) حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ

ایک دن سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ حمام سے نہا کر نکلے اور اتفاق کی بات ہے کہ یہ دن عید کا تھا۔ کسی مکان سے راکھ کا ڈھیران کے سر پر آ گرا، خاک پگڑی اور بالوں میں اُلجھ گئی آپ ہاتھ سے منہ صاف کرر ہے تھے اور ساتھ کہہ رہے تھے۔اے بایزید تو تو آگ کے لائق تھا پھر خاک پڑنے سے غصہ کرنا کیسا؟

سبق

بزرگ ہروقت نگاہ خدا کی طرف رکھتے ہیں کیونکہ خود بین کبھی خدا بین نہیں ہوسکتا

ہر کہ خود را کم زند مرد آں بود۔

سعدی فرماتے ہیں

قیامت کسے بینی اندر بہشت
کہ معنیٰ طلب کردو دعویٰ بہشت

قیامت کے دن وہی شخص جنت میں جائے گا' جس نے حقیقت کو پالیا اور دعوے کرنے چھوڑ دیے۔

حقیقی بلندی چاہیے تو دنیوی بلندی کا متلاشی نہ بن۔ یہ بلندی خاک میں ملائے گی اور خاکساری حقیقی بلندی بخشے گی۔

بہلول کا یہ قول سنا تھا کبھی ہم نے
جو دین کو رکھتے ہیں وہ دنیا نہیں رکھتے

یعنی کہ جو دیندار ہیں وہ دین کے آگے
دنیا کی کسی شئی کی تمنا نہیں رکھتے
کرنے کو تو کرتے ہیں وہ دینا کے بکھیڑے
پر انکا ہوا ان میں دل اپنا نہیں رکھتے
محنت سے مشقت سے کماتے ہیں کمائی
دامان طلب حد سے زیادہ نہیں رکھتے
حاصل یہ کہ دینا میں گذرتے ہیں دیندار
اس شکل سے جیسے کہ وہ دنیا نہیں رکھتے

دینی شخصیات اور بالخصوص ائمہ مساجد جو ہر وقت نمازیوں کے قہر و غضب کا نشانہ بنے رہتے ہیں ان کے لیے اس حکایت میں تسلّی کا کافی سامان موجود ہے۔



اطلبوا العلم من المهد الی اللحد

(مقالہ ہشتم)

علم حاصل کرو گود سے لے کر گور (قبر) تک

(94) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک گنہگار

عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک نہایت ہی گنہگار، جہالت و گمراہی کا سردار، سخت دل بدکردار، زندگی سے بےزار اور لوگوں کے لیے سخت دل آزار، انسانیت کے لیے ننگ و عار، گویا شیطان کا ناپاک نمائندہ تھا۔ سر عقل سے خالی مگر غرور سے بھرا ہوا جبکہ پیٹ حرام کے لقموں سے بھرا ہوا۔ جھوٹا اور ننگ خاندان۔ نہ سیدھی راہ چلتا نہ کسی کی سنتا۔ مخلوق اس سے ایسی متنفر جیسے خشک سالی سے، اور نئے چاند کی طرح دور سے لوگ اس کی طرف اشارے کرکے لوگوں کو بھگاتے، ایسا بداعمال کہ اب اعمال نامے میں لکھنے کی گنجائش ہی نہ رہی، شہوت پرست اور دن رات غفلت و نشے میں مست، عیسیٰ علیہ السلام ایک دن جنگل سے آ رہے تھے کہ اس کے مکان کے پاس سے گذر ہوا، آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر ایسے شرمندہ ہوا جیسے درویش سرمایہ دار کے سامنے۔ گذشتہ غفلت اور گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوا اور زار و قطار رو رو کر اللہ سے توبہ کرنے لگا اس حالت میں ایک متکبر عبادت گذار بھی آ گیا اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھ کر ڈانٹنے لگا کہ یہ بدبخت کہاں میرے اور مسیح علیہ السلام کے درمیان آ گیا یہ کتنا بدبخت ہے مجھے تو اس کی صورت سے بھی نفرت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی آگ میرے دامن میں بھی لگ جائے' اے اللہ! قیامت کے دن مجھے اس کے ساتھ نہ اُٹھانا ابھی یہ باتیں کر رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ دونوں کی دعا قبول ہے وہ گنہگار عاجزی کی وجہ سے جنت میں جائے گا اور اس متکبر عبادت گذار کے چونکہ اس نے ساتھ حشر نہ ہونے کی دعا کی ہے لہٰذا دوزخ میں جائے گا۔

سبق

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا گنہگار اس ریاکار اور متکبر عبادت گذار سے بہت بہتر ہے جو لوگوں کو جہنم بانٹتا پھرتا ہے اور خود جنت کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔



(95) عقلمند درویش اور متکبر قاضی

ایک غریب پھٹے پرانے لباس والا فقیہ (عالم) قاضی وقت کے بنگلے میں صف پہ بیٹھا تھا کہ قاضی نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور دربان نے اس کو گریبان سے پکڑ کر اُٹھا دیا کہ تیرا مقام یہ نہیں بلکہ پیچھے ہو کر بیٹھ یا یہاں سے نکل جا' ہر شخص صدارت کے قابل نہیں، جب تجھ میں طاقت نہیں تو دلیری کیوں دکھاتا ہے، درویش عالم وہاں سے اُٹھ کر نیچے آ گیا، قاضی نے بھرے دربار میں ایک پیچیدہ مسئلہ چھیڑ دیا جس کا جواب کسی کے پاس نہ تھا، آخر وہی فقیر عالم بڑے رعب سے جھاڑی کے غراتے ہوئے شیر کی طرح بولا! دلیل نہیں ہے تو رگیں کیوں پھلاتے ہو؟ اس نے جو زبان کھولی تو علم و حکمت، فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے اور لوگوں کو مسئلہ کا حل ایسے سمجھایا جیسے انگوٹھی میں نگینہ فٹ ہو جاتا ہے' بڑے بڑے حیران و ششدر رہ گئے اور پھر اس نے اس مسئلہ کا روحانی پہلو جب بیان کیا اور ظاہر سے باطن اور مجاز سے حقیقت کی طرف بیان پھیرا تو ہر طرف سے آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ بول رہا تھا اور قاضی صاحب ایسے دیکھ رہے تھے جیسے گدھا کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے۔ آخر کار قاضی نے اپنی پگڑی اتار کر اس کے سر پہ رکھ دی اور عزت و احترام سے اس فقیر عالم کو اپنی جگہ بیٹھا کر کہا! ہم آپ کی قدر نہ پہچان سکے، ہمیں معاف کیجئے، ایسے عالم کو اس طرح کے لباس میں نہیں ہونا چاہئے۔ درویش عالم کی توہین کرنے پر دربان دوڑتا ہوا آیا کہ معذرت کرے مگر عالم فقیر نے اس کو ڈانٹ کر کہا، پیچھے ہٹ جا اور یہ پکڑ پگڑی اس میں تو سارا غرور بھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے قاضی نے مجھے صف سے اٹھا دیا تھا۔ اگر میں نے اس پچاس گز کی پگڑی کو سر پہ سجا لیا تو ایسا نہ ہو کہ کل کلاں میں بھی قاضی کی طرح لوگوں کو ذلیل سمجھنے لگوں جیسے آج قاضی نے مجھے ذلیل جانا۔ جب لوگ مجھے مولانا اور صدر صاحب کہیں گے تو میرا دماغ کیوں نہ خراب ہو گا۔ لہٰذا میں اس کے بغیر ہی بھلا' پانی اگر صاف ستھرا ہو تو

چاہے پیتل کے کٹورے میں ہو یا مٹی کے پیالے میں اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ عزت والا آدمی پگڑی کا محتاج نہیں اور نہ ہی بڑے سر کی وجہ سے بندہ بڑا بنتا ہے، کدو کتنا بڑا ہوتا ہے مگر اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے۔ جو پگڑی اور مونچھوں کی وجہ سے تکبر کرتا ہے کیا وہ جانتا نہیں کہ پگڑی روئی کی ہے اور مونچھیں بدن کا گھاس، تو کیا روی اور گھاس اس قابل ہے کہ ان کی وجہ سے تکبر کیا جائے، علم وفضل سے خالی لوگوں کو صرف صورتاً ہی انسان سمجھنا چاہیے حقیقت میں وہ خاموش مورتیاں ہیں۔ ہنر والے کو ہی اونچی جگہ بجتی ہے نہ یہ کہ جو اونچی جگہ بیٹھ گیا وہ اونچا ہو گیا اور جو نیچے بیٹھا وہ نیچا' پٹ سن کا کانا اگر اونچا بھی ہو جائے تو بے قیمت ہے کہ اس میں مٹھاس نہیں اور گنا مٹھاس سے بھرا ہوا ہونے کی وجہ سے بلندی کا محتاج نہیں کیونکہ اسے بلند کرے کے لیے اس کی مٹھاس ہی کافی ہے کیچڑ میں پڑی ہوئی کوڑی کو قیمتی سمجھ کر کسی نے اُٹھالیا تو کوڑی نے کہا! مجھے اُٹھا کر ریشمی رومال میں لپیٹنے کا کیا فائدہ میں تو بے قیمت ہوں۔ انسان دولت کی وجہ سے بلند نہیں ہوتا، گدھے کو ریشمی لباس بھی پہنا دو تو گدھا ہی رہے گا۔ فقیر عالم نے کچھ اس اندرز سے چڑہاتی کی کہ قاضی کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا اور پکار اُٹھا ان هـذا اليـوم عسـيـر. آج کا دن تو بڑا سخت ہے درویش عالم وہاں سے کھسک گیا اور اپنا تعارف بھی نہ کرایا بعد میں لوگ کہتے رہے یہ کیا بلا تھی کہ سب کو ذلیل کر گیا، بڑا تلاش کیا نہ مل سکا آکر کار ایک نے کہا! ایسا شخص اس شہر میں سعدی ہی ہو سکتا ہے دوسروں نے کہا ہزار آفرین ہے اس پر کہ کڑوا حق کتنی مٹھاس سے کہہ گیا ہے۔

سبق

کسی کی ظاہری حالت سے اس کے باطن کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے ہو سکتا ہے ظاہر میں پھٹے پرانے کپڑوں والا علم وفضل کا پہاڑ ہو اور عمدہ لباس والے علم سے خالی اور جاہل مطلق ہوں۔ ''سعدی فرماتے ہیں تا وقتیکہ مرد نگفتہ باشد عیب و ہنر نہفتہ باشد'' جب تک بندہ بولتا نہیں اس کے عیب وکمال چھپے رہتے ہیں۔
(یہاں پر اختصار کے ساتھ علم کی عظمت کو بیان کر دینا نہایت ہی مناسب رہے گا)



علم کی عظمت

علم (عَلِمَ۔ یَعْلَمُ) کسی چیز کو کما حقہ جاننا' پہچاننا' حقیقت کا ادراک کرنا' یقین حاصل کرنا' محسوس کرنا' محکم طور پر معلوم کرنا۔ علم کا درجہ معرفت اور شعور سے زیادہ بلند ہے۔ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عالم حقیقی اور علیم حقیقی ہے۔ علم نور الٰہی ہے۔ اگر کسی بشر سے حاصل ہوتا ہے تو کسبی علم کہلاتا ہے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم سے حاصل ہوتا ہے تو علم لدنی کہلاتا ہے۔

علم لدنی کی چند اقسام ہیں۔ مثلاً وحی' الہام' فراست اور اور دل میں بات ڈالنا' وغیرہ۔ وحی انبیاء کرام علیہم السلام سے خاص تھی۔ الہام اولیاء اللہ سے' اور فراست ہر مومن کو بقدر ایمان نصیب ہوتی ہے اور دل میں بات ڈالنا ہر قسم کی مخلوق کو نصیب ہو سکتی ہے۔

وحی: انا او حینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده واوحینا الی ابراهیم واسمٰعیل واسحاق و یعقوب والا سباط وعیسٰی وایوب و یونس وهارون وسلیمان واتینا داؤد زبورا O (النساء:۱۶۳)

"بے شک (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم!) ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف بھیجی وحی (حضرت) نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد پیغمبروں (علیہم السلام) کو وحی بھیجی اور ہم نے (حضرت) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کو وحی کی اور ہم نے (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو زبور شریف عطا فرمائی۔"

الہام: واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رآدوهُ الیک و جاعلوهُ من المرسلین O (القصص :۷)

''اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو الہام کیا کہ اسے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو (کہ فرعون اسے قتل کر دے گا) تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول (علیہ السلام) بنائیں گے۔''

اکثر ترجمہ کرنے والوں نے یہاں وحی کا ترجمہ الہام کیا بعض نے حکم اور وحی بھی کیا ہے اور جنہوں نے وحی کیا ہے انہوں نے ساتھ تشریح میں لکھ دیا ہے کہ یہاں وحی سے مراد الہام ہے' اور وہ وحی مراد نہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام پر فرشتے کے ذریعہ سے نازل کی جاتی تھی۔

فراست: یہ وہ نور ہے' جو رب کریم' اہل ایمان کو بقدر ایمان نصیب فرماتا ہے۔

واقعہ: هذا عثمان بن عفان دخل علیه رجل من الصحابة وقدرای امراة فی الطریق فتأمل محاسنها فقال له عثمان: یدخل علی احد کم واثر الزناظاهر علی عینیه فقلت: اوحی بعد رسول ﷺ فقال لا ولکن تبصرة وبرهان وفراسة صادقة (کتاب الروح لابن القیم الجوزی ص ۳۲۱ (عربی)

''یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں ان کے پاس دوستوں میں سے ایک دوست آتے ہیں۔ جنہوں نے راستے میں ایک عورت کو دیکھا تھا اور اس کے حسن و جمال میں غور کر رہے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بغیر نام لیے فرمایا! بعض لوگ اس حالت میں میرے پاس آ جاتے ہیں کہ زنا کا اثر ان کی آنکھوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ میں نے کہا' کیا رسول

کریم ﷺ کے بعد بھی وحی جاری ہے؟ فرمایا! نہیں بلکہ یہ تو بصیرت' برہان اور سچی فراست ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله ثم قرا ان فی ذلک لایت للمتوسمین قال للمتفرسین (ترمذی جلد۲ ص۱۴۵' ابواب تفسیر القرآن (تفسیر سورۃ الحجر)' حلیۃ الاولیاء جلد۴ ص۱۹۴' المعجم الکبیر للطبرانی جلد۸ ص۱۰۲' ابن کثیر جلد۲ ص۸۴۰' در منثور جلد۵ ص۹۱' کنز العمال حدیث نمبر ۳۰۷۳۰' فتح الباری جلد۱۲ ص۳۸۸' مجمع الزوائد جلد۲ ص۱۴۸)

"مومن کی فراست سے بچو یا ڈرو کیونکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی' ان فی ذلک لایت للمتوسمین "یعنی" یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے (جو خداداد صلاحیتوں کی بنا پر) نشان لگانے والے ہیں یعنی فراست والے ہیں۔"

دل میں بات ڈالنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و اوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجر ومما یعرشون ○ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذلا ط یخرج من م بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ط ان فی ذلک لایة لقوم یتفکرون ○ (النحل: ۶۹'۶۸)

"اور آپ (ﷺ) کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں' درختوں اور چھتوں میں اپنے گھر (چھتا) بنا۔ پھر ہر قسم کے میووں میں سے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں پر چلتی پھرتی رہ۔ اس کے پیٹ سے

پیٹ کی ایک چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے غور وفکر کرنے والوں کے لیے۔"

علم سیکھنا فرض ہے:

نبی کریم ﷺ نے علم سیکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا تعلموا العلم وعلموه الناس (مشکوٰۃ ص ۳۴' دارمی جلد ۱ ص ۷۳' دار قطنی جلد ۴ ص ۸۱۔ ۹۷' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۲۰۸' متدرک حاکم جلد ۴ حدیث نمبر ۳۳۲' قرطبی جلد ۳ جز ۵ حدیث نمبر ۵۶' کنز العمال حدیث نمبر ۲۸۸۶۲) "علم سیکھو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا: طلب العلم فريضة على كل مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۴' ابن ماجہ ص ۲۰' المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۱۹۵' البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۲۲' قرطبی جلد ۴ جز ۹ ص ۱۸۷' مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۱۹' الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۹۶) "ہر مسلمان مرد پر علم سیکھنا فرض ہے۔" مسند احمد میں ومسلمة بھی ہے یعنی (ہر مسلمان مرد اور) "مسلمان عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔" علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں۔ لہٰذا نماز' روزہ وغیرہ کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر کلمہ گو مسلمان پر فرض ہے۔ حیض ونفاس کے مسائل سیکھنا' ہر عورت کے لیے فرض ہے۔ حج کے لیے جانے والے پر حج کے مسائل سیکھنا' عین فرض ہے۔ ایسے ہی علم طب' علم معاشیات' علم جغرافیہ' علم سائنس' علم جراحت وغیرہ سیکھنا اور نظام زندگی کو درست رکھنے اور چلانے کے لیے علم سیکھنا بہت ضروری ہے۔ دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ ہے۔ اپنے نفس کی آفات اور شیطانی اثرات وغیرہ سے آگاہی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ ان سے بچا جا سکے اور یہ کام علم سیکھے بغیر ممکن نہیں۔

ایک روایت میں ہے اطلبوا العلم ولو بالصين (المیزان حدیث نمبر ۴۲۱' لسان المیزان جلد ۶ ص ۱۰۹۰' کنز العمال حدیث نمبر ۲۸۶۹۷' ۲۸۶۹۸' تاریخ بغداد للخطیب جلد ۹ ص

۳۶۳' کشف المحجوب پہلا باب (اثبات علم) ''علم حاصل کرو اگر چہ ملک چین میں جا کر حاصل کرنا پڑے۔'' کیونکہ علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

وہ علوم جو بے فائدہ ہیں جن سے سیکھنے والے کو یا دوسروں کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو تو ایسے علوم کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ **ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم** (البقرۃ) ''اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے اور نفع نہ پہنچا سکے۔''

چنانچہ ایک روایت میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اعوذبک من العلم لا ینفع** (المیزان حدیث نمبر ۴۱۱۹) (اے اللہ جل جلالک!) ''میں تیرے ساتھ ایسے علم سے پناہ چاہتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔''

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے: **المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون** (کنز العمال حدیث ۲۸۷۰۹) ''بغیر علم وفقہ کے عبادت کرنے والا کولہو کے بیل کی مثل ہے۔'' جتنا بھی چلتا رہے وہیں کا وہیں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد** (کشف الخفاء جلد ۲ ص ۳۶۰' حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۴' کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۴۰ حدیث نمبر ۲۸۷۰۹' ترمذی حدیث نمبر ۲۶۸۱' ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۲' المعجم الکبیر للطبرانی فی جلد ۱۱ ص ۷۸' الترھیب جلد ۱ ص ۱۰۲' مشکوٰۃ ص ۳۴) ' ہزار عابدوں کے مقابلے میں ایک فقیہہ شیطان پر بھاری اور غالب ہے۔' فقیہہ سے مراد وہ عالم ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا خصوصی فضل ہو۔ فقیہہ اس لیے فرمایا گیا کہ اسے دین کی صحیح سمجھ ہوتی ہے۔

واقعہ نمبر 1 (شیطان کا داؤ):

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ''اخبار الاخیار'' شریف میں لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں' میں نے اپنے والد معظم غوث

الثقلین حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر! رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ایک سفر کے دوران میں ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا' چند روز میں نے وہاں قیام کیا لیکن پانی ہاتھ نہ آیا۔ جب پیاس کا غلبہ ہوا تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جس نے مجھ پر سایہ کردیا۔ اس میں سے کچھ قطرات ٹپکے جنہیں پی کر تسکین ہوئی۔ اس کے بعد اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کرلیا پھر اس میں سے عجیب و غریب صورت ظاہر ہوئی اور آواز آئی عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں جو چیزیں میں نے دوسروں پر حرام کی ہیں' تجھ پر حلال کرتا ہوں لہٰذا جو تیرا دل چاہے لے اور جو چاہے کر' فرماتے ہیں' تو میں نے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا دور ہو معلون کیا کہہ رہا ہے؟ اچانک وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی اے عبدالقادر! تو علم کی وجہ' احکام پروردگار اور احوال منزلت سے آگاہی کے سبب مجھ سے بچ گیا۔ میں نے ایسے ہی طریقوں اور ترکیبوں سے ستر (70) اہل طریقت کو ایسا گمراہ کردیا کہ وہ کہیں کے نہ رہے۔ یہ کون سا علم اور ہدایت ہے' جو حق تعالیٰ نے تجھے عطا فرمائی ہے' میں نے کہا یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے اور وہی ابتدا و انتہا میں ہدایت فرماتا ہے۔''

(اخبار الاخیار ص ۱۲ فارسی (چھاپہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)' طبقات الکبریٰ جلد ا ص ۱۲۷' قلائد الجواہر ص ۲۰)

واقعہ نمبر 2 (خوبصورت نصیحت):

حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں' میں نے ایک پتھر کو راستے میں پڑا ہوا دیکھا اس پر لکھا ہوا تھا مجھے الٹا کرو اور پڑھو' فرماتے ہیں' جب میں نے اس کو الٹا کیا تو اس پر لکھا ہوا تھا ''انت لا یعمل بما یعلم فکیف تطلب العلم مالا تعلم'' (کشف المحجوب ص ۱۳ عربی چھاپہ اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ سمن آباد لاہور) یعنی ''تو اس پر عمل نہیں کرتا جسے تو جانتا ہے جس کا تجھے علم نہیں اسے تو کیسے تلاش کرسکے گا''؟ یعنی تو اس کام میں پابند اور مشغول ہو جا جس کا تجھے علم ہے تاکہ اس علم کی برکت سے جس چیز کا تمہیں علم

نہیں اس چیز کا علم بھی حاصل ہو جائے۔ علم کی طلب اور شوق' رب ذوالجلال کا بہت بڑا انعام ہے۔ علم کی تلاش جہاد بھی ہے اور علم وہ ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا ادب اور احترام ہو۔ جس علم کو سیکھنے کے بعد اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی معرفت حاصل ہو اور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور اولیاء کرام و بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین' بڑوں اور والدین کا ادب واحترام پیدا ہو وہ علم ہے جو ایسا علم نہیں اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع (کنز العمال جلد ۱۰ص ۱۵۸ حدیث نمبر ۲۸۸۱۹' الترغیب والترہیب جلد ۱ص ۱۰۵' مشکوٰۃ ص ۳۴' ترمذی حدیث نمبر ۲۶۴۷) ''جو تلاش علم میں نکلا وہ واپسی تک اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں ہے۔'' جو علم کی جستجو میں علماء کے پاس گیا وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد اور عبادت میں شمار ہوگا۔ پھر عمل اور دعوت وتبلیغ کا ثواب شروع ہوگا۔

گناہوں کا کفارہ:

حضرت سخبرہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

من طلب العلم کان کفارۃ لما مضی (ترمذی حدیث نمبر ۲۶۴۸' دارمی جلد ۱ص ۱۳۹' مشکوٰۃ ص ص ۳۴) ''جس نے علم کی تلاش کی (علم کو طلب کیا' حاصل کیا) یہ طلب وتلاش اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی۔''

طالب علم کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسے وضو نماز' تلاوت قرآن مجید وغیرہ عبادات سے' اللہ تبارک وتعالیٰ نیت خیر سے طلب علم کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے

اور گذشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام سے ایک درجہ نیچے:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: من جاء ہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الا سلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ (دارمی جلد ا ص ۱۰۰، مشکوٰۃ ص ۳۶، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۲۶۰) ''جسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لیے علم سیکھ رہا ہو تو جنت میں اس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا''، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام سے بہت قرب نصیب ہوگا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اعلیٰ علیین میں اور علماء کرام ان سے نیچے، کیوں کہ یہ دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

ایک گھڑی علم کا درس:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیاء ھا (مشکوٰۃ ص ۳۶، مرآۃ جلد ا ص ۲۱۹) ''رات میں ایک گھڑی علم کا درس تمام کی رات کی بیداری سے افضل ہے۔''

جیسے رات کی گھڑیوں میں کچھ دیر کا درس رات کی بیداری سے افضل ہے ایسے ہی دن میں کچھ دیر علم کا درس و تحصیل علم میں مشغولیت تمام دن کی عبادت سے افضل ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض عبادات معاف ہیں اور بندہ فرائض چھوڑ کر علم سیکھے جن عبادات سے علم افضل ہے ان سے مراد نفلی عبادات ہیں۔

مجلس دُعا و مجلس علم:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ دو مجلسوں پر گذرے، آپ ﷺ نے فرمایا کلا ھما علیٰ خیر واحد ھما افضل من صاحبہٖ ''یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے''

اما ھولآءِ فیدعون اللّٰہ و یرغبون الیہ فان شاءَ اعطاھم وان

شاء منعهم و اماهؤ لآءِ فیتعلمون الفقه او العلم ویعلمون الجاهل فهم افضل و انما بعثت معلما ثم جلس فیهم (مشکوٰۃ ص ۳۶' مرآۃ جلد ا ص ۲۱۰)

''لیکن یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ جو فقہ وعلم خود سیکھتے رہے یا ناواقفوں کو سکھاتے رہے ہیں وہی افضل ہیں اور میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں' پھر آپ ﷺ انہیں میں تشریف فرما ہوئے۔''

جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ بھلا چاہتا ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقهه فی الدین و انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی (مشکوٰۃ ص ۳۲۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۰' مسند احمد جلد ا ص ۳۰۶' بخاری جلد ا ص ۱۶) ''اللہ (تبارک وتعالیٰ) جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ اور دانائی عطا فرما دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) مجھے عطا فرماتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے اس پرنور ارشاد مبارک کا مطلب واضح ہے کہ جس کو دینی شعور اور دانائی حاصل ہوئی' اسے بھلائی حاصل ہوئی۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے الفاظ رٹ لینا علم دین اور کمال نہیں' بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے اور یہی اہم ہے۔ اسی لیے فقہا کی تقلید کی جاتی ہے' رب کریم کا قرآن مجید میں ارشاد مبارک ہے من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیرا (البقرہ ۲۶۹) ''جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی''

یہاں حکمت سے مراد دانائی سمجھ اور فقہ ہے اور کمال یہی ہے کہ علم قرآن مجید اور علم حدیث مبارکہ کو سمجھا جائے' علم کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ سمجھنے سے حاصل ہوتا' حکمت و دانائی سمجھ بوجھ کو کہتے ہیں اور جس کو علم حاصل کرنے سے سمجھ بوجھ' فہم' شعور اور دانائی کی نعمت نصیب ہوتی ہو' اسے علم کا نور حاصل ہوگا۔ رسول کریم ﷺ اللہ تبارک و

تعالیٰ کی دی ہوئی ہر نعمت تقسیم فرماتے ہیں' دین و دنیا کی ساری نعمتیں اس میں شامل ہیں۔

لوگوں میں اعلیٰ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **الناس معادن کمعادن الذھب والفضة خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا** (مسلم حدیث نمبر ۲۳۰۱' مرآۃ جلد ۱ ص ۱۸۷' مشکوٰۃ ص ۳۲۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۵۳۹۔ کنز العمال حدیث نمبر ۲۸۷۱۶) ''لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں جو کفر میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں' جبکہ عالم دین بن جائیں''

مطلب یہ کہ ظاہری صورتوں کے علاوہ تمام انسان رنگ و فطرت اور طبیعت' سیرت و کردار میں مختلف ہیں۔ اسلام انسان کی عزت کو بڑھاتا ہے' اُسے عزت و وقار بخشتا ہے۔ جو لوگ زمانہ کفر میں عمدہ اخلاق اور بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہوئے اور ان کے سینے نورِ ایمان اور نورِ علم اسلام سے منور ہوئے تو مسلمانوں میں بھی انہیں عزت و سرفرازی' وقار اور بلندی حاصل ہوئی۔ اسلام نے عزت میں اضافہ کیا ہے عزت کو گھٹایا نہیں کفار کا سردار مسلمان ہو کر نو مسلم کی حیثیت سے حقیر نہیں جانا جائے گا بلکہ وہ مسلمانوں میں بھی سردار ہی رہے گا اُسے گرایا نہیں جائے گا۔

قابلِ رشک انسان:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللّٰہ مالا فسلطه علیٰ ھلکته فی الحق ورجل اتاہ اللّٰہ الحکمة فھو یقضی بھا ویعلمھا** (بخاری جلد ۱ ص ۱۷' مسلم' مشکوٰۃ ص ۳۲' مرآۃ جلد ۱ ص ۱۸۸) ''دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں ایک وہ شخص جسے اللہ (تبارک و تعالیٰ) مال عطا فرمائے اور وہ اُسے اچھی جگہ پر لگا دے' دوسرا وہ شخص جسے اللہ (تبارک و تعالیٰ) علم عطا فرمائے تو وہ اس سے (صحیح صحیح) فیصلے کرے (وہ علم)

لوگوں کو سکھائے۔"

رشک اور حسد:

رشک اور حسد دو مختلف چیزیں ہیں:

دوسروں کو ملی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہونا' ان کے لیے قائم رہنے کی دعا کرنا اور اپنے لیے بھی ویسی نعمت اور خوشی چاہنا' دوسروں کو خوش حال دیکھ کر خوش ہونا اور خیر کی دعا کرنا رشک کہلاتا ہے۔ حسد مطلقاً حرام ہے۔ کسی کو ملنے والی نعمت پر جلنا اور زوال چاہنا حسد کہلاتا ہے۔ دوسرے کے زوال اور اپنے لیے ویسی ہی خواہش حسد ہے جو بہت بڑا عیب ہے۔ یہی وہ عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا۔

علم حسد نہیں سکھاتا۔ حسد علم کی نفی کرتا ہے جہاں صحیح علم ہوگا وہاں حسد نہیں ہوگا اور جہاں حسد ہوگا وہاں نوری علم نہیں ہوگا۔

واقعہ: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور اُن سے پوچھا:

هل تعلم احدا اعلم منک ؟ قال موسی لا !

"آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تو نہیں جانتا"

فاوحی اللہ الی موسٰی بلی عبدنا خضر "تب اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے انہیں وحی بھیجی ہمارا ایک بندہ ہے (حضرت) خضر (علیہ السلام) جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔"

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک سن کر کسی قسم کا حسد نہیں کیا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ آپ نبی علیہ السلام ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی علیہ السلام معصوم ہوتے ہیں جبکہ حسد گناہ ہے' جو نبی علیہ السلام سے سرزد نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ کہ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ حسد نہ کرنا یہ علم کا حسن ہے اور پھر علم کی کمی و بیشی اللہ

تبارک وتعالیٰ کی عطا سے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا پر ناراضگی یا حسد ایک عالم کی شان کے خلاف ہے اور دوسرے شان نبوت کے خلاف ہے) چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچنے کا طریقہ پوچھا توفجعل اللّٰہ لہ الحوت ایة وقیل لہ اذ فقدت الحوت فارجع فانک ستلقاہ ''تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے ایک مچھلی ان کی ملاقات کی علامت مقرر کر دی اور ان سے فرمایا جب آپ مچھلی کو گم پانا تو لوٹ آنا (تو واپسی میں) تم انہیں مل لو گے۔ وہ مچھلی کے نشان کی تلاش میں سمندر کے ساحل پر چلنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی (حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) نے کہا آپ نے دیکھا جب پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا تھا کہ میں اسے یاد رکھتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس پلٹے تو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا اور اُن کا یہی قصہ ہے (بخاری جلد ا ص ۱۷۔) (جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۶۰ سے آیت نمبر ۸۰ تک تفصیل سے بیان فرماتا ہے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے فوجدا عبداً من عبادنا اتینہ رحمة من عندنا وعلمنہ من لدنا علما (الکھف: ۶۵) ''تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت عطا کر رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم (علم لدنی) سکھا رکھا تھا'' اس سے مراد علم نبوت کے علاوہ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بہرہ ور تھے بعض تکوینی امور کا علم ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف حضرت خضر علیہ السلام کو نوازا تھا۔



(96) شہزادے کی توبہ

(تبریز کے قریب نظامی گنجوی کے) شہر گنجہ کا شہزادہ بڑا بداخلاق اور نالائق واقع ہوا۔ ایک دن شراب پی کر گاتا ہوا مسجد میں آ گیا، جبکہ عین اسی وقت مجلس وعظ جمی ہوئی تھی، اہل مجلس میں اس کو روکنے کی طاقت تو نہ تھی کیونکہ جب بادشاہ، ہی برائی شروع کردے تو امر بالمعروف کا فرض کون ادا کرے گا؟ خوشبو پر لہسن کی بو غالب آجاتی ہے اور ستار کی آواز ڈھول کے سامنے دب جاتی ہے، اور ایمان کا تیسرا درجہ یہی ہے کہ اگر ہاتھ اور زبان سے برائی نہ روک سکو تو دل سے برا جانو چنانچہ سب اہل مجلس نے دل سے برا جانا، لیکن ایک بوڑھے نے روتے ہوئے خطیب صاحب سے کہا کہ ہم ہاتھ اور زبان سے تو اس کو منع تو نہیں کر سکتے اللہ سے دعا تو کر سکتے ہیں کہ اس کو ہدایت دیکر مسجد کا احترام کرنے والا بنادے

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

دعا شروع ہوگئی خطیب صاحب نے یوں دعا کی اے زمین وآسمان کے مالک اس شہزادے کو ہمیشہ کی خوشحالی عطا کر۔ سامعین میں سے ایک نے اعتراض کیا کہ اس شرابی کے لیے آپ ہمیشہ کی خوشحالی مانگ کر آپ اس کا دماغ اور خراب کر رہے ہیں اور شہر والوں کے لیے نئی مصیبت کھڑی کر رہے ہیں۔ خطیب نے کہا! تو جان نہیں سکا میں نے اللہ سے اس کے لیے توبہ کی توفیق مانگی ہے، جب توبہ کرے گا تو مخلوق کو نفع پہنچا کر آخرت کی دائمی خوشحالی پالے گا۔ جب کہ شراب کا نشہ تو عارضی ہے۔ خطیب بزرگ کی یہ بات کسی نے بعد میں شہزادے کو پہنچادی۔ شہزادہ سن کر رونے لگا کہ میرے جیسے بدکردار کے لیے مسجدوں میں دعائیں ہو رہی ہیں اور وہ بھی اچھی دعائیں اس نے قاصد بھیجا کہ جاؤ خطیب صاحب کو بلالاؤ کہ مجھے اپنے ہاتھ پہ توبہ کرائیں چنانچہ بزرگ خطیب شاہی محل میں آئے تو یہاں منظر

ہی عجیب تھا،شراب کی محفل جمی ہوئی ہے طرح طرح کی شراب، کوئی بدمست ہے تو کوئی صراحی ہاتھ میں لیے شعر پڑھ رہا ہے ایک طرف کوئی گا رہی ہے تو دوسری طرف کوئی پی اور پلا رہا ہے۔ یکا یک شہزادے نے گرجدار آواز میں کہا تمام ساز اور طبلے توڑ دو اور شراب کے مٹکے بھی ضائع کر دو۔ چنانچہ پتھر مار مار کر سب کچھ توڑ دیا گیا۔ سرخ شراب ایسے بہہ رہی تھی جیسے جانور ذبح کرنے سے خون بہتا ہے۔ شہزادے نے کہا یہ فرش بھی ناپاک ہے اور اب دھونے سے پاک نہیں ہوگا بلکہ اس کو اکھیڑ کر نیا اور پاک فرش بنایا جائے۔ پھر شہزادے نے ایسی توبہ کی کہ گوشہ نشین ہو گیا پورے شہر میں کسی کی کیا جرأت کہ شراب کو ہاتھ لگائے یا باجے طبلے کی طرف دیکھے اسی شہزادے کو بادشاہ نے کئی بار سمجھایا بلکہ دھمکایا بھی کہ بد چلنی چھوڑ دے مگر یہ نہ مانا مگر صاحب حال کی دعا نے اس کی کایا کو پلٹ کر رکھ دیا۔ اگر یہ بزرگ خطیب بھی اس کو اس کے باپ کی طرح ڈانٹ کر سمجھاتا تو وہ زیادہ بگڑ جاتا اور اس کی جان کو بھی خطرہ تھا کیونکہ شیر پر اگر حملہ کیا جائے گا تو حملہ کرنے والا جتنا بھی طاقتور ہوگا شیر پیچھے نہیں ہٹے گا بلکہ پنجہ مار کر ہلاک کرنے کا سوچے گا نرمی سے ہی دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے سختی تو دوست کو بھی دشمن بنا دیتی ہے۔

سبق

صاحبان اختیار و اقتدار کو حکمت عملی سے ہی نصیحت کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ مزید بگڑ جائیں اور پورے ملک کا ستیاناس کر دیں۔



(97) شہد بیچنے والا

ایک خوبصورت ہنس مکھ آدمی شہد بیچتا تھا جس کا حسن لوگوں میں فتنہ کا باعث بنا ہوا تھا۔ دوسرے حسین اس کے سامنے غلاموں کی طرح تھے اور حسن پرست مکھیوں کی طرح اس کے گرد گاہک بن کر آتے۔ ایک بدصورت کو اس پہ حسد آ گیا اور اس نے اس سے مقابلے کی ٹھان لی۔ اگلے دن وہ بھی شہد لے کر نکلا مگر کسی ایک شخص نے بھی اس سے شہد نہ خریدا رات کو منہ بسوڑے گھر آ گیا اور بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ایسے لگا کہ قرآن میں گنہگاروں کے بارے میں آیات اسی کے لیے اُتری ہیں اور جو حالت عید کے دن قیدیوں کی ہوتی ہے وہی اس کی تھی۔ ایک عورت نے اسی کو دیکھ کر اپنے شوہر سے کہا کہ شاید بدصورت کا شہد بھی کڑوا ہی ہوتا ہے یا لوگ ایسے منہ والے کا شہد کھانا حرام سمجھتے ہیں۔

سبق

ظاہری حسن و جمال کے ساتھ اگر خوش بیانی اور شیریں کلامی بھی ہو تو لوگوں کے دل خریدے جا سکتے ہیں اور سخت گو بدکلام شہد بھی لے کر پھرتا رہے تو کوئی لینے کو تیار نہیں ہوتا۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

؎ مکن خواجہ برخویشتن کار سخت
کہ بد خوئے باشد نگوں ساز بخت

اپنے معاملے کو سخت نہ کر کیونکہ بدمزاج کا نصیب بھی اُلٹا ہوتا ہے

؎ گرفتم کہ سیم وزرت چیز نیست
چوں سعدی زبان خوشت نیز نیست

میں نے مانا تیرے پاس سونا چاندی نہیں، تو کوئی بات نہیں، سعدی جیسی میٹھی زبان سے لوگوں کو گرویدہ بنا لے۔

(98) مردان خدا کی عاجزی

ایک مرد حق آگاہ عقلمند شخص کا ایک بے دین بدمست نے گریبان پکڑ لیا۔ نیک آدمی نے بدمعاش کی سختی برداشت کر لی مگر جوابی کاروائی نہ کی۔ ایک شخص نے اس اللہ والے سے کہا! یہ کیا نامردی ہے کہ اس کو تو نے کوئی جواب بھی نہ دیا۔ بزرگ نے فرمایا! اس طرح کے شخص کو جواب دینا تو احمقوں کا کام ہے (بھلا میں ایک چوہے پہ ایٹم بم کو کیوں ضائع کروں) عقل مند کو اچھا نہیں لگتا کہ ایک گھٹیا شخص کے گریبان پہ ہاتھ ڈالتا پھرے۔ ہنرمند آدمی کا یہی طرز زندگی ہے ظلم سہتا ہے اور مہربانی کرتا رہتا ہے۔

سبق

اللہ کے نیک بندے ہمیشہ تحمل اور بردباری کا مظہرہ کرتے ہیں یعنی

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں
دشمن آجائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کافروں نے طائف کے بازاروں میں کیسا سلوک کیا؟ اور مکے کے کافروں نے کس طرح آپ کو اور آپ کے جانثار صحابہ کو تنگ کیا مگر آپ ہمیشہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتے رہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما! کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔



(99) عزت نفس کا بیان

ایک زہریلے کتے نے کسی دیہاتی کو کاٹ لیا، بیچارا ساری رات تڑپتا رہا، اس کی چھوٹی سی بچی تھی جو اپنے باپ کی تکلیف کو برداشت نہ کرتے ہوئے غصے سے باپ کو کہنے لگی آپ کے بھی تو دانت ہیں آپ نے کتے کو کیوں نہ کاٹ لیا؟ ننھی بچی کی بات سن کر باپ نے مسکرا کر کہا! بیٹی کاٹ تو میں بھی سکتا تھا مگر میں نے اس کی نجاست سے اپنے دانتوں کو بچانا ہی مناسب سمجھا۔ خواہ میرے سر پہ تلواریں بھی چل جائیں مگر میں پھر بھی کتے کو نہ کاٹوں گا۔ انسان جیسا بھی ہو مگر یہ کمینی حرکت تو ہرگز نہیں کر سکتا۔

سبق

شریف آدمی اپنی تکلیف تو برداشت کر لیتا ہے مگر گھٹیا حرکت کر کے اپنی شرافت پر حرف نہیں آنے دیتا۔



(100) نیک آقا اور نافرمان غلام

ایک شخص بہت اچھا تھا مگر اس کا غلام اتنا ہی بُرا تھا اور مزید یہ کہ بدصورتی میں بھی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آشوب چشم کی وجہ سے گندا پانی بہتا رہتا اور بغلوں سے پیاز جیسی بدبو نکلتی رہتی' کھانا پکانے کا کہتا تو اس پر موت آجاتی اور جب پک جاتا تو آقا کے ساتھ بیٹھ کر چٹ کر جاتا۔ اور اتنا بے صبرا کہ کھانے کے ساتھ خود پانی پیتا نہ مالک کو پلاتا، مار کٹائی بھی اس پر اثر نہ کرتی، ایسا منحوس کہ جس کام کو جاتا نامراد لوٹتا۔ کسی نے مالک کو کہا! اس منحوس کو کیوں رکھا ہوا ہے جس کا "نہ منہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا" اس کو بیچ دے میں تجھے ایک اچھا سا خدمت گزار غلام دیتا ہوں۔ اگر پیسوں کا نہ بکے تو مفت ہی کسی کو دے دے بلکہ یہ تو مفت بھی مہنگا ہے۔ اس سے جان چھڑا۔ شریف آقا نے جواب دیا! اگرچہ یہ بُرا ہے مگر اس کی برائی مجھے اچھائی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کی جفاؤں پہ صبر کرتا ہوں تو مجھے صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور اگر اس کو بیچوں گا تو اس کے عیب بیان کرنا پڑیں گے جبکہ اس کسی کی پردہ دری مجھے پسند نہیں ہے۔ دوسروں کو اس کی مصیبت میں مبتلا کرنے سے یہی بہتر ہے کہ میں ہی اس کو برداشت کرتا رہوں اسلام ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو اور جب یہ مجھے پسند نہیں ہے تو اس کو دوسرے کے سر کیوں تھوپوں؟ تحمل و بردباری پہلے تو زہر کی طرح لگتی ہے مگر بعد میں شہد کی طرح سکون دیتی ہے۔

سبق

اپنی پریشانی دوسروں کے سر ڈالنا اچھا نہیں جہاں تک ممکن ہو ثواب سمجھ کر اس کو

برداشت کیا جائے اور دشمن کے لیے بھی خیر ہی کی دعا کی جائے۔

حکایت میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ او کماقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

قرب قیامت کے اس دور میں بے شمار مسلمان ایسے ہیں کہ جو دوسروں کی تکلیف پر خوش ہوتے ہیں اور دوسرے بھائی کو آرام وسکون میں دیکھ کر حسد کی آگ میں جل اٹھتے ہیں۔





(101) حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ

مشہور ولی اللہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں جب بھی کوئی شخص حاضر ہوتا تو آپ اپنی بزرگی کی پرواہ کیے بغیر خود اس کی خدمت فرماتے۔ایک دن ایک قریب المرگ شخص، بیماری کی وجہ سے اس کے بال جھڑ چکے تھے آپ کا مہمان بنا، ساری رات نہ خود سویا نہ آپ کو سونے دیا مزید براں بداخلاق اور سخت مزاج بھی تھا کہ بدزبانی کرتا جس کی وجہ سے آپ کے سارے مریدین بھاگ گئے۔اس کے باوجود وہ بکتا رہتا کہ پیر بنپھرتے ہو یہ سب تمہاری ریاکاری ہے وغیرہ وغیرہ آپ اس کی تلخ باتیں سنتے اور برداشت کرتے ،ایک رات آپ کو معمولی سی اونگھ آ گئی تو اہل خانہ میں سے کسی نے موقع پاکر اس مہمان کو کہا! شرم نہیں آتی یہاں سے کھاتا بھی ہے اور ہمیں ستاتا بھی ہے "گھر کی بلی گھر کو میاؤں" تجھ جیسے کمینے کے ساتھ تو نیکی کرنا بھی گناہ ہے۔ تجھے تکیہ دینے کی بجائے تیرے سر پر پتھر مارنا چاہیے۔آپ فوراً بیدار ہوئے اور بیوی کو فرمایا اس کی بکواس سے پریشان نہ ہو، بے چارہ تکلیف میں ہے اور اس کی خدمت اور جواب میں بدکلامی سے مجھے سکون مل رہا ہے۔

سبق

مہمان اور مریض کی بدکلامی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے بلکہ صبر و تحمل کا مظہرہ کرنا چاہیے سعدی فرماتے ہیں

نہ بینی کہ در کرخ تربت بسے ست
بجز گور معروف معروف نیست

کرخ (مقام) میں بہت قبریں ہونگی مگر (انہیں پاکیزہ صفات کی وجہ سے) حضرت معروف کرخی کی ہی قبر انور مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔



(102) تحمل وبرداشت

ایک سخی اور نیک آدمی کے پاس کوئی ڈھیٹ سائل چلا گیا اتفاق سے ان دنوں اس سخی کی جیب خالی تھی جس کی وجہ سے سائل کی حاجت پوری نہ کر سکا۔ بے حیا سوالی نے گلی میں آکر بدکلامی شروع کر دی اور کہنے لگا! ان بے شرم بچھوؤں سے خدا کی پناہ لباس صوفیانہ پہنتے ہیں مگر در حقیقت بھیڑیے ہیں۔ بلی کی طرح ہر وقت شکار کی گھات میں رہتے ہیں، دیکھنے کو خاموش مگر کتے کی طرح جھپٹ کر حملہ کرتے ہیں۔ ان کی عبادت مکاری ہے جو مسجد میں جا کر لوگوں کو پھانستے ہیں کیونکہ گھر میں تو شکار کر نہیں سکتے۔ قافلے تو بہادر لوٹتے ہیں مگر یہ بے شرم لوگوں کے کپڑے بھی اتار لیتے ہیں۔ رنگ برنگے پیوند لگا کر گدڑی بناتے ہیں لیکن اس کے نیچے سونا چاندی چھپاتے ہیں۔ گندم دکھا کر جو بیچتے ہیں۔ لوگوں کی جیبیں صاف کرنے کے لیے ان کے لیے چیخ چیخ کر دعائیں کرتے ہیں۔ عبادت کرنے میں کمزوری دکھاتے ہیں مگر ناچنے میں جوانوں سے بھی آگے ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی طرح لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں دنیا کے لیے دین بیچتے ہیں خود حضرت بلال جیسا فقیرانہ لباس مگر ان کی عورتوں کے لباس پہ جشنے کی ساری دولت صرف ہو جاتی ہے۔ باقی سنتوں کو ہاتھ نہیں لگاتے صرف دوپہر کا قیلولہ اور سحری کھانے کی سنت اپناتے ہیں میں کیا کیا کہوں اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ان کی برائی بھی اپنی بدنامی سمجھتا ہوں۔ کسی مرید نے اس کمینے سوالی کی یہ بکواس پیر صاحب کو بتادی۔ بزرگ نے ہنس کر فرمایا! یہ تو اس نے کچھ بھی نہیں کہا مجھے پتہ ہے کہ میں اس سے بھی بڑھ کر ہوں۔ اس نے تو بطور گمان کہا ہے میں تو ان برائیوں کو اپنے اندر بالیقین جانتا ہوں۔ اس کا تو میرے ساتھ صرف ایک سال سے تعلق ہوا ہے اور اس نے میرے ایک سال کے عیب بیان کیے ہیں۔ میرے ستر سالوں کے

عیبوں کو تو یہ جانتا ہی نہیں۔ میرے عیب مجھ سے بہتر صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ اس کا میرے بارے میں حسن ظن ہے کہ اس نے میرے گناہوں کی فہرست صرف اتنی ہی سمجھ رکھی ہے۔ اگر محشر میں میرے گناہوں کا یہ سوالی گواہ ہوا تو ضرور دوزخ سے بچ جاؤں گا۔ آئندہ اگر کوئی میرے صرف اتنے ہی عیب بیان کرے تو اسے کہنا کہ میرے پاس آئے اور میرے گناہوں کی کتاب لے جائے۔

سبق

احمق لوگ نیکوں کے بارے کتنی ہی حماقت کریں مگر نیک لوگ تحمل اور برداشت کا دامن نہیں چھوڑتے۔ مردان خدا ہمیشہ لوگوں کی طرف سے دل آزاری کی زندگی گذارتے ہیں اور پھر بھی نہیں گھبراتے

جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

حقیقت میں وہی اہل اللہ ہیں جو مصیبتوں کے تیروں کا ہدف بن کر سی بھی نہیں کرتے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں

زبوں باش تا پوستیت درند
کہ صاحبدلاں بارشو خاں برند

بے حس ہو جا! تاکہ لوگ تیری کھال اتار لیں کیونکہ اہل اللہ ہمیشہ بے شرم لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے آئے ہیں۔

ان بے شرم لوگوں کی کیا بات کرتے ہو؟ ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر نیک لوگوں کی مٹی سے صراحی بنالی جائے تو یہ ملامت گر حسد کی وجہ سے پتھر مار مار کر اس کو بھی توڑ دیں حالانکہ صراحی ہمیشہ اچھی مٹی کی ہی بنتی ہے

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی جو نہی گناہوں پہ اپنے نظر تو جہاں بھر میں کوئی بُرا نہ رہا

عیب کرنے والا گو چھپ کر تیر مارتا ہے جو خطا جاتا ہے اور عیب کی بات تیرے

پاس پہچانے والا دھی تیر اُٹھا کر تیرے پہلوں میں چبھو دینے والے کی طرح ہے یعنی اس عیب بیان کرنے والے سے زیادہ تیرا بدخواہ ہے کہ اسکی شرارت تو ناکام ہو گئی مگر اس کی کمی اس نے پوری کر دی۔ حضور علیہ السلام نے معراج کی رات غیبت کرنے والوں کا بہت برا انجام دیکھا اور قرآن مجید میں اس گناہ کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ افسوس! کہ آج جہاں دو مسلمان بیٹھے ہوں کسی نہ کسی کی غیبت نہ کر لیں تو ان کو چین نہیں آتا۔



بکسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

(102) بادشاہ کی بردباری

ملک شام کے ایک نیک دل بادشاہ (محمد صالح) کی عادت تھی کہ صبح صبح اپنے غلام کے ساتھ باہر نکلتا، عربوں کے رواج کے مطابق آدھا منہ ڈھک لیتا اور گلی کوچوں میں پھرتا، صاحب نظر بھی تھا اور فقراء سے محبت کرنے والا بھی، یہی دو صفتیں بادشاہ کو نیک بادشاہ بناتی ہیں۔ ایک رات گشت کے دوران وہ مسجد کی طرف گیا دیکھا کہ سخت سردی میں کچھ درویش بغیر بستروں کے لیٹے ہوئے صبح کا سورج نکلنے کی انتظار کر رہے ہیں جیسے گرگٹ سورج کی انتظار میں رہتا ہے۔ ایک نے کہا! کہ دنیا نے تو ہمارے ساتھ بے انصافی کی ہے کہ ہم اس حال میں ہیں اور ظالم و متکبر لوگ کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں اگر قیامت کے دن ان کو بھی ہمارے ساتھ جنت میں جانے کا حکم ہو گیا تو میں تو قبر سے ہی نہیں اٹھوں گا۔ کیونکہ جنت صرف انہی لوگوں کا حق ہے جو دنیا میں ظلم و ستم سہنے والے ہیں۔ ظالموں کا جنت میں کیا کام۔ ان ظالموں سے دنیا میں ہمیں سوائے رسوائی کے کیا ملا جو جنت میں بھی ہم پر مسلط کر دیے جائیں۔ اگر ان میں سے کوئی جنت کی دیوار کے پاس بھی آیا تو جوتے مار مار کے اس کی کھوپڑی توڑ دونگا۔ بادشاہ نے اتنی بات سنی اور وہاں ٹھہرنا بہتر نہ سمجھا۔ سورج نکلا تو درویشوں کو بلا لیا ان کی بہت عزت کی اور انعامات سے نوازا بہترین سوٹ پہنائے، بستر دیے، الغرض بہت خوش کیا۔ ان میں سے ایک نے ڈرتے ہوئے عرض کیا! بڑے لوگ تو ان انعامات کے مستحق ہوئے ہم فقیروں میں آپ نے کونسی خوبی دیکھی، بادشاہ یہ بات سن کر ہنسنے لگا اور بہت خوش ہو کر درویش سے کہا! میں متکبر اور رعب کی وجہ سے مسکینوں کو نظر انداز کرنے والا نہیں ہوں۔ تم لوگ بھی جنت میں ہماری مخالفت نہ کرنا آج میں نے صلح کی ہے تو کل تم بھی صلح کر لینا۔

سبق

بادشاہوں کو درویشوں کی خیر خواہی اور خبر گیری رکھنی چاہیے اور درویشوں کو ایسے بادشاہوں کے لیے دعا گو رہنا چاہئے اگر دونوں میں سے کسی ایک گروہ سے کوئی غفلت یا سستی ہو جائے تو درگذر سے کام لینا چاہئے۔ خوش نصیب بندہ ہی درویشوں کو آرام پہنچاتا ہے اور ان خاک نشینوں کو خوش رکھنے والا ہی کل جنت کے درخت کا پھل کھائے گا۔ خودی سے بھرا ہوا شخص چراغ کی طرح روشنی نہیں پھیلا سکتا کیونکہ وہ تو قندیل کا ایسا شیشہ ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے جب وہ خود روشن نہیں تو دوسرے کو خاک روشن کرے گا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

؎ وجودے دہر روشنائی بجمع
کہ سوزیش در سینہ باشد چو شمع

محفل کو وہی شخص روشنی عطا کرے گا جس کے سینے میں شمع کی مانند سوزش ہو گی۔



(104)خود پسندی محرومی ہے

ایک شخص تھوڑا بہت علم نجوم جانتا تھا لیکن انتہائی متکبر تھا، علم نجوم کے ماہر استاد کوشیار (جو بوعلی سینا کا استاد تھا) کے پاس دور دراز کا سفر کر کے آیا کہ مزید علم نجوم حاصل کرے لیکن دماغ میں وہی غرور بھرا ہوا تھا۔ استاد نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور یک لفظ بھی نہ سکھایا آخر مایوس ہو کر واپس جانے لگا تو استاد نے کہا! جو برتن پہلے ہی بھرا ہوا ہو اس میں مزید کیا ڈالا جا سکتا ہے۔ یعنی تیرے غرور نے تجھے دولت علم سے محروم کر دیا ہے کہ تو اپنے آپ کو بڑا عالم فاضل سمجھتا ہے، متکبرانہ دعووں سے خالی ہو کر عاجز بن کر آتا تا کہ تجھے علم سے بھر دیا جاتا' سعدی کی طرح جہاں میں خودی و تکبر سے خالی ہو جا! تا کہ نور معرفت سے تجھے بھرپور کر دیا جائے۔

سبق

خود بینی اور خود پسندی علم سے محرومی اور بدنصیبی کی علامت ہے اور عاجزی و انکساری عظمت و بلندی کی دلیل ہے۔



(105) تسلیم و رضا

ایک غلام نے بادشاہ کی نافرمانی کی اور بھاگ گیا، جب بادشاہ کے حکم سے اس کو پکڑ کر لایا گیا تو بادشاہ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا، جونہی جلاد نے قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی تو غلام نے یوں دعا کرنا شروع کی، اے اللہ! اس بادشاہ کے ہاتھوں مجھے ہزاروں نعمتیں ملی ہیں اگر آج اس نے میرے قتل کا حکم دیا ہے تو میں اس کو اپنا خون معاف کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن میرے خون کے بدلے یہ پکڑا جائے اور اس کے دشمن خوش ہوتے پھریں بادشاہ نے غلام کے منہ سے یہ دعا سنی تو اس کا غصہ جاتا رہا، قتل کا حکم واپس لے لیا اور اُٹھ کر غلام کی پیشانی چومنے لگا اور اس کو بہت بڑا عہدہ بھی دے دیا۔

سبق

اگر اپنے محسن کے ساتھ تسلیم و رضا والا معاملہ کیا جائے تو بڑے سے بڑا جرم معاف ہو جاتا ہے، جب بندے اتنے مہربان ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ قرآن مجید میں ہے جو گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہ معاف کر دیتا ہے بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے (الفرقان) اور حدیث پاک میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔

؎ میرا اللہ بھی کریم اس کے محمدؐ بھی کریم
در کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے

شیخ سعدی فرماتے ہیں نرم بات گرم آدمی پر پانی کا کام دیتی ہے، کیا تو جانتا نہیں

ہے کہ میدان جنگ میں تیروں تلواروں سے بچنے کے لیے ریشمی دستانے پہنے جاتے ہیں جن سے تلوار کی کاٹ ختم ہو جاتی ہے حالانکہ ریشم کتنا نرم ہوتا ہے؟ اسی طرح نرمی سے دشمن کی دشمنی بھی ختم کی جا سکتی ہے

تواضع کن اے دوست باخصم تند
کہ نرمی کند تیغ برندہ کند

خلق خدا پر نرمی کرنے سے اللہ کی مہربانی نصیب ہوتی ہے اور انسان قیامت کی سختیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے الغرض نرمی سے بڑے سے بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔



پردۂ ہستی بسوزی گر بنارِ لا الٰہ
آں زماں بے پردہ بینی نورِ الا اللہ را

پیر یوم

(106)اولیاء اللہ کی عاجزی کا بیان

ایک فقیر کی جھونپڑی میں ایک شخص کو کتے کے بھونکنے کی آواز آئی' بڑا حیران ہوا کہ فقیر کے ڈیرے پہ کتا کہاں سے آگیا؟ بہت تلاش کی مگر کتا نہ ملا، شرمندہ سا ہو گیا اور زیادہ کرید بھی مناسب نہ جانی۔ نیک بندے کے کمرے کی طرف گیا تو انہوں نے اندر بلا لیا اور ساری بات جان کر اس کو فرمانے لگے! اندر آجا جس کتے کو تو تلاش کر رہا ہے وہ میں ہی ہوں، یہ شخص انگشت بدنداں رہ گیا اور پوچھنے لگا! کیا آپ ہی کتے کی سی آواز نکال رہے تھے؟ انہوں نے کہا! ہاں میں ہی تھا۔ اس نے سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا! کہ لوگ کتے کی عاجزی کی وجہ سے اس سے پیار کرتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ میں بھی اللہ کی بارگاہ کا کتا بن جاؤں ہو سکتا ہے اللہ مجھ سے پیار کرنے لگے۔ لہٰذا میں نے کتے کی طرح بولنا شروع کر دیا ہے۔

سبق

اولیاء اللہ بلند مقام پہ اس عاجزی ہی کی وجہ سے پہنچے ہیں، کوئی بھی تواضع کی پستی کے بغیر عظمت کی بلندی نہیں پا سکتا، حضرت سعدی فرماتے ہیں جب سیلاب آتا ہے تو بلندی سے پستی ہی کی طرف گرتا ہے اور جب شبنم عاجز اور حقیر ہو کر گرتی ہے تو سورج کی تپش اس کو اُٹھا کر ستاروں کی بلندیوں تک لے جاتی ہے

چوں خواہی کہ درقدر والا رسی

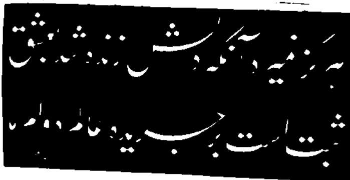
زشیب تواضع بیالا رسی

اگر تو بھی بلند مقام کے حصول کا متلاشی ہے تو بلند مقام تجھے عاجزی کی پستی کے

بغیر ہرگز نہ مل سکے گا۔ بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں

میں اپنی نوں مار کے نیویں کر کے کٹ
بھرے خزانے رب دے دوئیں ہتھیں لٹ





(107) حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ

حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ (معروف ولی اللہ) درحقیقت بہرے نہ تھے (اصم کا معنیٰ بہرہ اس کی جمع صم ہے) ایک دفعہ ایک مکڑی کے جالے میں مکھی کو شکر کے لالچ نے پھنسا دیا اور اس کی بھنبھناہٹ آپ نے سنی تو فرمایا! او لالچی مکھی! ہر جگہ شہد و شکر کے خیال میں گھس جاتی ہے تو جانتی نہیں کہ کہیں جال اور شکاری بھی ہو سکتا ہے۔ مریدین حیران ہوئے کہ مکھی کی آواز تو ہمیں بھی سنائی نہیں دے رہی اور یہ اصم یعنی بہرے ہو کر کیسے سن رہے ہیں، چنانچہ مریدوں نے عرض کیا! آج کے بعد آپ اپنے آپ کو اصم نہ کہلوایا کریں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا! بُری باتیں سننے سے بہرہ رہنا ہی بہتر ہے اور میرے خلوت کے ساتھی صرف میری خوبیاں ہی بیان کرتے ہیں اور میرے عیبوں پہ پردہ ڈالتے ہیں، اس طرح تو میں متکبر بن کر تباہ ہو جاؤں گا، میں بہرہ اس لے ہوں کہ گویا میں اپنی تعریف سن ہی نہیں رہا ہوں تا کہ جب مجھے بہرہ سمجھیں گے تو میری خوبی خامی سب کچھ بیان کرتے رہیں گے اس طرح میں خودی و تکبر سے بچا رہوں گا کیونکہ جو اپنی برائی سن کر برداشت کر لیتا ہے وہ تکبر کی لعنت سے بچ سکتا ہے۔

سبق

شیخ سعدی فرماتے ہیں تعریف کی رسی سے کنویں میں گرنا اچھا نہیں بلکہ حاتم ہو جا اور اپنی برائیاں بھی سنا کر اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں

سعادت نخست و سلامت نیافت
کہ گردن زگفتار سعدی بتافت

جس نے سعدی کی بات نہ مانی اس کو نہ سعادت کی طلب ہے اور نہ وہ سلامتی پا سکتا ہے اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ اپنی اصلاح کے لیے، ساتھیوں کی زبان سے اپنے عیب سننے کی خاطر اگر گونگا بہرا بھی بننا پڑے تو بن جانا چاہیے۔ حضرت حاتم کے اصم نام کی وجہ تسمیہ میں یہ واقعہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اتفاق سے اس کی ہوا خارج ہوگئی اور وہ بھی قدرے آواز سے' بہت شرمندہ ہوئی کہ آپ نے سن لیا ہوگا، آپ اس کی شرمندگی و خفت کو مٹانے کے لیے بہرے بن گے اور فرمایا! مائی زور سے بولو مجھے کم سنائی دیتا ہے اس طرح اس خاتون نے جان لیا کہ یہ تو بہرے ہیں، اور شرمندگی سے بچ گئی۔ پھر آپ نے سوچا کہ اگر بعد میں اس کو پتہ چل گیا کہ یہ تو درحقیقت مجھے شرمندگی سے بچانے کے لیے عارضی طور پر بہرے بن گئے تھے، تو پھر بیچاری شرمندہ ہوگی چنانچہ اس کو شرمندگی سے بچانے کے لیے آپ ساری عمر بہرے ہی بنے رہے اور آپ کا نام ہے حاتم اصم پڑ گیا۔



(108) چور اور سادھ

ایران کا شہر تبریز (حضرت شمس تبریزی جس کی طرف منسوب ہیں) میں ایک عبادت گذار اور شب زندہ دار شخص تھا، ایک رات کسی چور نے اس کے مکان پہ کمند پھینکی، اس نے چور چور کا شور مچا دیا لوگ لاٹھیاں لیکر آ گئے، چور آہستگی سے کھسک گیا۔ عبادت گذار کو اس چور پہ ترس آ گیا کہ بے چارہ ناکام لوٹ گیا ہے چنانچہ عبادت گذار دوسرے راستے سے بھاگ کر چور کے سامنے چلا گیا اور اس کو کہا! میں تیرا خیر خواہوں، تیری بہادری نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور تو طاقت میں اپنی مثال آپ ہے۔ ایک تو مردانہ وار آیا ہے اور دوسرا عین جنگ کی حالت میں تو نے جان بھی بچالی ہے۔ میں تو تیرا گرویدہ ہو گیا ہوں میں تجھے ایک ایسا مکان بتاتا ہوں کہ جس کا دروازہ بند ہے اور دولت سے بھرا ہوا ہے جبکہ مالک مکان بھی گھر پہ نہیں ہے۔ دو چار اینٹیں رکھ کر دیوار پھلانگ لیں گے تو جو ہاتھ لگے گا مال غنیمت سمجھیں گے، اب خالی ہاتھ واپس جانا تو اچھا نہیں۔ کچھ اس انداز سے اس عبادت گذار نے بات کی کہ چور کو یقین آ گیا اور عابد اس کو سیدھا اپنے گھر کی طرف لے آیا۔ چور نے عابد کو دیوار پہ چڑھایا وہ اندر سے جو تھوڑا بہت سامان تھا لا کر چور کی جھولی میں پھینکتا گیا اور آخر میں پھر شور مچا دیا چور چور چور، چور سب کچھ لے کر بھاگ گیا اور بزرگ کو سکون مل گیا کہ مافات کی تلافی ہو گئی ہے۔

سبق

نیک لوگ چوروں اور ڈاکوؤں کی محرومی کو بھی پسند نہیں کرتے اپنا گھر لٹا کر بھی انکی جھولی بھر دیتے ہیں۔ حالانکہ چور ڈاکو خود کسی پر ترس نہیں کھاتے لیکن اہل اللہ کی سیرت

یہی ہے کہ وہ بدوں کے ساتھ بھی نیکی والا معاملہ کرتے ہیں

وراقبال نیکاں بداں می زیند
وگر چہ بداں اہل نیکی نیند

بدکار اگرچہ نیکی اور حسن سلوک کے قابل نہیں ہوتے تاہم رہتے وہ بھی نیکوں کے زیر سایہ ہی ہیں۔



(109) دوستی

ایک بھولا بھالا سا آدمی کسی حسین وجمیل کے چکر میں پڑ گیا، ملامت گروں اور رقیبوں کے ظلم سہتا جیسے گیند بلے کا ظلم سہتا ہے،لوگ مذاق بھی اڑاتے مگر سب کچھ برداشت کر جاتا۔ایک دن کسی نے کہا! تو کیسا بے حس اور بے غیرت ہے کہ تجھ پہ نہ مار اثر کرتی ہے نہ گالی گلوچ سن کر توٹس سے مس ہوتا ہے حالانکہ بدتمیز کی بدتمیزی برداشت کرنے سے لوگ بزدل سمجھتے ہیں،اس دیوانے نے ایسا جواب دیا جو بقول شیخ سعدی سونے سے لکھے جانے کے قابل ہے،اس نے کہا

؎ دلم خانۂ مہر یار است وبس
ازاں می نہ نگنجد در وکین کس

میرا دل تو یار کی محبت کے لیے ہے اس لیے اس میں کسی اور کی دشمنی نہیں آ سکتی۔

لہٰذا لوگ جو چاہیں کہتے رہیں۔

؎ عاشقاں پرواہ نہ دار د گرچہ ڈانگاں وسدیاں

سبق

جس کے دل میں کسی کی سچی محبت ہوگئی اس میں کسی اور کا بغض یا دشمنی جگہ نہیں پا سکتی۔

؎ عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں



(110)حضرت بہلول دانا علیہ الرحمۃ

حضرت بہلول (مشہور مجذوب ولی اللہ) کا گذر ایک جھگڑالو عبادت گذار پر ہوا تو آپ نے اس عابد کو کیا ہی خوب فرمایا

گریں مدعی دوست بشنا ختے
بہ پیکار دشمن نہ پرداختے
گراز ہستیٔ حق خبرداشتے
ہمہ خلق رانیست پندا شتے

اگر یہ معرفت کا دعوے دار اپنے دوست کو پہچان لیتا تو کبھی لڑائی میں مشغول ہونے کی اس کو فرصت ہی کب ملتی؟ اور اگر یہ خدا کو جان لیتا تو تمام مخلوق کو معدوم جانتا۔

سبق

عارف باللہ صرف خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اس کو اتنا وقت ہی کہاں ملتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ لڑتا جھگڑتا پھرے۔



(111) حضرت لقمان حکیم

(داؤد علیہ السلام کے زمانے کا نامور حکیم جس کی تعریف و تعارف قرآن پاک میں بھی ہے اور اس کی حکمت ضرب المثل ہے) لقمان کالے رنگ اور موٹے نقوش والے تھے۔ ایک شخص نے ان کو غلام سمجھ کر مٹی گارے کے کام میں لگا دیا، پورا سال گذر گیا مگر کوئی نہ جان سکا کہ یہ غلام نہیں بلکہ آقا ہے۔ جب اس شخص کا گمشدہ غلام واپس آ گیا تو وہ شخص گھبرا گیا۔ اور جب پتہ چلا کہ یہ تو حضرت لقمان ہیں تو قدموں میں گر کر معافی کا طلب گار ہوا، آپ نے ہنس کر فرمایا! اب معافی کا کیا فائدہ تیرے سال بھر کے ظلم کو ایک لحہ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اور پھر تجھے معافی کی ضرورت بھی کیا ہے؟ تیرا کام تو ہو گیا ہے لیکن میں پھر بھی تجھے اس لے معاف کرتا ہوں کہ تیرے فائدے کے باوجود میرا کوئی نقصان نہیں ہوا، تیرا مکان بن گیا میری معرفت و حکمت بڑھ گئی، دراصل میں بھی غلام ہی ہوں اور میرا بھی کوئی آقا ہے جس کے حکم سے میں بھاگا ہوا ہوں لیکن اب میں اس کو اس لیے نہیں ستاؤں گا کہ مجھے مٹی کی سال بھر کی مشقت یاد آ جایا کرے گی، جو بڑوں کا ظلم نہیں اُٹھا سکتا اُس کو چھوٹوں کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کا دل کمزوروں پہ جلے گا جس نے بڑوں کے سخت احکامات کی تعمیل کی ہو گی۔

سبق

اگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو بعد میں انتقام لینے کی بجائے جتنی بڑی مصیبت تھی اتنی ہی زیادہ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے حضرت لقمان کو انہی تجربوں نے اتنا بڑا عقل مند بنا دیا تھا کہ ان کی نصیحت کی باتوں کو قرآن پاک جیسی کتاب نے اپنے اندر جگہ دی ہوئی ہے۔



(112) حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ

صنعاء کے جنگل میں ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شکاری کتا دیکھا جو کسی وقت تو شیروں کا شکار کرتا تھا مگر اب بوڑھی لومڑی کی طرح عاجز ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ دوڑ دوڑ کر ہرن اور پہاڑی بکروں کو پکڑنے والا اب قبیلہ کی بکریوں سے دولتیاں کھا رہا تھا۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے جب کتے کو اس حالت میں دیکھا تو زار و قطار رونے لگے اور اپنا آدھا زادِ راہ (توشہ) اس کے آگے ڈالتے ہوئے فرمایا

؎ کہ داند کہ بہتر زما ہر دو کیست

کون جانتا ہے کہ اللہ کے ہاں، ہم دونوں میں سے کون بہتر ہے اگرچہ آج بظاہر میں اس سے بہتر نظر آ رہا ہوں مگر کیا خبر تقدیر کسی طرح کا فیصلہ کر دے۔ اگر میں ایمان پر قائم رہا تو یقیناً اللہ کی بخشش کا تاج سر پر رکھوں گا اور اس سے بہتر ہوں گا اور اگر میرے جسم سے معرفت کا لباس اتار لیا گیا تو یہ مجھ سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ کیونکہ کتے کو کتا ہونے کے باوجود بھی جہنم میں نہ ڈالا جائے گا۔

سبق

شیخ سعدی نے نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا

؎ رہ اینست سعدی کہ مردان راہ بعزت نہ کر دند در خود نگاہ

اے سعدی! یہی وہ راستہ ہے جو مردانِ حق کا راستہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو کتوں سے بدتر سمجھنے والے حقیقت میں فرشتوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ اگر خاتمہ بالخیر ہو جائے تو انسان بہتر ہے ورنہ کتا

؎ سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم یہی رکھیں میری پہچان مدنے والے



(113) پرہیز گار اور گویا

ایک مست بربط نواز (بنسری بجانے والا گویا) رات کو گلی میں پھر رہا تھا کہ اس کو ایک نیک شخص ملا۔ اس نے نشے میں نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ صوفی صاحب کے سر پہ باجا مار کر اپنی بربط توڑ لی اور صوفی کا سر توڑ دیا۔ دن نکلا تو وہ پرہیز گار اس سنگ دل گویئے کے پاس مٹھی بھر چاندی لے گیا کہ یہ لے لے کیونکہ کل رات تو نے میرے سر پہ اپنا اوزار مارا جس سے میرا سر پھٹا اور تیرا اوزار، میرا سر تو ٹھیک ہو گیا ہے لیکن تیز اوزار تو پیسوں کے بغیر ٹھیک نہیں ہو سکے گا

؎ ازیں دوستان خدا سر سرند، کہ از خلق بسیا بر سر خورند

سبق

اللہ کے نیک بندوں کو چاہیے کہ جاہلوں کی جفاو ظلم برداشت کریں اور ان کی دل جوئی کر کے اللہ سے ان کے لیے ہدایت کی دعا کرتے رہیں۔ قرآن پاک میں اللہ کے بندوں کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔ و عبا دالرحمن الذین یمشون علی الارض ھوناو اذا خاطبھم الجاھلون قالو اسلما. (الفرقان)

اور رحمان (اللہ) کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں (یعنی پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ زمین کو بھی تکلیف نہ ہو اور تکبر کا نام ونشان بھی نہ رہے) اور جب جاہل ان سے ہم کلام ہونا چاہیں تو اللہ کے بندے سلام (دعا) دے کے آگے نکل جاتے ہیں۔ والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس (القرآن) غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔



(114) ظلم پہ صبر کرنا

(ترکستان کے شہر) وخش کا ایک سردار گوشہ نشین ہو گا۔ صرف گدڑی کا فقیر نہ تھا کہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھلائے بلکہ حقیقی مرد خدا بن کر گیا۔ ایک زبان دراز مگر بے عقل شخص نے یہ کہہ کر اس مرد خدا کی دل آزاری کی کہ "یہ مکار جن ہے جس نے سلمان علیہ السلام کے تخت پر قبضہ کر رکھا ہے اس کا وضو کرنا ایسے ہی ہے جیسے بلی منہ دھوتی ہے اور عبادت طمع کی ہے جیسے محلے کے چوہے شکار میں طمع کرتے ہیں ریا کاری کی عبادت کرتا ہے اور اس کی شہرت خالی ڈھول کی طرح ہے" جب وہ یہ باتیں کر رہا تھا اور مرد عورتیں اس مرد خدا پہ ہنس رہے تھے تو اس مرد خدا نے ہاتھ اُٹھائے اور رو رو کر اس زبان دراز کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا مانگنی شروع کر دی کہ یا اللہ! اس کو توبہ کی توفیق دے دے اور اگر اس نے سچ کہا ہے تو موت سے پہلے مجھے توبہ کی توفیق دے دے۔ اے اللہ میں اس پر ناراض نہیں بلکہ اس کے بارے اچھا گمان رکھتا ہوں کہ اس نے مجھے میرے عیب بتائے ہیں تا کہ میں اصلاح کرلوں۔

سبق

اگر تو دشمن کے کہنے کی طرح برا ہے تو غم نہ کر ورنہ اس کے کہنے سے تو برا نہ ہو جائے گا کیونکہ اگر کوئی بیوقوف کستوری کو گندا کہہ دے تو وہ بکواس ہی تو کر رہا ہے تو کیوں پریشان ہوتا ہے لیکن کوئی پیاز کو بدبودار کہہ دے تو تجھے تردید کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ عقل مند بہرو پیے سے دھوکا نہیں کھاتا لہٰذا بے وقوف تجھے اشتعال میں نہ لائے۔ سمجھداری سے کام لینے والا بدخواہ کی زبان بند کر دیتا ہے۔ تو نیک بن جاتا کہ تیرے اندر عیب کی

گنجائش ہی نہ رہے۔ اور اگر تجھے دشمن کی بات پسند نہیں تو تو بھی کسی کے بارے میں نا پسندیدگی کی بات نہ کر

ے جز آنکس ندانم نکوگوئے من

کہ روشن کند بر من آہوئے من

تیرا خیر خواہ وہی ہے جو تجھ پر تیرے عیب ظاہر کرے



(115) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مسئلہ لیکر گیا، فاتح خیبر نے اس کو علم وعقل کی روشنی میں جواب دیا عوام الناس میں سے کسی نے کہا! اے علی یہ مسئلہ ایسے نہیں جیسے آپ نے بتایا ہے، سبحان اللہ! حیدر کرار ذرا ناراض نہ ہوئے بلکہ فرمایا! اچھا تو بتا دے کیسے ہے۔ اس نے پوری وضاحت سے خوب جواب دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ نے خوش ہو کر اس کو شاباش دی اور اپنی خطا کو تسلیم کیا۔

سبق

شیخ سعدی اس حکایت سے ملنے والا سبق خود بیان فرماتے ہیں

بگل چشمہء خود نشاید نہفت

سورج کی ٹکیہ مٹی میں نہیں چھپائی جا سکتی۔ اگر تو آج کا متکبر ہوتا تو نہ صرف یہ کہ اس کی طرف نگاہ ہی نہ کرتا بلکہ دھکے دے کر دربار سے نکال دیتا اور ایسا مزہ چکھاتا کہ پھر کبھی ایسی ''غلطی'' نہ کرتا۔ کیونکہ جس کا سر پر غرور ہو اس میں حق سننے کی طاقت ہی نہیں اس کو علم سے بیر ہے اور نصیحت سے شرم، بارش سے گل لالہ تو اگتا ہے مگر پتھر پہ نہیں بلکہ گری پڑی ذلیل مٹی سے پھول بھی اُگتے ہیں اور بہار بھی کھلتی ہے لہٰذا متکبر کے سامنے علم وحکمت کے موتیوں کا تھیلا نہ کھول، جو اپنی بزرگی کا متمنی ہے وہ دوسرے اہل کمال کو کچھ نہیں سمجھتا اگر تو لوگوں سے شکریے کے الفاظ سننا چاہتا ہے تو اپنے منہ سے میاں مٹھو بن کے خود اپنی تعریف نہ کر۔ اور اگر خود ہی کہنے لگے تو کسی سے اپنے بارے کہنے کی امید مت رکھ۔



(116) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ بے دھیانی میں ایک تنگ جگہ پہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک درویش کے پاؤں پہ پاؤں رکھ دیا۔ درویش کو معلوم نہ ہوا کہ خلیفہ المسلمین ہیں۔ بگڑ کر بولا! میں تو دیکھ نہیں سکتا کیا تو بھی اندھا ہے؟ آپ نے بڑے تحمل و پیار سے فرمایا! اندھا تو نہیں ہوں مجھے پتہ نہیں چلا، غلطی ہوگی ہے معاف کر دے۔

سبق

اگر غلطی ہو جائے بالخصوص حقوق العباد کے بارے میں، اگر چہ حاکم وقت ہی سے ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اعتراف کرے اور صاحب حق سے معذرت بھی کرے۔ دیکھو اہل اللہ کتنے منصف ہوتے ہیں جو معمولی لوگوں سے معافی مانگتے ہوئے بھی شرم و عار محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ ہوش مند ہی عاجزی پسند ہوتا ہے اور جو شاخ میوے سے بھری ہوتی ہے وہی جھکتی ہے۔ عاجزی کرنے والوں کا سر کل قیامت کو عزت کے ساتھ اونچا ہوگا اور متکبروں کا سر شرمندگی سے جھکا ہوا ہوگا۔ اگر اے انسان تجھے قیامت کے دن کا ڈر ہے تو دنیا میں جو تجھ سے ڈرتے ہیں ان کی خطا معاف کر ماتحتوں پر ہاتھ نہ اُٹھا کہ تیرے ہاتھ سے اونچا بھی ایک ہاتھ ہے لہٰذا اس جہاں کے ساتھ اس جہان کی بھی فکر کر! کیونکہ

کل کی امید وار ہے دنیا — عالم انتظار ہے دینا
حسرتوں کا مزار ہے دنیا — کارواں کا غبار ہے دنیا
عمر برق دشرار ہے دنیا — کتنی بے اعتبار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہیں خالی — کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع — عرصہ کا رازار ہے دنیا
گرچہ ظاہر میں صورت گل ہے — پر حقیقت میں خار ہے دنیا
ایک جھونکے میں ہے ادھر سے ادھر — چار دن کی بہار ہے دنیا
جیتے جی ہیں غریب اس میں دفن — بے کسوں کا مزار ہے دنیا
کوئی راحت میں کوئی زحمت میں — مظہر نور و نار ہے دنیا
رقص بالجبر ہے ہر ایک پتلی کا — شعبدہ گر کی تار ہے دنیا
گل و بلبل بھی جس سے نا خوش ہیں — وہ فریب بہار ہے دنیا
بے خبر رکھتی ہے حقیقت سے — ہوش پر مرے بار ہے دنیا



(117) حسن ظنّ

ایک نیک اور خوش اخلاق شخص بروں کے متعلق بھی اچھا گمان رکھتا اور ان کو اپنے سے بہتر جانتا، جب وہ فوت ہو گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا! تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس نے ہنستے ہوئے پھول کی طرح منہ کھولا اور بلبل کی طرح خوش آوازی میں کہا! چونکہ میں نے دنیا میں کسی کے ساتھ سختی نہیں کی اس لیے فرشتوں نے میرے ساتھ بھی نرمی سے ہی کام لیا ہے۔

سبق

جو دوسروں سے نرمی کا معاملہ کرتا ہے اللہ کے فرشتے بھی قبر میں اس سے نرمی کرتے ہیں اور میدان محشر میں خدائے رحمٰن و رحیم تو اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ حدیث میں ہے ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

؎ کرو مہربانی تم اہل زمین پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر



(118) حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ

(مصر کے رہنے والے ولی اللہ جو حضرت مالک بن انس کے شاگرد و مرید تھے)

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے دور میں دریائے نیل خشک ہو گیا لوگ شہر چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف نکل گئے اور رو رو کر دعائیں مانگتے رہے، اتنا روئے کہ ان کو آنسوؤں کی ندی تو بہہ نکلی لیکن بارش نہ ہوئی کچھ لوگ حضرت ذوالنون مصری کے پاس بھی دعا کے لیے گئے آپ نے دعا کرنے کی بجائے مصر شہر چھوڑا ادھر بارش شروع ہو گئی۔ آپ کو بیس دن بعد مدین میں اطلاع ملی کہ مصر میں خوب بارش ہوئی ہے اور خوشحالی آ گئی ہے چنانچہ آپ واپس مصر تشریف لے آئے ایک عارف نے تنہائی میں آپ سے پوچھا کہ دعا کرنے کی بجائی مصر چھوڑ کر چلے جانا آپ نے کیوں پسند کیا؟ آپ نے فرمایا! میں نے سنا ہے بُروں کے برے اعمال کی وجہ سے پرندوں، درندوں کا زرق تنگ ہو جاتا ہے، میں نے غور کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ مصر میں مجھ سے زیادہ کوئی گنہگار نہیں ہے میں یہاں سے نکلوں گا تو اللہ کی رحمت نازل ہو جائے گی۔

سبق

انسان کتنے ہی بڑے مرتبے پر بھی پہنچ جائے مگر اس کو چاہیے کہ اپنے آپ کو گنہگار ہی سمجھے بلکہ جانوروں سے بھی کمتر جانے۔ سعدی فرماتے ہیں تو لوگوں کی نگاہوں میں تب عزت پائے گا جب اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے گا جس بزرگ نے بھی اپنے آپ کو ہیچ جانا دنیا و آخرت میں عزت پا گیا۔ اس دنیا میں وہی پاکیزہ ہوا جو کسی کمزور کے قدموں کی دھول بن گیا۔ اے میری (سعدی کی) قبر سے گذرنے والے یاد رکھ! اگر میں مٹی ہو گیا ہوں

تو کوئی غم نہیں کہ میں تو مرنے سے پہلے بھی مٹی ہی تھا، اگرچہ میں سارے جہاں میں گھومتا رہا مگر موت کے وقت آرام سے ہی زیر خاک ہو گیا، تھوڑی ہی دیر بعد جسم مٹی میں مل جائے گا اور پھر وہ مٹی دوسری مٹی کے ساتھ اُڑتی ہوئی نظر آئے گی۔ سعدی جیسا بلبل زمانے میں تجھے کہاں سے ملے گا؟ اس بلبل کے مرنے کے بعد اگر اس کی قبر پہ بھی پھول نہ اگا تو کہاں اُگے گا

دنیا میں امن و عیش خیال و خواب ہے
آب حیات سمجھا جسے تو سراب ہے
دنیا میں زندگانی کا ساماں نہیں ملتا
آب حیات ملتا ہے انساں نہیں ملتا
رکھو قدم سنبھال کر گر امتیاز ہے
دنیا میں ہر قدم پہ نشیب و فراز ہے

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بہرام گور (ایران کا مشہور بادشاہ) نے اپنے وزراء کو نصیحت کرتے ہوئے کہا

گر از حاکماں سخت آید سخن
تو بر زیر دستاں درشتی مکن

اگر تجھ سے بڑا تجھ پر سختی کرے تو اس کا بدلہ تو اپنے سے چھوٹوں سے نہ لے کہ تو کہے میرا جہاں بس چلتا ہے میں وہاں ظلم کرلوں۔ اس سے آخرت کی بربادی ہو جائے گی۔



باب نمبر 5

تسلیم ورضا کے بیان میں (مقدمہ)

(شیخ سعدی فرماتے ہیں) میں ایک رات شعر گوئی میں مصروف تھا گویا فکر کا تیل اور بلاغت کا چراغ جل رہا تھا ایک بے ہودہ قسم کے شاعر نے میرا کلام سنا اور مجھے داد دیے بغیر نہ رہ سکا لیکن رقیب تھا تو حسد کی وجہ سے تنقید بھی کر دی کہ سعدی کو وعظ ونصیحت کے علاوہ واقعات جنگ کو نظم کرنے کا کمال حاصل نہیں ہے، جنگ کی تباہ کاریوں کو بیان کرنا اس کے پاس میں بس میں نہیں ہے۔ حالانکہ اس بے چارے کو کیا معلوم کہ میرا جنگ کرنے کا ارادہ ہی نہیں ورنہ کسی کی کیا جرأت کہ اس میدان میں بھی مجھ سے بازی لے جا سکے۔ میرے پاس یہ طاقت ہے کہ زبان کی تلوار کھینچوں تو لوگوں پر سکتہ طاری کر دوں اور دنیائے شعر پہ قلم پھر کر تہلکہ مچادوں کہ سب میرے سامنے عاجز آجائیں۔ اچھا اس کی غلط فہمی کو بھی دور کیے دیتے ہیں تاکہ حسد کی آگ میں جل کر جو اس کے منہ سے فریاد نکلی ہے اس میں اضافہ ہو اور دشمن کے سر کے نیچے پتھر کا تکیہ رکھ دیں۔

نیک بختی اللہ ہی عطا کرتا ہے نہ کہ طاقتور کا بازو! اگر کسی کے بارے آسمان سے ہی دولت کا فیصلہ نہ ہو تو بہادری سے نہیں مل سکتی۔ اگر اپنی ہمت ہی سب کچھ ہوتی تو چیونٹی کا وجود ہی نہ ہوتا اور ہر طرف شیر ہی شیر دکھائی دیتے، تو جب انسان اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ اس کا مقصد اس کے اختیار میں ہو تو بہتر یہی ہے کہ راضی بقضاء ہو جائے، اگر تقدیر میں عمر دارز

لکھی ہے تو سانپ، بچھو، تلوار اور شیر کی کیا مجال کہ کسی کی زندگی ختم کر سکے اور اگر مقدر میں موت لکھی ہے تو شربت کا گھونٹ بھی زہر بن جائے گا، معروف پہلوان رستم کی جب موت آئی تو شغاد جیسے کمزور نے اس کا کام تمام کر دیا۔ تو جب انسان قضا و قدر کے فیصلے تبدیل نہیں کر سکتا تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ تسلیم و رضا کا پیکر بن جائے اور تقدیر کے فیصلوں کو مان لے۔



(119)اصفہانی دوست کی کہانی

ایرن کے شہر اصفہان میں میرا ایک چالاک دبے باک دوست رہتا تھا جس کا خنجر ہمیشہ خون سے تر، اور دشمن کا دل اس کی وجہ سے کباب کی طرح آگ پر رہتا، ہر روز لڑائی اور بلا ناغہ جنگ اس کا معمول تھا اور بہادر وزور آور بھی ایسا کہ اس کے خوف سے شیر بھی شور میں رہتے، دعوے کے ساتھ ہر تیر پر ایک دشمن کو گراتا، اس کا تیر دوہری ڈھال سے ایسے گذرتا کہ کانٹا بھی پھول میں کیا گذرے گا، کوئی بہادر ایسا نہیں تھا کہ اس کے خود پہ اس نے تیر نہ مارا ہو اور خود سر کے ساتھ ہی سی نہ دیا ہو، بہادروں کو ایسے قتل کرتا جیسے ٹڈی دل کے وقت چڑیاں مکڑیوں کا شکار کرتی ہیں، اگر فریدوں (ایران کا مشہور بادشاہ جس نے ضحاک کو قتل کیا تھا) پر بھی حملہ کرتا تو اس کو سنبھلنے نہ دیتا۔ چیتے اور شیر بھی اس کے آگے عاجز تھے، مد مقابل کی پیٹی پکڑ کر اس کو ہوا میں اُچھال دیتا اگر چہ وہ پہاڑ کی طرح ہوتا، الغرض بہادری میں اپنی مثال آپ تھا، مجھے اکثر اپنے ساتھ رکھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ طبعاً نیکی پسند اور نیکوں کا خیر خواہ تھا، مجھے اچانک وہاں سے واپس آنا پڑا کہ دانا پانی ہی اتنا لکھا تھا، ملک شام آیا تو وہاں کی زمین بھی میرے لیے مبارک ثابت ہوئی، ازاں بعد پھر وطن کی یاد نے ستایا تو میں واپس جانے کے لیے ملک عراق سے گذرا۔ ایک رات کچھ سوچ رہا تھا کہ وہی دوست یاد آ گیا، اس کے نمک نے میرا پرانا زخم تازہ کر دیا چنانچہ میں اس کو ملنے اصفہان کی طرف چل پڑا، جب دوست کو دیکھا تو رنگ رہ گیا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی کمر جو تیر کی طرح سیدھی تھی جھک کر کمان بن گئی اور اس کا گلابی رنگ زرد گھاس کی طرح ہو گیا، سر کے بال ایسے سفید کہ گویا برف کا پہاڑ ہے اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے گویا برف ہی پگھل کر پانی بن رہی ہے۔ آسمان نے اس کی بہادری کا پنجہ مروڑ دیا اور سر سے غرور نکال کر گھٹنوں پہ جھکا

دیا میں نے اس سے کہا! اے شیر افگن تجھے لومڑی کس نے بنا دیا؟ اس نے ہنس کر کہا تا تاریوں کی لڑائی کے دن میں نے جنگ جوئی ذہن سے نکال دی ہے، جس دن کہ میدان جنگ کے نیزوں کا جنگل نظر آتا تھا اور سرخ جھنڈے ایسے لگتے جیسے جنگل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میں اس دن خوب لڑا لیکن نصیب نے ساتھ نہ دیا۔ میں ایسا حملہ کرتا کہ تیر کے ساتھ دشمن کی انگوٹھی بھی اتار لیتا، لیکن جب قسمت نے میرا ساتھ نہ دیا تو انہوں نے انگوٹھی ہی کی طرح مجھے گھیر لیا، میں نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی کیونکہ تقدیر سے لڑنا حماقت ہے، میرے ہتھیار میری کیا مدد کر سکتے تھے جب میرا ستارہ ہی گردش میں تھا، جب کامیابی کی چابی ہاتھ میں نہ ہو تو قوت بازو سے توفتح کا دروازہ نہیں توڑا جا سکتا۔ پھر تاتاریوں کی حالت یہ تھی کہ ان کے لوہے کے لباس یہاں تک کہ گھوڑوں کے سموں پر بھی لوہا چڑھا ہوا تھا میں بادل کی طرح گھوڑے کو دوڑاتا اور میری تلوار بارش کی طرح برستی جب دونوں لشکر ٹکرائے تو یوں لگا کہ آسمان زمین پہ ٹوٹ پڑا ہے، تیر ایسے برسے گویا اولے ہیں اور موت کا طوفان آ گیا، جنگجو شیروں کے لیے اژدہوں جیسی کمندیں لائی گئیں، نیلے رنگ کا غبار چھا گیا جس میں تلواریں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں، دشمن کے بہادروں کی ڈھالوں سے اپنی ڈھالیں بھڑا دیں، ہماری تلواریں کند تو نہ تھی مگر ستارہ ہی گردش میں تھا کہ ہر بہادر خون میں لتھڑا ہوا باہر آتا اور تیر مار کر آئرن میں سوراخ کر دینے والے ریشم کو بھی نہ چھید سکے، ہماری صف بندی سٹے کے دانوں کی طرح مضبوط تھی مگر جب بکھرے تو

ے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔ پھر ہم پہ ایسی بزدلی چھا گئی کہ مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنس کر رہ گئے یعنی سامان حرب کی بہتات کے باوجود ہم موت کے منہ میں پھنس گئے قضا کے تیروں کے سامنے ہمارے تیر بے بس ہو گئے کیونکہ نصیب ہی پھرا ہوا تھا۔

سبق

تقدیر کے سامنے تدبیر بے کار ہے اور قضا کو زور بازو سے نہیں روکا جا سکتا۔



(120) فولادی پنجے والا

(آذر بائیجان کے شہر) اردبیل میں آہنی پنجے والے اور بیلچے میں سے تیر گزار نے والے ایک شخص کے سامنے ایک جنگ میں ایک کمبل پوش جوان (کندھے میں گورخر کے چمڑے کی کمند اور جنگ جوئی میں بہرام گور کی طرح تھا) سامنے آیا، فولادی پنجے والے نے اس پر پچاس تیر چلائے مگر ایک تیر بھی اس کے کمبل سے نہ گذرا جبکہ کمبل والا آرام سے آیا اور اس کو کمند کے حلقے میں پھنسا کر لے گیا، اس کے فولادی پنجے خونی چوروں کی طرح گردن سے باندھ دیے، شرمندگی اور غربت کی وجہ سے ساری رات سوچوں میں گذار دی، صبح ہوئی تو کسی نے پوچھا! لوہے کو تیروں سے سی دینے والا کمبل پوش کا قیدی کیسے بن گیا؟ فولادی پنجے والے نے خون کے آنسو رو کر جواب دیا تجھے پتہ نہیں موت آجائے تو کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔

میں تو شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں رستم کو بھی آداب جنگ سکھانے والا ہوں۔

جب نصیب کے بازوؤں میں طاقت تھی تو میرے لیے بیلچا کمبل کی طرح تھا اور اب جبکہ بخت نے ساتھ چھوڑ دیا ہے تو کمبل بھی بیلچے سے کم نہیں۔ موت کے وقت نیزہ زرہ کو بھی پھاڑ دیتا ہے اور زندگی ہو تو قمیض سے بھی نہیں گذرتا، جس کی اجل آگئی وہ تہہ بہ تہہ زرہ پہنے ہوئے بھی ننگا ہے اور اگر نصیب میں زندگی ہو تو ننگے بدن پہ بھی چھری کی کیا مجال کہ چل سکے۔ نہ تو عقلمند کوشش سے جان بچا سکتا ہے اور نہ ہی بے وقوف بے احتیاطی سے مرا ہے۔

سبق

اگر بندے کے مقدر میں نامرادی اور ناکامی ہو تو بڑے سے بڑا منصوبہ بھی دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور تقدیر کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ بن جاتا ہے

؎ دیکھیے قسمت کی شومی دن برے آنے لگے
جن کو تھی پھولوں سے نفرت ٹھوکریں کھانے لگے



(121) ایک حکیم اور کردی مریض

ایک کردی (عراق میں ایک قوم ہے جس کا نام کرد ہے) کے پہلو میں درد اُٹھا جس کی وجہ سے وہ ساری رات سو نہ سکا اس علاقے کے طبیب کو بلایا گیا تو اس نے کہا! انگور کے ہرے پتے کھانے والا ایک رات بھی زندہ رہے تو تعجب ہے یعنی تعجب تو یہ ہے کہ اس نے رات کیسے نکال لی۔ کیونکہ تاتاریوں کا تیرا تنا خطرناک نہیں جتنی کہ ناموافق غذا اور بدپرہیزی۔ اگر ایک ہی لقمے سے کسی انتڑی میں گرہ پڑ جائے تو ایسا بےوقوف ساری عمر کے لیے بےکار ہو جاتا ہے، اللہ کی شان دیکھئے کہ وہ حکیم تو اسی رات مر گیا اور کردی آج چالیس سال کے بعد بھی زندہ وسلامت ہے۔

سبق

موت دوا سے ٹل نہیں سکتی اور جب اس کا وقت نہ آیا ہو تو قریب المرگ اور لا علاج مریض بھی تندرست ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔



(122) مردہ گدھے کا سر

ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا تو اس نے نظر بد سے بچنے کے لیے اس کا سر انگوروں کی بیل پہ لٹکا دیا، ایک بوڑھا وہاں سے گذرا اور باغ کے مالی کو ہنس کر کہا! اے جان من! جو بے چارہ اپنے سر کو ڈنڈوں سے نہ بچا سکا ہو بڑے باغ کو نظر بد سے کیا بچائے گا۔ جو حکیم خود تکلیف سے مر رہا ہو وہ دوسرے کی تکلیف کیا رفع کرے گا۔

سبق

ٹونے ٹوٹکے تقدیر کے سامنے نہیں چلتے' نظر بد سے بچنے کے لیے لوگ آج بھی اس طرح کی توہم پرستی میں مبتلا ہیں، کوئی نئے مکان پر ٹوٹی ہوئی ہنڈیا لٹکا دیتا ہے تو کوئی سیاہ کپڑا جبکہ احادیث مبارکہ میں بڑی عالیشان دعائیں اللہ کے نبی علیہ السلام نے اس مقصد کے لیے عطا فرمائی ہیں۔



(123) قسمت

ایک غریب و تنگدست شخص کے ہاتھ سے دینار زمین پر گر گیا بے چارے نے بہت ڈھونڈا مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور دینار نہ مل سکا آ کر تھک ہار کر واپس چلا گیا اچانک گذرتے ہوئے ایک شخص کی نظر دنیار پہ پڑ گئی اور وہ اُٹھا کر گھر لے گیا۔

سبق

انسان ابھی ماں کے بطن میں ہوتا ہے تو اس کے لیے نیک بختی یا بد بختی کا قلم چل چکا ہوتا ہے، اگر روزی طاقت اور تلاش کے بل بوتے پر ملتی تو پہلوان اور مزدور سب سے زیادہ خوش حال ہوتے۔ مقدر ساتھ دے تو بغیر کوشش کے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے ورنہ ہزار کوشش بے کار اور رائیگاں جاتی ہیں

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں چل مچلتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بے کار جاتا ہے



(124) باپ کا بیٹے پر ظلم

ایک بوڑھے شخص نے غصّے کی حالت میں اپنے بیٹے کو لکڑی سے بے تحاشا مارا، بے چارے بیٹے نے رو کر عرض کیا! ابا جان میں لوگوں کے ظلم کی شکایت تو آپ سے کرتا ہوں گستاخی معاف! اگر آپ نے ہی ظلم شروع کر دیا ہے تو اب شکایت کس سے کروں؟

سبق

انصاف کرنے والے ہی جب بے انصافی پہ اُتر آئیں تو فریاد صرف اللہ سے ہی کی جا سکتی ہے شیخ سعدی نے اس موقع پہ فرمایا

؎ بداور خروشد خداوند ہوش
نہ ازدست داور برآور خروش

عقلمندوں کو کوئی تکلیف پہنچاتے تو اس کی فریاد خدا سے کرتے ہیں اور خدا کی شکایت کسی کے آگے نہیں کرتے۔



(125) دولت مقدر سے ملتی ہے

ایک شخص جس کا نام بختیار تھا، اور واقعی بخت اس کا یار تھا، بڑی دولت والا سرمایہ دار تھا، اس پورے علاقے میں بس وہی مالدار تھا، باقی ہر کوئی کنگال و نادار تھا، ایک عورت کا شوہر جب رات کو خالی ہاتھ گھر گیا تو فاقے کی ماری نے لڑائی شروع کر دی کہ تو سارے جہان سے بدنصیب واقع ہوا ہے گویا سرخ بھڑ ہے تو' کہ ڈنگ کے سوا تیرے پاس کچھ بھی نہیں۔ جا ہمسائیوں سے ہی کمانا سیکھ لے میں کوئی مفت کی رنڈی نہیں ہوں کہ فاقے مرتی رہوں دیکھ ان لوگوں کے پاس کس قدر سونا چاندی ہے تو بھی ایسا ہو جا۔ اس کمبل پوش اور صاف دل، شریف آدمی نے خالی ڈھول کی طرح چیخ کر کہا! میرے بس میں کچھ نہیں تو بھی طاقت سے تقدیر کا پنجہ نہ مروڑ، یہ اختیار اللہ نے مجھے نہیں دیا کہ میں خود اپنے آپ کو خوش نصیب بنالوں۔

سبق

رزق اللہ کی طرف سے مقسوم ہے اس میں انسان کی صلاحیت ولیاقت کا کوئی دخل ہوتا تو جاہل بے وقوف بھوکے مرتے اور اہل علم وفضل وکمال آج کے دنیا داروں کی طرح عیش کر رہے ہوتے جبکہ معاملہ ہمیشہ سے اس کے الٹ رہا ہے اور ایسے ہی رہے گا۔



(126) بدصورتی اور میک اَپ

(ایران کے جزیرہ) کیش کے ایک درویش مرد نے اپنی بدصورت بیوی کو چہرے پہ پاؤڈر لگاتے ہوئے دیکھ کر کیا ہی اچھا جملہ بولا! جب تقدیر کے ہاتھوں نے تجھے بدصورت بنایا ہے تو پھر چہرے پہ پاؤڈر ملنے سے کیا حاصل، نہ تو طاقت سے نیک بختی خریدی جاسکتی ہے اور نہ ہی اندھی آنکھ سرمہ لگانے سے روشن ہوسکتی ہے۔ کتے سلائی کا کام نہیں کر سکتے اور کمینے نیک بختوں والا کام نہیں کر سکتے اور اگر یونان و روم کے تمام فلسفی بھی اکٹھے ہو جائیں تو تھور سے شہد نہیں بنا سکتے۔ جتنی بھی کوشش کرلو وحشی انسان نہیں بن سکے گا کوشش ہی ضائع ہوگی۔ آئینہ کا زنگ تو صاف ہوسکتا ہے مگر پتھر کا آئینہ بنا محال ہے۔ بیر کی شاخ سے پھول کبھی نہ اُگے گا اور حبشی کو پورا سمندر بھی سفید نہ کر سکے گا۔

سبق

خدائی فیصلہ جب ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے کسی کا زور نہیں چل سکتا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس سے مصالحت ہی کر لی جائے اور محنت کسی دوسرے کام میں کر لی جائے تا کہ وقت و محنت رائیگاں نہ جائے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

؎ چو رد می نہ گردد خدنگ قضا
سپر نیست مر بندہ راجز رضا

جب قضا کے تیر کو کوشش سے رد (واپس) نہیں کیا جا سکتا تو بندے کے لیے تسلیم و رضا کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہ جاتا

؎ راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو



(127) گدھ اور چیل

ایک گدھ نے چیل کو کہا کہ مجھ سے زیادہ دور بین کون ہو سکتا ہے، چیل نے کہا یہ دعویٰ کیا ہے تو ثابت بھی کرنا پڑے گا، ذرا جنگل میں میرے ساتھ تو چل اور مجھے بتا کونسی شئے کس جگہ ہے۔ چنانچہ دونوں جنگل کی طرف جا رہی تھیں کہ میلوں کے فاصلے سے جنگل میں دور دراز پڑا ہوا گندم کا دانہ گدھ کو نظر آ گیا اور اس نے چیل کو بتا دیا کہ فلاں جگہ پہ دانہ گندم پڑا ہے۔ چیل کو یقین نہ آیا دونوں نے نیچے جا کر تصدیق کرنا چاہی، جب گدھ دانے کے پاس گئی تو ایک لمبا پھندا اس کی گردن سے لپٹ گیا۔ چیل نے کہا۔ تیری تیز نگاہ مسلم تھی مگر اس کا کیا فائدہ کہ تجھے دانہ تو نظر آ گیا مگر دشمن کا پھیلایا ہوا اتنا بڑا جال نظر نہ آیا۔ گدھ بیچاری جال میں پھنسی ہوئی کہہ رہی تھی تقدیر کے سامنے احتیاط بھی فائدہ نہیں دیتی۔ جب موت اس کے سر پر آ گئی تو اس کی باریک بین آنکھیں جال کی طرف سے بند ہو گئیں۔ جس پانی کا کنارہ ظاہر نہ ہو اس میں پیراک کا شوخا پن کام نہیں آتا۔

سبق

قضا کے سامنے اچھے بھلے تیز نگاہوں والے بھی اندھے ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

نہ آبستنِ در بود ہر صدف
نہ ہر بار شاطر زند بر ہدف

ہر سیپی موتی سے حاملہ نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر چالاک ہر بار نشانے پہ تیر مار سکتا ہے۔



(128)انسانی طاقت واختیار

کپڑے پہ کڑھائی کرنے والے کے شاگرد نے جب کپڑے پر عنقاء اور زرافہ کی تصاویر بنائی تو اُس نے کیا اچھی بات کہی، کہ میں صرف وہی کچھ بنا سکتا ہوں جو استاد نے نقشہ بنا کر دیا ہے قطع نظر اس کے اچھی ہے یا بُری۔

سبق

انسان کی تقدیر میں اچھائی ہے یا بُرائی خدا ہی کی طرف سے ہے بعض اہل اللہ تو اس میں بھی شرک کی بو محسوس کرتے ہیں کہ کوئی کہے مجھے زید نے ستایا یا عمرو نے زخمی کیا۔ اگر تیرے دل کی آنکھیں واہ ہو جائیں تو نہ تجھے زید نظر آئے نہ عمرو۔ میرا خیال نہیں کہ اگر بندہ اللہ کے لکھے ہوئے پر راضی رہے تو خدا اس کا رزق بند کر دے گا۔ اور اگر وہ ہی روزی بند کر دے تو لاکھ محنت کر کے بھی اس کو کھولا نہیں جا سکتا الغرض تقدیر کے دائرے سے باہر نکلنا محال ہے۔



(129) اونٹ کا بچّہ

اونٹ کے بچے نے ماں سے کہا! بہت سفر کر لیا ہے اب تھوڑا آرام کر لے۔ ماں نے جواب دیا! بیٹا میری مہار کسی اور کے ہاتھ میں ہے جب بیٹھائے گا بیٹھ جاؤں گی چلائے گا تو چل پڑوں گی۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو کیوں بوجھ اُٹھاتی۔

سبق

ہر شخص تقدیر کا قیدی ہے اپنی مرضی سے تقدیر کے خلاف نہیں کر سکتا، تقدیر ہی جہاں چاہتی ہے کشتی کو لے جاتی ہے اگر چہ ملاح جسم کے کپڑے بھی پھاڑ دے۔ حق پرست کے لیے بارگاہ خداوندی ہی کافی ہے کہ اس در کے دھتکارے ہوئے کو کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا اور اگر وہ ذات کسی کو سر بلند کر دے تو باعث فخر ہے۔ لامانع لحکمه و لا ناقض لقضا نه۔ نہ کوئی اس کا حکم روک سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا فیصلہ توڑ سکتا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں

مکن سعدیا دیدہ بردست کس
کہ بخشندہ پروردگار است و بس

اے سعدی کسی سے امید نہ رکھو کیونکہ دینے والا وہی خدا ہے اور بس۔



اخلاص کی برکت اور ریا کاری کا نقصان

ایک شخص نے شہرت اور ریا کاری کے ارادے سے شب بیداری کی تو ایک پہاڑی بزرگ نے اس کو کہا! اے میری جان جا اور خلوص حاصل کر کیونکہ مخلوق سے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا، جو لوگ تیری اس ریا کاری کی عبادت کو دیکھ خوش ہو رہے ہیں انہوں نے صرف تیری ظاہری حالت دیکھی ہے اگر جسم پہ برص کے داغ ہوں تو حور جیسے غلام کی بھی کوئی قیمت نہیں' مکر کے ذریعے تو جنت میں کبھی نہ جا سکے گا کیونکہ اس دن تیری مکاری نہ چلے گی اور ریا کاری کی چادر تیرے چہرے سے الٹ دی جائے گی۔

سبق

بے خلوص کی عبادت کی مثال بے مغز چھلکے کی سی ہے۔ اگر تو ریا کار ہے تو تیری کمر میں آتش پرستی کا زنار اور گدڑی برابر ہے۔ پہلے تو اپنی بزرگی ظاہر ہی نہ کر اور اگر کر لی ہے تو مرد بن ہجڑا نہ بن۔ اگر حقیقت بھی ہو تو نمائش کرنے میں حرج نہیں ہے لہٰذا ہستی کے مطابق نمائش کر۔ مانگا ہوا لباس تو اتار ہی لیا جائے گا اور وہی پرانا کپڑا جسم پہ رہ جائے گا۔ پست قد اگر لکڑی کے پاؤں لگا بھی لے تو صرف بچوں کے نزدیک ہی بڑا ہوگا۔ تانبے پہ چاندی کا ملمع کرنے والے کو پہچان نہ کر سکنے والے کے پاس ہی جانا چاہیے۔ پیسے پر سونے کا ملمع کرے گا تو سنار فوراً پہچان لے گا۔ جب (عبادت کے) سونے کا ملمع کرنے والوں کو فرشتے آگ میں لے جائیں گے تو ظاہر ہو جائے گا سونا نہیں بلکہ پیتل (ریا کی عبادت) ہے۔



(131) بچے کا روزہ

ایک نابالغ بچے نے روزہ رکھا بڑی مشکل سے دو پہر کی۔ کلاس کے مانیٹر نے اس کو چھٹی دے دی تا کہ گھر جا کر آسانی سے روزہ پورا کرے۔ ماں باپ نے بہت پیار کیا اور بادام اور پیسے اس پر نچھاور کیے۔ آدھا دن گذرا تو برداشت سے کام اوپر چلا گیا، سوچا اگر چند لقمے کھالوں تو والدین کو کیا پتہ چلے گا؟ چنانچہ اندر جا کر پیٹ بھر لیا اور بظاہر روزہ دار بھی رہا۔

سبق

دکھاوے کی عبادت کا ثواب تو نہیں ہوگا ہاں البتہ عذاب ضرور ہوگا۔ اگر تجھے اللہ کے لیے عبادت نہیں کرنی تو کیا پرواہ بے وضو ہی نماز میں کھڑا ہو جا۔ وہ بوڑھا جو ریا کاری کی عبادت کرتا ہے اس بظاہر روزہ دار بچے سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ جس نماز کو لوگوں کی خاطر لمبا کیا جائے گا وہ دوزخ کے دروازے کی چابی ہے۔ تیری راہ اگر اللہ کی بارگاہ میں جانے کی بجائے لوگوں کی طرف جا رہی ہے تو تیرے مصلّے کو ضرور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اچھی سیرت والا اگر چہ بظاہر اچھا نہ لگ رہا ہو مگر اس عبادت گذار سے بہتر ہے جس کا باطن خراب ہے۔ بلکہ جس فاسق نے پرہیزگاری کا لباس پہن رکھا ہے وہ چور ڈاکو سے بھی بُرا ہے۔ جو ساری زندگی مخلوق کو ہی خوش کرتا رہا بھلا اللہ اس کو کیوں مزدوری دے گا۔ زید کا کام کرنے والا عمرو سے مزدوری نہیں مانگ سکتا۔ دوست تک پہنچنا ہے تو سیدھی راہ چل ورنہ کولہو کے بیل والا معاملہ ہوگا جس کی آنکھیں تیلی نے باندھ رکھی ہیں اور ساری رات چلنے کے باوجود جہاں تھا وہیں رہا۔ غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے والا اگر کافر ہے تو ریا کار

نے بھی تو نیاز مندی کا چہرہ خدا کے غیر کی طرف کیا ہوا ہے۔ جس درخت کی جڑیں مضبوط ہوں اس کی حفاظت کر ایک دن ضرور پھل دے گا۔ پتھر پر بیج پھینکنے والے کو ایک جو بھی نہ ملے گا۔ باطن کے بُرے کو ظاہر کی عزت فائدہ نہ دے گی۔ خدا کے ہاں مقبول ہونے والی گدڑی بھی اچھی ہے، لوگوں کو کیا پتہ لباس میں کون ہے یہ تو لکھنے والا جانتا ہے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔ عدل کے ترازو اور انصاف کے دفتر میں (ریا کاری کی) ہوا کا مشکیزہ کوئی وزن نہیں رکھتا۔ ابرہ (لحاف کا اوپر والا کپڑا) اسی لیے استر (لحاف کے اندرونی کپڑے) سے اچھا سمجھتے ہیں کہ وہ ظاہر ہے اور یہ پردے میں، اسی لیے بزرگ ریشم کا استر رکھتے ہیں کہ دکھاوے سے ان کو کام نہیں ہوتا۔ حضرت بایزید بسطامی نے کیا خوب کہا کہ میں مرید کے مقابلے میں منکر سے زیادہ امن میں ہو کیونکہ مرید تو میری خوبیاں ہی بیان کرے گا جس سے مغروری کا خطرہ ہے جبکہ منکر برائی کرے گا اور میں ریا کاری سے بچ جاؤں گا۔ جس در کے بادشاہ بھی گدا ہیں تو یہ گدا ہمارا کیا سہارا بن سکتے ہیں۔ اگر تیرے اندر کمال ہے تو یہی بہتر ہے کہ موتی والی سیپ کی طرح سر جھکا لے۔ خدا کے لیے عبادت کرنے والے کی تمنا تو یہ ہوتی ہے کہ مجھے جبریل امین بھی نہ دیکھے تو اچھا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں

ترا پند سعدی بس است اے پسر
اگر گوش گیری چو پند پدر

اگر تو باپ کی نصیحت کی طرح میری (سعدی کی) باتوں کی طرف توجہ کرے تو میری نصیحت بھری باتیں تجھے کافی ہیں ورنہ

ہمارا کام کہہ دینا ہے "سعدی" کوئی آگے مانے یا نہ مانے



(132) قناعت کا بیان (حاجی کا اخلاق)

حاجی صاحبان کے اخلاق کو اللہ اچھا کرے، مجھے (سعدی کو) ایک حاجی صاحب نے ہاتھی دانت کی بنی ہوئی کنگھی دی، ایک مرتبہ حاجی صاحب نے میری غیر موجودگی میں غصے میں مجھے کتا کہ دیا' ہوسکتا ہے کسی نے میری طرف سے کوئی چغلی لگائی ہو۔ میں نے وہ کنگھی پھینک دی کہ مجھے کتا نہ کہنا یہ لیجئے اپنی ہڈی۔ اپنا سرکہ کھانے والا حلوے والے کا ظلم براشت نہیں کرتا۔

سبق

بے غیرتی کے ہدیے تحفے سے عزت والی محرومی بہتر ہے۔ تھوڑے پر صبر کر لینا بادشاہوں کے تحائف لینے سے بہت بہتر ہے، جب تو نے لالچ چھوڑ دیا تو بادشاہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تو خود بادشاہ ہے اور ترے لیے شاہ و گدا برابر ہیں۔ اور لالچی کا پیٹ گویا طبلہ ہوتا ہے۔ جو ہر دروازے کو اپنا قبلۂ مقصود سمجھتا ہے۔



(133) لالچ بُری بلا ہے

ایک لالچی شخص خوارزم شاہ (خراسان کے صوبہ خوارزم کے بادشاہ) کے پاس صبح سویرے جا پہنچا، اس کی تعظیم کے لیے پہلے جھکا پھر زمین چومی اور سوال کیا' اس لالچی نے بیٹے باپ سے کہا! مجھے ایک مشکل مسئلہ پوچھنا ہے اور وہ یہ کہ آپ نے ایک بار مجھے کہا تھا کہ ہمارا قبلہ سرزمین حجاز میں ہے لیکن آج آپ نے بادشاہ کی اس قدر تعظیم کی ہے جیسے قبلہ کی کرتے ہیں۔

سبق

لالچ انسان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے جو اس سے بچ جاتا ہے وہ دنیادار کے سامنے جھکنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جبکہ لالچی کا قبلہ ہر لحہ بدلتا رہتا ہے۔ قناعت پسند سر بلند ہوتا ہے اور لالچی کا سر کندھوں سے اونچا نہیں ہو سکتا لالچی شخص دو جوں کے لیے اپنی عزت کے موتی بکھیر دیتا ہے۔ ندی سے سیراب ہونے والے کو برف کے آگے اپنی عزت نہیں گنوانی چاہیے۔ اگر تو عیش پرستی سے چھٹکارا نہیں پائے گا تو ضرور در بدر دھکے کھائے گا۔ دست طلب دراز نہ کر، لمبی آستین سے تجھے کچھ نہ ملے گا۔ لالچ نہ کرنے والے کو یہ ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی کو لکھے کہ فقط آپ کا خادم فلاں بن فلاں۔ یہی لالچ تجھے ہر مجلس سے ذلیل کر کے نکلوا دیتا ہے آخر تو ہی اس کو دل سے کیوں نہیں نکال دیتا۔



(134)غیرت

ایک غیرت مند آدمی کو بخار چڑھ گیا اس کو شکر کی ضرورت پڑی تو کسی نے کہا! فلاں شخص سے تھوڑی سی شکر مانگ لاؤ۔ اس نے جواب دیا میرے لیے موت کی تلخی اس (ترش چہرے والے) کی شکر سے زیادہ پسند ہے، مرنا گوارہ ہے مگر مانگنا برداشت نہیں۔ عقلمند ایسے شخص سے شکر نہیں مانگتا جو سوال سن کر چہرہ سرجیسا (سخت) کرلے۔ دل کی ہر خواہش پوری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جسمانی آرام روح کا نور گھٹا دیتا ہے۔ انسان کو ذلیل کرنے والے نفس امارہ کو کوئی عقلمند بھی عزت نہیں دیتا نفس کی ہر تمنا پوری کرنے والا دنیا سے نامراد ہو کر جاتا ہے۔ ہر وقت پیٹ کا تنور گرم رکھنے والا فاقے کے دنوں بہت پریشان ہوتا ہے۔ زیادہ کھانے والا زیادہ بوجھ اُٹھانے والا ہے اور کھانے کو نہ ملے تو پھر غم کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ پیٹ ذلیل دخوار ہوتا ہے اور پیٹ کی تنگی دل کی تنگی سے بہتر ہے یعنی کھانے کو نہ ملے تو پرواہ نہ کرے مگر دل تنگ ہو کر لالچ کرنا اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا بہت بُرا ہے۔

سبق

غیرت مند شخص مرجانا گوارا کرلیتا ہے مگر عزت نفس کو مجروح کر کے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا پسند نہیں کرتا۔ خدا کی پہچان اس شخص کو حاصل نہیں ہوتی جس نے اللہ کی تقسیم پر قناعت نہ کی۔ دردر پھرنے والے کو بتادو کہ بھیک نہیں بلکہ قناعت انسان کو مالدار بناتی ہے۔ کیونکہ لڑھکتے پتھر پہ کبھی گھاس نہیں اُگتی۔ مانگ مانگ کر جسم پالنا اس کو ہلاک کرنا ہے۔ عقلمند اپنے ہنر سے کماتے کھاتے ہیں اور مانگنے والے بے ہنر ہوتے ہیں وہی شخص انسان کی سیرت جانتا ہے جو نفس کے کتے کو باندھ دیتا ہے صرف کھانے اور سونے سے کام

رکھنا درندوں کا طریقہ ہے، پیٹ کے بھرنے کے ساتھ گوشے میں بیٹھ کر معرفت کا توشہ بھی حاصل کر یہی حق کا راز ہے جس پر یہ ظاہر ہو گیا اس نے پھر باطل کو کبھی پسند نہیں کیا۔ اگر تجھے روشنی اور اندھیرے کا فرق معلوم نہیں تو تیرے لیے جن اور حور کو دیکھنا برابر ہے۔ حق کا راستہ چھوڑ کر باطل کے کنویں میں کیوں گرتا ہے؟ جس بات کے پروں میں حرص کا پتھر باندھا ہو وہ آسمان کی بلندیوں پہ پرواز نہیں کر سکتا اگر تو اس پتھر تو چھڑا دے تو سدرہ تک جا سکتا ہے۔ عادت سے کم کھانا فرشتوں سے ملا دیتا ہے جبکہ وحشیوں کی طرح کھانے والا پرواز کرنا جانتا ہی نہیں۔ پہلے انسان بن پھر فرشتہ خصلت بننے کی بات کر۔ سرکش بچھیرے کی پشت پہ سواری کرنے والا ضرور گرے گا بلکہ آپ بھی مرے گا اور تجھے بھی مارے گا۔ انسان کو انداز ے سے خوراک کھانی چاہیے پیٹ صرف کھانے ہی کی جگہ ہی نہیں غذائے روح ذکر واذ کار اور سانس کی جگہ بھی ہے۔ جب پیٹ بھر کر کھانے سے سانس لینا مشکل ہو گیا تو ذکر واذ کار کیسے ہو گا۔ اس لیے کہ بھرے معدے والا حکمت و معرفت سے خالی ہوتا ہے۔ جیسے دوزخ جب بھر جائے گا تو ھل من مزید کا نعرہ لگائے گا، نہ آنکھیں بھرتی ہیں نہ پیٹ لہٰذا قناعت ہی بہتر ہے۔ تیری روح کا عیسیٰ تو مر رہا ہے اور تجھے گدھے کی فکر ہے۔ دین کے بدلے دنیا خرید نے والا گویا انجیل دیکر گدھا خرید رہا ہے۔ جانور جب بھی جال میں پھنستے ہیں لالچ ہی کی وجہ سے پھنستے ہیں، تو انسان ہونے کی وجہ سے ویسے تو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے مگر دستر خوان کی طرف چوہے کی طرح لپکتا ہے۔ مگر یاد رکھ! چوہا جس گھر کا پنیر کھائے گا اس کے پنجرے میں پھنس جائے گا تو بھی اگر غیر اللہ سے لالچ رکھے گا تو شیطان تجھے پھنسا لے گا۔



(135) بسیار خوری کی ذلّت

بصرہ سے میں (سعدی) ایسی کہانی لایا ہوں جو تر کھجور سے بھی زیادہ میٹھی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں چند دوستوں سے ساتھ ایک کھجوروں کے باغ کے پاس سے گذرا، ہمارے درمیان ایک پیٹو بھی تھا جو اپنے پیٹ کی وجہ سے کئی بار ذلیل ورسوا ہو چکا تھا۔ لالچ میں آ کر درخت پر چڑھا مگر جلد ہی گردن کے بل زمین پر گرا اور مر گیا۔ آخر "ہر بار تو گڑ میٹھا نہیں ناں ہوتا" نہ درخت پر چڑھنے والا ہر بار کھجور کھا سکتا ہے۔ گاؤں کا نمبردار آ گیا اور ہمیں ڈانٹنے لگا کہ اس کو کس نے مارا ہے میں (سعدی) نے کہا! ہمیں نہ ڈانٹ اس کو ہم نے نہیں بلکہ اس کو اس کے پیٹ نے مارا ہے۔

سبق

پیٹ ہتھکڑی بھی ہے اور بیڑی بھی پیٹ کا بندہ خدا کا بندہ نہیں بن سکتا مکڑی جب سراپا پیٹ بن جاتی ہے تو چیونٹیاں چھوٹا پیٹ رکھنے کے باوجود اسے ٹانگوں سے سے کھینچ لیتی ہے۔ اس پیٹو کا دامن بھی لالچ نے کھینچ کر اس کو گرایا ہے۔ باطن کو صاف کر کیونکہ پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی نہیں بھر سکتا۔



(136) پیٹو صوفی

ایک پیٹو صوفی کو بھوک اور شہوت نے ستایا اس کے پاس ان دو مقاصد کے لیے دو ہی دینار تھے اس نے دونوں خرچ کر دیے، کسی نے پوچھا! دینار کدھر گئے؟ اس نے کہا ایک سے مستی نکالی ہے اور دوسرے سے پھر بھر لی ہے (روٹی کھالی ہے) اور میں کس قدر کمینہ ہوں کہ پیٹ بھی نہیں بھرا اور پشت بھی خالی ہوگئی ہے۔

سبق

پیٹ پرستی اور شہوت انسان کی ذلت کے اسباب ہیں اس لیے ان دونوں کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ غذا کتنی بھی عمدہ کیوں نہ ہو بھوک لگے گی تو مزا آئے گا۔ عقلمند اس وقت تکیے پہ سر رکھتا ہے جب نینداس کو بے قرار کر دیتی ہے۔ ضرورت کے وقت ہی بات اچھی لگتی ہے، میدان خالی نہ ہو تو گیند کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ انداز ے سے زیادہ بولنا اور طاقت سے زیادہ قدم اٹھانا، انسان کو ذلیل کر دیتا ہے۔



(137) فاقہ کشی

(ترکستان کے شہر) طبقری میں ایک شخص کا گنے کا کھیت تھا جس کو بیچنے کے لیے وہ شخص سخت بے چین تھا، ہر طرف گھوما پھرا مگر کوئی گاہک نہ بنا آخر تھک ہار کر اس نے گاؤں کے ایک نیک بندے سے کہا کہ خرید لے! پیسے جب ہوں گے دے دینا۔ اس صالح نے ایسا جواب دیا جو دل پر لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس نے کہا! شاید میں تو گنے کے بغیر بھی صبر کرلوں گا مگر تجھے مجھ سے پیسوں کا تقاضا کرنے سے صبر نہ آئے گا۔ اور اس گنے میں مٹھاس بالکل نہیں ہوتی جس کے پیچھے تلخ تقاضہ ہو

سبق

ادھار لے کر نفس کی خواہشات پوری کرنے کی بجائے اپنے نفس ہی سے ادھار کرلیا جائے کہ اس کو صبر کرنے کا پابند بنا لے۔ اور اس سے فاقہ کرالو۔



(138)ریشمی لباس

(ترکستان کے صوبہ جو دنیا بھر میں بہترین کستوری سپلائی کرنے میں مشہور ہے)
ختن کے بادشاہ نے کسی پیر روشن ضمیر کو خوبصورت قیمتی ریشمی لباس بھیجا۔ بزرگ نے لباس پہنا اور لانے والے کے ہاتھ کو بوسہ دیا' اس کی تعظیم کی اور بادشاہ کو دعائیں دیں اور ساتھ پیغام دیا کہ بادشاہ سلامت کا بھیجا ہوا جوڑا بہت اچھا ہے مگر فقیر کی گدڑی اس سے بھی زیادہ اچھی ہے یہی وجہ ہے کہ آزاد مرد زمین پر سونا گوارا کر لیتا ہے مگر قالین کے لیے کسی کی قدم بوسی نہیں کرتا۔

سبق

پھٹا پرانا لباس شاہی جوڑے سے بہتر سمجھنا چاہیے کیونکہ اس میں کسی کا ممنون احسان نہیں ہونا پڑتا۔



(139) اپنی روکھی سوکھی

ایک شخص نہایت غریب تھا دوسرے لوگوں کی طرح بجائے عمدہ کھانوں کے اس کے سالن میں سوائے پیاز کے اور کچھ نہ تھا۔ ایک بیہودہ شخص نے اس کو ملامت کرتے ہو کہا! ارے نکمے کہیں کے! جا اور شاہی لنگر سے سالن ہی لے آ۔ شرمانے کی ضرورت نہیں' کیونکہ شرمانے والا تو بھوکا ہی مرتا ہے۔ وہ فوراً اٹھا قبا سمیٹی برتن پکڑا آستین چڑھائی اور لنگر خانے میں رش کے اندر گھس گیا تا کہ سالن لے سکے۔ سالن تو نہ مل سکا تاہم بھیڑ کی وجہ سے اس کی قبا پھٹ گئی اور بازو ٹوٹ گیا۔ بے چارا روتا ہوا واپس آ گیا اور کہہ رہا تھا، اے نفس کمینے! تیرا یہی علاج ہے بس آج کے بعد گھر کی روٹی ہوگی اور پیاز کا سالن' کیونکہ لالچی بندہ مصیبتوں کو تلاش کرنے والا ہوتا ہے۔ جو کی روٹی جو اپنے دستر خوان پہ ملے وہ مالداروں کے گھر کی میدے کی روٹی سے بہتر ہے۔ وہ کمینہ جو دوسروں کے دستر خوان کا منتظر رہتا ہے وہ رات بھر دردمند اور زخمی دل ہو کر سوتا ہے۔

سبق

پیاز، سرکہ، اچار یا جو بھی چیز میسر ہو اس سے روٹی کھا لینا غیروں کے دستر خوان پہ گوشت قورمہ اور بریانی کھانے سے کہیں بہتر ہے۔



(140) طمع

ایک بھوکی بلی ایک فاقوں کی ماری ہوئی بوڑھی عورت کے گھر میں گھس گئی چند دن بچے کھچے ٹکڑے کھا کر گذارا کرتی رہی۔ ایک دن تر نوالے کے لالچ میں امیر شہر کے محل میں جا کر میاؤں، میاؤں کرنے لگی۔ امیر کے نوکروں نے ایسا تیر مارا کہ بے چاری بلی زخمی ہو کر بھاگ نکلی، خون ہڈیوں سے بہہ رہا تھا اور زبان حال سے کہہ رہی تھی! اگر خدا نے میری جان بچالی تو میں چوہے کھا کر گذارا کرلوں گی لیکن بڑھیا کی جھونپڑی نہیں چھوڑوں گی۔

سبق

طمع سے بندہ مصیبت میں پڑ سکتا ہے۔ تر نوالہ حاصل کرنے کے لیے جان جوکھوں میں ڈالنے سے بہتر ہے اپنے گھر کے ساگ پات پہ گذارا کرلیا جائے۔ شہد حاصل کرنے کے لیے ڈنگ کھالینا اپنے انگور کے شیرے پر قناعت کرنے سے بہتر نہیں ہے سعدی فرماتے ہیں۔

؎ خداوند ازاں بندہ خرسند نیست کہ راضی بقسم خداوند نیست

اللہ تعالیٰ اس بندے سے ہرگز خوش نہیں ہوتا جو اللہ کی تقسیم پہ راضی نہیں۔



(141) بلند ہمت عورت کا واقعہ

ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا جب بچے نے دانت نکال لیے تو باپ یہ خیال کر کے پریشان ہو گیا کہ اس کے کھانے کا بندوبست کیسے ہوگا اپنی بیوی کے سامنے جب اس نے اس خیال کا اظہار کیا تو عورت نے ایسا مردانہ جواب دیا کہ ہوش ٹھکانے آگئے۔ عورت نے کہا! شیطانی وسوسوں میں نہ پڑ! جس خدا نے مرتے دم تک دانت دیے ہیں وہ اس کو روٹی بھی دے گا۔ طاقتور اللہ قادر و قیوم ہے کہ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرمائے جس نے ماں کے پیٹ میں بچے کے نقش و نگار بنائے ہیں اس نے اسی وقت اس کی عمر اور روزی بھی لکھ دی ہے۔ جب غلام کو خریدنے والا آقا اس کو سنبھالنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو پیدا کرنے والا اپنی مخلوق کو کیوں نہ سنبھالے گا۔ تجھے تو خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جتنا ایک غلام کو اپنے آقا پر ہے یہ جو مشہور ہے کہ اہل اللہ کے ہاتھ میں پتھر (سونا) چاندی بن جاتا اس کا مطلب تو نہیں سمجھ سکا؟ بات یہ ہے کہ وہ لوگ اتنے صابر و شاکر ہوتے ہیں کہ انکے لیے پتھر اور (سونا) چاندی برابر ہو جاتے ہیں۔ جیسے بچے کا دل حرص سے پاک ہوتا ہے تو اس کے لیے سونا اور خاک برابر ہیں۔ جو درویش بادشاہ کو اپنا مقصور سمجھتا ہے اس کو بتا دے کہ بادشاہ فقیر سے زیادہ مسکین ہے کیونکہ فقیر کو تو ایک درہم چاندی سیر کر دیتی ہے جبکہ فریدون (شاہ ایران) ساری دنیا پہ قبضہ کر کے بھی بھوکا رہے گا۔ ملکوں کی حکومت بڑی مصیبت ہے اصل بادشاہ تو فقیر ہے اگر چہ اس کا نام بادشاہ نہیں۔ بے فکر فقیر فکر مند بادشاہ سے کہیں بہتر ہے۔ گنوار اپنے چھونپڑے میں اس قدر چین کی نیند سوتا ہے کہ بادشاہ محل میں بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ جب نیند آتی ہے تو تخت پہ بھی آجاتی ہے اور کُرد کے جنگل میں بھی۔ بادشاہ ہو یا رفو گر جب دونوں سو گئے تو رات دن دونوں کے برابر ہو گئے۔ لہٰذا اگر تو متکبر دولت مند کو

دیکھے تو اپنی تنگ دستی پر بھی اللہ کا شکر ادا کر کہ تو وہ طاقت ہی نہیں رکھتا جس سے تو کسی کو دکھ پہنچائے۔

سبق

اہل وعیال کے اخراجات سے تنگ آ کر گھر چھوڑنا اور بھاگ جانا اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کا کام نہیں ہے۔ پیدا کرنے والے نے خود ہی روزی کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ارشار باری تعالیٰ ہے و مامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (سورۃ ہود) اللہ نے ہر چوپائے کا رزق بھی اپنے ذمے لیا ہوا ہے

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

جو دشمن کو بھی روزی دیتا ہے وہ دوستوں کو کیوں محروم کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے اگر تم اللہ پر اتنا بھی بھروسہ کرو کہ جتنا پرندے کرتے ہیں تو اللہ تمہیں اس طرح روزی دے گا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھر کر آتے ہیں الغرض ہمیں اتنی اپنی فکر نہیں جتنی اللہ کو ہماری ہے

کارساز ما بفکر کار ما
کار ما در کار ما آزار ما

مگر ہائے افسوس کہ آج کے مسلمان کی حالت کچھ ایسی ہوگئی ہے۔

خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں
خیال رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں



(142) سود خور

(حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا) ایک سود خور سیڑھی سے گرا اور اسی وقت مر گیا، اس کا بیٹا اپنے باپ پر چند دن رونے دھونے کے بعد دوستوں کے ساتھ مجلسوں میں گپ شپ کرنے لگا۔ چند دن بعد بیٹے نے باپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ حساب کتاب اور نکیرین کے سوالات کے جوابات میں مشکل تو پیش آئی ہوگی؟ باپ نے کہا بیٹا یہ قصہ نہ چھیڑ (میں حساب کتاب کی طرف گیا ہی نہیں بلکہ) سیڑھی سے سیدھا جہنم میں گرا ہوں۔

سبق

سودی کاروبار کرنے والا اتنا بدنصیب ہے کہ اِدھر مرتا ہے اور اُدھر دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ایک ہی بدنصیب کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ جنگ کا چیلنج کیا ہے اور وہ بد بخت سود خور ہے۔ اور ایک بدنصیب کو حدیث شریف میں جنگ کا چیلنج ہے وہ وہ ظالم ہے جو اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے۔

من عادیٰ لی و لیا فقد ا ذنتہ با لحرب (بخاری شریف)

شب معراج حضور علیہ السلام نے سود خور کو دوزخ میں سخت عذاب کے اندر مبتلا دیکھا۔

قرآن مجید میں ہے سود لینے سے مال بڑھتا نہیں گھٹتا ہے اور زکوۃ دینے سے مال گھٹتا نہیں بڑھتا ہے۔ سود کا گناہ حدیث شریف میں چھتیس مرتبہ زنا کے برابر قرار دیا گیا۔

اس دور میں الا ماشاء اللہ ہر مسلمان بالواسطہ یا بلاواسطہ سود کی لعنت میں مبتلاء ہے اور مسلمان حکمران کہہ رہے ہیں کہ سود کے بغیر گذارا نہیں ہے۔ استغفر اللہ۔



(143) چھوٹا سا مکان

ایک صاحب حیثیت بندے نے اپنے قد کے مطابق چھوٹا سا مکان بنایا کسی نے اس کو کہا! میں جانتا ہوں تو اس سے بہتر بھی بنا سکتا تھا، اس نے کہا! بس بس خاموش رہ! میں عالیشان مکان بنا کے کیا کروں گا جب مکان چھوڑ کے مر جانا ہے تو پھر چھوڑنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو سیلاب کی گذر گاہ میں مکان بناتا ہے ہو سکتا ہے مکمل ہونے سے پہلے ہی بہہ جائے۔ عقل و تمیز والے جانتے ہیں کہ قافلہ والے راستے پر گھر نہیں بناتے۔

سبق

دنیا مسافر خانہ ہے اس میں بلا ضرورت اور بے تحاشا اخراجات کرنا حماقت ہے۔



(144) حکمرانی کا نشہ

ایک بادشاہ مرنے لگا تو اس علاقے کے ایک بزرگ جانشین بنا گیا۔ بزرگ نے جب دولت کا مزہ دیکھا تو درویشی بھول گیا اور دنیا دار ہو گیا۔ فتوحات دن رات ہونے لگیں اردگرد کے بادشاہ اس سے ڈرنے لگے یہاں تک کہ بڑے بڑے جنگجوؤں کے ساتھ بھی جنگ کرنے سے نہ گھبراتا۔ بڑی مخلوق کو مار دیا آخر کار سارے منتشر، یکجا ہو کر اس پر حملہ آور ہوئے اس کا سخت محاصرہ کر کے تیروں کی بارش کر دی۔ لاچار ہو کر کسی درویش کے پاس دعا کرنے کا پیغام بھیجا۔ کہ جہاں تیر تلوار کام نہ کر سکیں دعا کام کر جاتی ہے۔ درویش نے ہنس کے فرمایا! اس سے بہتر نہ تھا کہ آدھی روٹی کھا کر سکون کی نیند سو جاتا اس دولت کے قارون نے کیوں نہ جانا کہ سلامتی کا خزانہ حکومت نہیں بلکہ گوشہ نشینی ہے۔

سبق

سلامتی، بے فکری اور بھلائی درویشی میں ہے حکومت و بادشاہی میں نہیں ہے۔



(145)"ادائیں سر ان تائیں"

سخی کے پاس اگر سونا چاندی نہ بھی ہو تو اس کو سخاوت جیسا ذاتی کمال تو حاصل ہے۔ کمینہ اگر دولت کا قارون بھی بن جائے تو اس کی کمینگی ختم نہ ہوگی۔ سخاوت پیشہ کھانا نہ بھی کھائے تو پھر بھی مالدار ہے، کیونکہ سخاوت زمین کی طرح ہے اور سرمایہ کھیتی کی طرح، خرچ کرتا رہ! تا کہ یہ درخت پھلتا پھولتا رہے۔ مٹی سے انسان بنانے والا خدا انسان کو ضائع کیوں کرے گا؟ مال جمع کرنے میں بلندی نہیں کیونکہ ٹھہرا ہوا پانی بدبودار ہو جاتا ہے جبکہ سخاوت جاری پانی کی طرح ہے جسکی آسمان سے مدد ہوتی ہے۔ کمینہ آدمی مرتبے سے گر جائے تو پھر بحالی مشکل ہو جاتی ہے، جبکہ قیمتی موتی کو زمانہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ڈھیلا اگر راستے میں بھی پڑا ہو تو کوئی اس کو دیکھتا تک نہیں اور سونے کا ریزہ بھی گر جائے تو لوگ چراغ لے کر ڈھونڈتے ہیں۔ جب شیشہ پتھر میں سے نکال لیا جاتا ہے تو اس سے زنگ کیوں نہ دور کیا جائے گا، بندے کی عادتیں اچھی ہونی چاہیں مال و مرتبہ کچھ نہیں، کبھی آیا کبھی گیا۔

سبق

سخی اگر فقیر بھی ہو جائے تو صفت سخاوت اس میں موجود رہتی ہے اور کمینہ اگر وقت کا قارون بھی بن جائے تو اس کی کمینگی دور نہ ہوگی۔

؎ ہر کسے بر خلقتے خودی کند



(146) اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

میں (سعدی) نے بزرگوں سے سُنا کہ شیراز شہر میں ایک بوڑھا رہتا تھا جس نے کئی بادشاہوں کا دور دیکھا تھا۔ درخت اگرچہ پرانا تھا مگر (کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عجیب تھی) پھل تیار رکھتا تھا یعنی حسن میں اپنی مثال آپ تھا۔ ٹھوڑی ایسی کہ جیسے سرو پر سیب لگا ہوا ہے (اگرچہ سرو پر سیب نہیں لگتا) لوگوں سے تنگ آ کر اس نے اپنا سر منڈا دیا تا کہ حسن میں کمی آ جائے اور لوگوں سے اس کی جان چھوٹے۔ کمبخت نائی نے کھنڈے استرے سے اس کا سر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی طرح سفید کر دیا، اس کے ایک عاشق زار نے دیکھا تو بہت پریشان ہوا، کسی نے اس کو کہا! اب حقیقت دیکھ لی ہے تو دوبارہ اس سے عشق نہ کرنا، پروانے کی طرح اس کی محبت سے ہٹ جا کیونکہ قینچی استرے نے اس کے حسن کی شمع گل کر دی ہے۔ عاشق صادق نے چیخ مار کر کہا! میری محبت تو ہوس سے پاک ہے۔ اسی کے ساتھ جینے مرنے کا وعدہ کر چکا ہوں اور بدکار لوگ ہی کمزور وعدے کرتے ہیں محبوب خوش طبع اور خوبصورت ہونا چاہیے بال ہوں یا نہ ہوں۔ اور پھر بال ہی تو ہیں اتر گئے ہیں تو گھر کی کھیتی ہے پھر آ جائیں گے۔ تو نے دیکھا نہیں انگور کی بیل ہمیشہ تازہ خوشے نہیں دیتی بلکہ کبھی پھل دیتی ہے کبھی پتے گراتی ہے۔ اچھے لوگوں کے حالات کی تبدیلی مستقل نہیں ہوتی بلکہ سورج کی طرح ہوتے ہیں کبھی بادل میں چھپ جاتے ہیں کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں مگر حسد کرنے والے انگارے کی طرح ہیں جو پانی میں ایک بار گرنے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اندھیرے سے ڈرنے کی ضرورت اس لیے نہیں کہ ہو سکتا ہے اس اندھیرے میں آب حیات کا مخفی چشمہ ظاہر ہو جائے۔ ناکامی کی فکر میں پریشان نہ ہو رات کی کوکھ سے ہی دن جنم لیتا ہے۔

سبق

حالات کی ناسازگاری سے انسان کو دل برداشتہ نہ ہونا چاہیے کہ دن بدلنے میں دیر نہیں لگتی آج کا کنگال کل کو خوشحال ہو سکتا ہے اور آج جو تخت پر ہے کل تختے پر لٹک سکتا ہے۔ وتلک الایام نداولها بین الناس. (القرآن)

وہ جو چاہے تو یتیموں کو پیمبر کر دے
وہ جو چاہئے تو فقیروں کو سکندر کر دے
وہ جو چاہے تو وزیروں کو بھی "اندر" کر دے



باب نمبر 7

(147) تربیت کے بیان میں (راز داری)

یہاں پہ اخلاقیات کے متعلق گفتگو کرنا مقصود ہے نہ کہ جنگ و جدال اور گیند بلے کے بارے میں کیونکہ نفس سے صلح کرنے والے کو کسی اور کی دشمنی کی ضرورت نہیں ہے اس کو ہلاک کرنے کے لیے اس کا نفس ہی کافی ہے۔ جبکہ نفس کو حرام سے روکنے والے رستم (ایران کے مشہور پہلوان) اور سام (رستم کے دادے) سے بھی بہادری میں آگے نکل چکے ہیں۔ اور جو شخص اپنے نفس کا مقابلہ نہ کر سکے وہ اپنے دشمن کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لہٰذا پہلے اپنے نفس کی اصلاح کر بعد ازاں لوگوں کا سر پھوڑنے کی بات کر۔ تو انسانی وجود میں ایک مکمل شہر ہے جس کا بادشاہ دل ہے اور وزیر عقل، اس شہر میں کچھ کمینے عزت دار بنے ہوئے ہیں اور وہ تکبر اور لالچ ہے۔ یہ گویا ڈاکو اور جیب کترے ہیں اور دراصل تقویٰ اور رضا اس شہر کے حقیقی شرفاء ہیں۔ یاد رکھ بادشاہ اگر کمینوں پر مہربانی کرے گا تو شرفاء آرام نہ پا سکیں گے۔ کمینوں کی کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ بادشاہ کے ساتھ رچ بس جائیں جیسے رگوں میں خون، پھر بادشاہ کو بھی اپنا تابع بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب عقل کا وزیر مضبوط ہو تو یہ کمینے ' بادشاہ اور ملک کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ ڈاکو اور کمینے پہرے والی جگہ پہ نہیں جاتے اور جو بادشاہ دشمن پہ سختی نہیں کرتا پھر دشمن ہی اس کا تختہ الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اس موضوع پہ زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے اور عمل کرنے کے لیے ایک حرف بھی

کافی ہے۔

سبق

مذکورہ عنوان کے تحت اگر چہ شیخ سعدی نے کوئی حکایت تو بیان نہیں فرمائی تاہم اخلاقیات کے موضوع پہ ایسا حسین درس دیا ہے کہ جس کا ایک ایک حرف سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے اور حس پر عمل کرنے سے دینی و دنیوی کامیابی یقینی ہے۔ اس لیے آخر میں فرمایا۔

نخواہم دریں نوع گفتن ئے
کہ بس ارکار بندد کے

یعنی اس موضوع پر مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ اگر کوئی عمل کرنا چاہیے تو اس کے لیے اتنا ہی بہت ہے۔ عربی میں کہتے ہیں

العاقل تکفیه الاشارة .

عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے



(148) خاموشی وخودداری

خاموشی کی وجہ سے پہاڑوں کو اس قدر بلندی عطا ہوئی، تو بھی اگر (فضولیات سے) اپنی زبان بند رکھے تو مرتبے میں آسمان سے بڑھ جائے اور پھر بے زبان سے حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔ عقلمند کی مثال سیپ کی طرح ہے جو جب منہ کھولتی ہے موتی نکالتی ہے ورنہ منہ بند رکھتی ہے اسی طرح عقلمند عمدہ بات کرتا ہے ورنہ چپ رہتا ہے۔ باتونی شخص دوسروں کی بات غور سے نہیں سنتا اور خاموش رہنے والے میں نصیحت اثر کر جاتی ہے۔ جب تو چاہتا ہی یہ ہے کہ ہر وقت بولتا رہے تو تجھے کسی کے کلام سے لذت کیسے نصیب ہو۔ نہ تو بغیر سوچے بات کر اور نہ کسی کی بات کو کاٹ! غلط اور صحیح میں غور کرنے والا حاضر جواب بکواسی سے بہتر ہے۔ کلام کرنا انسان کا کمال ہے (فضول) بول کر اس کمال کو عیب دار نہ بنا! کم گو کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ اچھی بات اگر چہ چھوٹی سی ہو کستوری کی طرح ہے جو کہ مٹی کے بہت بڑے ٹیلے سے کہیں بہتر ہے۔ بے وقوفی کی دس باتیں کرنے کی بجائے کام کی ایک بات ہی کر۔ بے دھیانی میں سو تیر چلانے کی بجائے سوچ سمجھ کر ایک ہی چلا دے۔ وہ بات چھپ کر بھی نہ کر کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو (شرمندگی کی وجہ سے) تیرا چہرا پیلا پڑ جائے۔ دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر بھی غیبت نہ کر، ہو سکتا ہے کوئی دوسری طرف کان لگائے بیٹھا ہو، انسان کا دل رازوں کا قید خانہ ہے جو منہ کے ذریعے نکلتے ہیں لہٰذا رازوں کے شہر (دل) کا دروازہ (منہ) بند رکھ! تا کہ راز راز ہی رہے۔ عقلمند نے اسی لیے منہ کو سی رکھا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ شمع زبان سے ہی جلنا شروع ہوتی ہے۔

سبق

بے ہودہ گوئی اور فضولیات کی بجائے خاموشی ہی اچھی ہے جو انسان کو پر وقار بناتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اسی فیصد گناہوں کا تعلق زبان سے ہے باقی بیس فی صد کا دیگر اعضاء سے حدیث میں زیادہ بولنے اور ناجائز بولنے کے بہت زیادہ نقصانات بیان فرمائے گئے۔ ایک شخص نے جب عرض کیا کہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ کس گناہ کا ہو سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا! اس کا (مشکوۃ) اور آپ نے فرمایا! کون ہے جو مجھے اپنی شرمگاہ اور زبان کی ضمانت دے؟ اس کے بدلے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں (رواہ بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی بندہ اپنی زبان سے اللہ کی رضا والا کلمہ نکالتا ہے تو اس کے درجے بلند کر دیے جاتے ہیں اور کبھی اللہ کی ناراضگی والا کلمہ نکال دے تو جہنم میں گرا دیا جاتا ہے (بخاری) اسی لیے کہتے ہیں ''بھیڑے رون نالوں چپ چنگی''



(149) راز داری

ایک ترک بادشاہ نے ایک مرتبہ اپنے غلاموں کو ایک راز کی بات کہہ کر کہا! یہ بات کسی کو نہ بتانا، ایک سال تک تو وہ بات چھپی رہی مگر سال کے بعد سارے ملک میں پھیل گئی۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ان سب غلاموں کی گردنیں اڑا دی جائیں، ایک غلام نے جرأت کرتے ہوئے کہا! ان بے گناہوں کو کیوں مارتے ہو یہ گناہ تو تجھ سے ہی صادر ہوا ہے اگر تو ان کو نہ بتاتا تو بات نہ پھیلتی، تجھے چاہیے تھا کہ (راز کے اس) چشمے کو جاری ہی نہ ہونے دیتا اب جبکہ سیلاب بن گیا ہے تو اس کے آگے بند باندھنے کا کیا فائدہ؟ راز کی بات اس کے سامنے نہ بیان کر جو ہر کسی کے سامنے گاتا پھرتا ہے۔ جواہرات چاہے خزانچیوں کو دے دے مگر راز کو اپنے پاس ہی رکھ۔ کہنے سے پہلے بات قبضے میں ہوتی ہے، کہہ دی تو قبضہ ختم۔ بات ایک جن ہے جو دل کے کنویں میں قید ہے اس کو زبان اور تالو پہ مت لا۔ دیو کا راستہ کھولنا آسان ہے مگر اس کو پکڑنا مشکل ہے۔ دیو پنجرے سے نکل جائے تو لاحول پڑھنے سے واپس نہیں آتا۔ مشکی گھوڑے کی رسی تو بچہ بھی کھول سکتا ہے مگر کھلنے کے بعد اس کو رستم بھی نہ پکڑ سکے گا۔ تو وہ بات زبان پہ لاتا ہی کیوں ہے کہ جو تجھے مصیبت میں ڈال سکتی ہے؟ ایک بے وقوف کسان نے اپنی بیوی کو کیا خوب کہا! بات کرنی ہے تو سمجھ کے کر ورنہ چپ رہ۔

سبق

راز کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ راز دان کے سامنے بھی ظاہر نہ کیا جائے اور اپنے سینے کو راز کی قبر سمجھ کر اس میں دفن کر دیا جائے۔ اگر ایک کو بھی بتا دیا جائے اگر چہ وہ کتنا ہی با اعتماد ہو تو اس کے محفوظ رہنے کی کوئی ضمانت نہ رہے گی۔



(150) جاہل کی سلامتی خاموشی میں ہے

ایک خوش اخلاق گدڑی پہنے ہوئے کتنا ہی عرصہ مصر میں خاموش پھرتا رہا۔ ہر طرح کے لوگ دور ونزدیک سے اس کے پاس پروانہ وار آتے ایک دن اس نے سوچا کہ مرد تو زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے، اگر میں اس طرح چپ رہا تو میری دانشوری تو چھپی رہے گی۔ آخر کار ایک دن اس نے زبان کھولی تو ہر کسی نے جان لیا کہ اس سے بڑا تو احمق ہی کوئی نہیں، سب عقلمند بھاگ گئے اور وہ خود بھی مسجد کی محراب پہ یہ لکھ کر بھاگ گیا! کاش میں شیشے میں اپنے آپ کو دیکھ لیتا اور بولنے کی حماقت نہ ہی کرتا۔ میں نے اپنی بدصورتی کے باوجود جو پردہ اُٹھایا ہے تو صرف اس لیے کہ اپنے آپ کو خوبصورت سمجھ بیٹھا۔ کم گو جلدی مشہور ہو جاتا ہے اگر بول پڑے تو بھاگنا بنے۔ عقل مند کے لیے خاموشی عزت ووقار ہے اور بے وقوف کے لیے پردہ ہے، زیادہ بولنے سے عالم کی ہیبت کم ہو جاتی ہے اور جاہل کی پردہ دری، جب تک راز دل میں ہے تجھے اس کو ظاہر کرنے کا اختیار ہے لیکن جب ظاہر ہو گیا تو پھر چھپانا محال ہے۔ قلم سے رازداری کا سبق سیکھ کہ جب تک اس کے سر پہ چھری نہ چلی اس نے راز ظاہر نہ کیا (تراشنے کے بعد ہی قلم لکھتی ہے گویا راز اگلتی ہے مگر سر کٹا کر) یا انسانوں کی طرح ہوش سے بات کر یا پھر چوپایوں کی طرح خاموش رہ۔ انسان عقل وکلام سے ہی ممتاز ہوتا ہے، طوطی کی طرح خوش ادائی سے بات کر اور نادان نہ بن۔

سبق

جاہل کو اپنی جہالت چھپانے کے لے ضروری ہے کہ خاموش رہے جبھی بولے گا تبھی اس کی جہالت طشت ازبام ہو جائے گی اور بھرم کھل جائے گا۔ اب پچھتاوا کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔



(151) خاموشی، آفت سے بچاؤ کا ذریعہ ہے

ایک بندے نے لڑائی میں زبان سے غلط بات کہی تو لوگوں نے اس کا گریبان پھاڑ دیا، مار کھا کر ایک طرف بیٹھ کر رو رہا تھا کہ ایک دانش مند نے کہا! اگر تو غنچے کی طرح منہ بند رکھتا تو پھول کی طرح تیرا گریبان نہ پھٹتا۔ پریشان شخص بے ہودہ لاف زنی کرتا ہے اور طنبورے کی طرح فضول بولتا رہتا ہے، زبان تو آگ کے شعلے کی طرح ہے پانی کے ایک چھینٹے سے بجھایا جا سکتا ہے۔ اگر تو ہنر مند ہے تو بولنے کی ضرورت نہیں تیرا ہنر خود ہی تیرا تعارف کرائے گا۔ خالص کستوری والے کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ بڑی خوشبودار ہے۔ مغربی سونار کھنے والے کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں کہ خالص ہے کسوٹی خود ہی بتا دے گی۔ جیسے میرے (سعدی کے) بارے میں کئی لوگ کہتے ہیں کہ سعدی کم عقل اور مغرور ہے لیکن مجھے قسم اُٹھا کر اپنی اہلیت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حاسد لوگ میری کھال تو اتار سکتے ہیں مگر میرا دماغ نہیں پا سکتے کہ میرے مقابلے میں کلام پیش کر سکیں۔

سبق

بعض دفعہ زبان کھلتے ہی مصیبتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور چپ رہنے سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی کہ انسان جب صبح کرتا ہے تمام اعضاء زبان کے سامنے آہ وزاری کرتے ہیں کہ ہم تیرے رحم و کرم پہ ہیں خدا کے لیے سیدھی رہنا! تو اچھا بولے گی تو ہماری عزت ہوگی اور تو غلط بولے گی تو (تو بول کر منہ میں چھپ جائے گی اور لوگ پٹائی ہماری کریں گے) ہماری بے عزتی کریں گے۔ (مشکوۃ) حضور علیہ السلام نے فرمایا من صمت نجا۔ جو چپ رہا نجات پا گیا۔ اور فرمایا بندے کے ایمان کی خوبی یہ ہے کہ ہر لایعنی بات کو ترک کر دے (مشکوۃ)



(152) ایک چپ ہزار سُکھ

(بنو دیلم کے مشہور بادشاہ) عضد الدولہ کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا اور صبر کا چارہ نہ رہا، ایک بزرگ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے کہا! جو جنگلی پرندے تو نے قید کر رکھے ہیں ان کو آزاد کر دے، اس نے صبح ہوتے ہی تمام پرندے پنجروں سے رہا کر دیے لیکن ایک خوبصورت آواز والی بلبل کو بدستور باغ کی محراب پہ پنجرے میں لٹکائے رکھا۔ لڑکے نے بلبل کو دیکھا اور ہنس کر کہا! تجھے تیری اچھی آواز نے پھنسا رکھا۔ بے شک نہ کہی ہوئی بات پر کوئی بھی دلیل نہیں مانگتا ہمیشہ کچھ کہنے کے بعد ہی دلیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جیسے ایک عرصہ میں (سعدی) نے شعر کہنے چھوڑ دیے تو لوگوں نے مجھ پر تنقید کرنی چھوڑ دی، دنیوی آرام تو اس کو ہی ملتا ہے جو مخلوق سے کنارہ کش ہو جائے، لہٰذا مخلوق کے عیب ظاہر کرنے کی بجائے ان کے عیبوں سے کنارہ کش ہو جا اور اپنے عیبوں کی طرف دھیان کر۔ اگر وہ بے ہودہ بکیں تو ان کی بکواس پہ کان نہ دھر اور اگر وہ ننگے ہو جائیں تو آنکھیں بند کر لے۔

سبق

بعض لوگ (علماء) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی اس طرح کی باتیں پڑھ کر کچھ نہ کچھ صلاحیت ہونے کے باوجود بھی چپ شاہ بن کر بیٹھ جاتے ہیں کہ مــن صــنــف قــد استحدف ۔ جس نے لکھا وہ نشانہ بنایا گیا لہٰذا گونگے بہرے ہو جاؤ اور اس حدیث کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے اس علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے جس سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے۔ لہٰذا ہڈ حرام بن کر پڑا رہنے کی بجائے قلم و زبان کے ذریعے اپنے علم سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا جائے بہت سارے علماء آج اس مرض کا شکار ہیں جبکہ بزرگ فرماتے ہیں ۔

ویلی نہ بہو کچھ کردی رہو خالی بھانڈا بھر دی رہو (شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)



(153)جوشیلا مرید

ترک سپاہی ایک رنگیں مجلس میں گا بجا رہا تھا کہ کسی پیر کے جوشیلے مرید نے برداشت نہ کرتے ہوئے ان کی دف اور سارنگی کو توڑ دیا، ترکوں نے اس مرید کو بالوں سے ایسے ہی پکڑ لیا جس طرح سے اس نے ستار کو تاروں سے پکڑا تھا اور ایسے ہی پیٹا جس طرح دف کو پیٹا جاتا ہے، ساری رات درد کی وجہ سے سو نہ سکا، اگلے روز پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو پیر صاحب نے فرمایا

؎ نخواہی کہ باشی چو دف روئے ریش
چو چنگ اے برا در سر انداز پیش

اے بھائی اگر تو اپنا چہرا پٹوا کر دف کی طرح زخمی نہیں کرانا چاہتا تھا تو تجھے چاہیے تھا کہ سر کو جھکا دیتا اور کہتا

؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

سبق

ہر کام میں حکمت عملی ضروری ہے اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة۔ لوگوں کو اپنے پالنے والے کی راہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ جوش کو ہوش پر غالب نہیں آنا چاہیے ورنہ نتیجہ خطرناک ہوگا۔ سعدی فرماتے ہیں دو شخص جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا لڑائی ہو رہی ہے

گردوغبار شوروغل کے ساتھ جوتے اور ڈنڈے چل رہے ہیں، ان میں سے ایک تو کنارے پر بیٹھ گیا جبکہ دوسرے نے جوش میں آکر لڑائی میں چھلانگ لگادی اور زخمی ہوکر واپس آگیا۔

سر میں کان آنکھیں اور دل میں سمجھ اس لیے رکھی گئی ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کرنہ اس لیے کہ تو جانے فلاں لمبا ہے فلاں چھوٹا (یہ تو ایک احمق بھی جانتا ہے)

کسے خوشتراز خویشتن دار نیست
کہ با خوب وزشت کسش کار نیست



(154) پردہ پوشی

مشہور ولی اللہ اور صوفی بزرگ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ کے سامنے کسی شخص نے ایک بزرگ کے متعلق کہا کہ میں نے فلاں جگہ اس کو نشے میں مست پڑا ہوا پایا ہے اس حالت میں کہ اس کا لباس اور پگڑی قے آلود تھی اور کتے اس کو چاٹ رہے تھے۔ حضرت داؤد طائی نے یہ بات سن کر ناگواری ظاہر کی اور اس شخص کو فرمایا! اگر تو اس کا خیر خواہ ہے تو اس کو وہاں سے اُٹھا دے وہ شخص یہ سن کر شرمندہ سا ہو گیا اور ایسے حیران ہو کر کھڑا رہ گیا جیسے گدھا کیچڑ میں پھنس کر کھڑا رہ جاتا ہے کیونکہ غیبت کرنے سے اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ مجھے آگے سے ایسا جواب ملے گا کہ ؎ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ مجبوراً جانا پڑا اور کندھوں پہ اُٹھا کر لانا پڑا۔ اُٹھا کر لا رہا تھا۔ اور لوگوں کے طعنے سن رہا تھا کوئی کہتا! کیسے درویش ہیں کیا تقویٰ و پارسائی ہے، کسی نے کہا! کندھوں والا پورا مدہوش ہے اور اُٹھانے والا بھی نیم مست تو ہے ؎ بد سے بدنام برا۔ (سعدی فرماتے ہیں) عوام کی لعن طعن سے تو گردن پہ دشمن کی تلوار کا چل جانا بہتر ہے ؎ خس کم جہاں پاک۔ بڑی مشکل سے اس کو ٹھکانے پہ چھوڑ کر آیا اور پوری رات شرمندگی سے نہ سویا۔ دن کو پھر مرشد کامل حضرت داؤد طائی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے ہنس کر فرمایا

؎ مریز آبروئے برادر بکوئے
که دہرت بریز دبشہر آبروئے

سبق

کسی کے عیب بیان کرنے والا آخر خود بھی رسوا ہو جاتا ہے، اہل اللہ پردہ پوش ہوتے ہیں اور کسی کی برائی سن کر خوش ہونے کی بجائے پریشان ہو جاتے ہیں اور اس کی

اصلاح کی کوشش فرماتے ہیں جبکہ غیبت کو حدیث میں زنا سے شدید قرار دیا گیا ہے۔
جب اللہ کے بندے اس قدر پردہ پوش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ستاری کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔



(155)غیبت

ایک شخص نے کسی عالم ربانی کے سامنے کسی کی برائی بیان کی تو عالم دین نے فرمایا! میرے سامنے کسی کی برائی کر کے میری نگاہوں میں اپنا مرتبہ نہ گھٹا ہو سکتا ہے تیری زبان سے فلاں کی برائی سن کر میری نظر میں فلاں کا درجہ تو گھٹ جائے لیکن اس سے تیرا مقام تو میرے نزدیک زیادہ نہ ہو جائے گا۔

سبق

عقل مند کسی کی برائی کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ جسکی برائی کرنا مقصود ہے اگر وہ واقعی برا ہے تو وہ اپنی بدنامی اور برائی کی وجہ سے دشمنی کرلے گا اور اگر وہ برا نہیں ہے تو اس کی برائی کرنے والا بذات خود برا ٹھہرے گا۔ گویا ہر صورت میں کسی کو برا کہنے والا اپنی ہی کھال ادھیڑتا ہے۔ کسی کو برا کہنے کے لیے تو پھر دلیل کی ضرورت پڑے گی مگر برا کہنے والا تو برملا برا کر رہا ہے، اس کے برا ہونے کے لیے تو دلیل کی بھی ضرورت نہیں، لوگوں کی بدگوئی کرنے کا عادی اگر سچ بھی کہے تو برا ہے کیونکہ چغل خور کے برا ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا ہی نہیں ہے۔



(156) چوری اور چغلی

ایک شخص نے ایک دن ایک بات کہی کہ "غیبت سے تو چوری اچھی ہے" اس وقت تو میں نے اس کی اس بات کو مذاق سمجھا اور مجھے یہ بات عجیب لگی لیکن جب اس نے دلیل دی تو مجھے (سعدی) کو ماننے بغیر چارہ نہ رہا۔ اس نے کہا! چور تو بہادری کرتا ہے کہ لوگوں سے چھین کر اپنا پیٹ پالتا ہے اور چغل خور کیسا بے وقوف ہے کہ نامہ اعمال بھی سیاہ کر لیتا ہے اور پیٹ بھی خالی کا خالی۔

سبق

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا لایدخل الجنۃ قتات (متفق علیہ) چغل خور جنت میں نہیں جا سکتا۔



(157) حسد اور چغلی

(شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغداد کے) مدرسہ نظامیہ میں دوران تعلیم میرا وظیفہ لگا ہوا تھا، پڑھنے کے علاوہ کچھ کام نہ تھا، خوب محنت ہو رہی تھی حدیث کا مفہوم بیان کرتا تو سب عش عش کر اُٹھتے ۔ایک طالب علم میری اس لیاقت و قابلیت پہ حسد کرنے لگا، میں نے استاد محترم سے اس کی شکایت کر دی تو استاد صاحب نے غصے میں آ کر فرمایا! تو عجیب آدمی ہے کہ اس کا حسد تو تجھے پسند نہ آیا اور میرے سامنے اس کی غیبت کرنا تجھے بہت اچھا لگا۔ اگر وہ حسد کر کے دوزخ جائے گا تو تو غیبت کے راستے سے اس سے پہلے جہنم رسید ہو گا۔

سبق

حسد اگرچہ بہت برا ہے کہ نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو، مگر غیبت کی ایک بات کے بارے میں حدیث شریف میں ہیں۔ لقد قلت کلمة لو مزج بها البحر لمزجته (ترمذی) اگر سمندر میں ڈال دی جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔



(158) حجاج کے ظلم کی شکایت اور بزرگ کا جواب

ایک شخص نے کسی بزرگ کے سامنے حجاج بن یوسف (ولید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کے ظالم گورنر) کے ظلم کی شکایت کی کہ بڑا خوں خوار ہے اور اس کا دل پتھر کے سیاہ ٹکڑے کی طرح ہے۔ مخلوق کی آہ وفریاد سے تو نہیں ڈرتا اللہ ہی اُسے پوچھے۔ بزرگ نے ساری بات سنی اور شکایت کرنے والے کو بزرگانہ نصیحت کی۔ کہ اگر حجاج سے ظلم کا حساب ہوگا تو تجھ سے اس کی غیبت کرنے کا حساب بھی ہوگا۔ تو اس کی بات اس تک ہی رہنے دے اللہ تعالیٰ خود اس کا علاج کردے گا، اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو مجھے نہ اس کا ظلم پسند ہے اور نہ تیری چغلی' بد بخت تو گناہ کر کے نامہ اعمال سیاہ کر کے دوزخ جاتا ہے اور چغلی کرنے والا چغلی کر کے اس کے پیچھے دوڑ لگا دیتا ہے کہ اکیلے کیوں جاتے ہو مجھے بھی ساتھ لے جاؤ

؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سبق

گنہگار کی غیبت کرنے والا بھی اس سے کم نہیں ہے کہ وہ اپنے گناہ کی وجہ سے اور یہ اسکی غیبت کی وجہ سے جہنم کی طرف رواں دواں ہے۔



(159)اپنوں کا لحاظ

میں (سعدی) نے ایک بار کسی درویش صوفی کے بارے میں سنا کہ وہ مذاق میں
کسی لڑکے سے ہنس پڑا۔ دوسرا درویش یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے یہ بات لوگوں کے سامنے
اُچھال دی کہ اس صوفی کی نیت اس لڑکے کے بارے میں خراب لگتی ہے تبھی مذاق کر رہا
تھا۔ ایک صاحب نظر کو یہ بات پہنچی تو اس نے خوب جواب دیا

ے مَدَر پردہ بر یار شوریدہ حال
نہ طیبت حرام است و غیبت حلال

اپنے صوفی بھائی کی پردہ دری نہ کر اگر مذاق حرام ہے تو غیبت کب حلال ہے۔

سبق

اپنے ساتھیوں کی غلطیوں سے درگذر کرنا چاہیے کیونکہ انکی غلطیوں کو اچھالنا اپنے
آپ کو ہی ننگا کرنے کے مترادف ہے۔



(160) ظاہری و باطنی طہارت

بچپن میں جب مجھے (سعدی کو) دائیں بائیں کی بھی پہچان نہ تھی، مجھے روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوا، وضو کرنے کا طریقہ بھی محلے کا ایک عبادت گذرا بتاتا کہ پہلے وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے دوسری سنت نیت کرنا ہے پھر ہاتھ دھونا، وغیرہ وغیرہ اور اس عبادت گذار نے کہا! مجھ سے بہتر وضو کا طریقہ کوئی نہیں جانتا، وضو کرتے کرتے ہی بوڑھا ہوا ہوں۔ جبکہ دیہاتی لوگ تو وضو کرنا جانتے ہی نہیں۔ ایک دیہات کا نمبردار اس بوڑھے عبادت گذار کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گیا اور بولا! اے مردود خبیث! تو اس بچے کو (امام شافی کے مذہب پر) روزے کی حالت میں مسواک کرنا تو ناجائز بتا رہا ہے مگر کیا روزے کی حالت میں (چغلی کر کے تیری طرح) مردہ انسان کا گوشت کھانا جائز ہے؟ اب مجھ سے بھی سن! پہلے ناجائز باتوں سے منہ دھو جیسے کھانے والی چیزوں سے دھویا جاتا ہے، کسی کا نام زبان پہ آجائے تو چغلی نہ کر بلکہ عزت سے نام لے، اگر تو لوگوں کو گدھا کہے گا تو تجھے بھی کوئی انسان نہ کہے گا۔ میری پس پشت میرے بارے میں ایسی ہی بات کر جیسے میرے سامنے کرتا ہے۔ اگر تجھے کسی انسان کے سامنے غلط بات کرنے سے شرم آتی ہے تو اللہ جو ہر وقت دیکھ رہا ہے اس سے بھی شرم کر اور پھر اپنے آپ سے بھی شرما کہ تجھے اگر اور کوئی نہیں دیکھ رہا تو تو خود تو اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے۔ سبحان اللہ:

سبق

اگر ظاہری طہارت کے لیے وضو غسل کی ضرورت ہے تو باطنی پاکیزگی کے لیے بھی بری صفات کا چھوڑنا بہت ضروری ہے اس حکایت میں بڑے ہی اچھوتے انداز میں اس تصور کو اجاگر کیا گیا ہے۔



(161) کافر سے صلح مومن سے جنگ؟

چند درویش کچھ دیر کے لیے خلوت نشیں ہوئے تو اس میں سے ایک نے کسی کی غیبت شروع کر دی۔ دوسرے نے اس سے سوال کیا! کیا کبھی تو نے فرنگی دشمن سے لڑائی لڑی ہے؟ اس نے کہا! نہیں میں نے تو کبھی گھر سے باہر قدم بھی نہیں رکھا۔ دوسرے روشن دل درویش نے کہا! تو کتنا بدنصیب ہے کہ دشمن تو تیری جنگ سے محفوظ رہا اور ایک مسلمان بھائی کی غیبت کر کے اپنی زبان سے اس کو ایذاء پہنچا کر تو اللہ رسول سے جنگ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

سبق

مسلمان بھائی کی غیبت کرنے والا کافروں سے تو جہاد نہیں کرتا جس کا حکم دیا گیا ہے اور اپنی زبان کی تلوار سے مسلمانوں کے درپے آزار ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
(اقبال)



(162)ایک دیوانے کی بات

مرغز (شہر) کے دیوانے نے ایک دن ایسی بات کہی کہ جس کو سن کر تو حسرت سے اپنے ہونٹ چبالے گا۔ اس نے کہا! اگر میں کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کو اس کا زیادہ مستحق سمجھتا ہوں کیونکہ جس کی غیبت کی جاتی ہے بندہ اپنی نیکیاں اس کے حوالے کر دیتا ہے تو دوسروں کو اپنی نیکیاں دینے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ اپنی ماں کی غیبت کر کے اپنی نیکیاں اس کو دے دی جائیں۔

(سعدی فرماتے ہیں) اگر تیرا دوست تیرے سامنے نہیں تو اس کی دو چیزیں تجھ پر حرام ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مال ناحق طریقے سے نہ کھا۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا نام برائی سے نہ لے۔ اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو تجھ سے نیکی کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی، تو اگر کسی کی برائی میرے سامنے کر سکتا ہے تو میری برائی دوسروں کے سامنے بھی ضرور کرتا ہوگا۔ عقل مند وہ ہے جو جہان سے غافل ہو کر اپنے آپ میں مشغول ہو جائے۔

سبق

چند قسم کے لوگوں کی برائی کو جائز رکھا گیا ہے۔ (1) ظالم بادشاہ، تاکہ لوگ اس کے ظلم سے محتاط ہو کر بچ جائیں یا متحد ہو کر اس کے ظلم کا خاتمہ کر سکیں۔ (2) فاسق و فاجر شخص کیونکہ جب گناہ کر کے وہ خود اپنی پردہ دری کر رہا ہے تو اس قابل نہیں کہ اس کی پردہ پوشی کی جائے۔ (3) لین دین میں دھوکہ دینے والا، اس کی خوب تشہیر کی جائے تاکہ لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں نقصان سے بچ جائیں۔ اسماء الرجال میں حدیث کے راوی بھی اس ضمن میں آتے ہیں تاکہ علم حدیث ہر قسم کی گڑبڑ سے محفوظ رہے۔



(163) دن کا چور

جنگل سے ایک چور سیستان (خراسان کے شہر) میں آنکلا، اس نے دوکاندار کو کچھ رقم دی تا کہ کوئی چیز کھانے کی خریدے، دوکاندار نے اس کی رقم میں سے ایک پیسہ دبالیا، چور نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا کہ یا اللہ! اب رات کے چوروں کو دوزخ میں ڈالنے کی بجائے ان دن کے ڈاکوؤں کو دوزخ میں ڈالنے کا انتظام کر۔

سبق

معاملات میں ہیرا پھیری کرنے والا چوروں سے بھی بدتر ہے۔



(164) ایک صوفی باصفا کا جواب

ایک شخص نے کسی صوفی سے کہا! کیا آپ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے کیا بکواس کی ہے؟ صوفی صاحب نے جواب دیا! بہتر یہی ہے کہ تو چپ رہ! کیونکہ دشمن نے جو کیا ہے وہ میں نہ ہی جانوں تو بہتر ہوگا۔ دشمن کا پیغام پہنچانے والے دشمن سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ دشمن کی بات دوست کے پاس لانے والا درحقیقت اسی دشمن کا دوست ہوتا ہے۔ دشمن تو سامنے آ کر عیب نہ بیان کر سکا لیکن اس نے وہ کام کرنا چاہا جو دشمن بھی نہ کر سکا۔ چغل خور پرانی جنگ کو تازہ کرنا چاہتا ہے اس لیے چغلی کر کے اچھے بھلے بندے کو غصہ دلا دیتا ہے۔ سوئے ہوئے فتنے کو اُٹھانے والے سے محتاط ہو جا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ اس فتنہ باز کو اندھے کنویں میں قید کر دیا جاتا، دو آدمیوں میں جنگ کرانا آگ ہے جس پر چغل خور لکڑیاں پھنک رہا ہے۔

سبق

ادھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لے جا کر لگائی بجھائی کرنے والا بظاہر دوست، دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔



(165)فریدون کا وزیر

(ایران کے بادشاہ) فریدون کا وزیر بہت لائق، روشن ضمیر اور دور رس نگاہ رکھتا تھا۔ اللہ کا فرماں بردار ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کا بھی تابع دار تھا۔ کمینے حاکموں کی طرح نہ تھا کہ لوگوں پہ بے جا ٹیکس لگا کر خزانہ بھرتا ہو۔ اور جو خدا کا نافرمان ہو اس کو بادشاہ سے بھی نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا، ایک شخص صبح سویرے بادشاہ کے پاس گیا اور دعا دے کر عرض کرنے لگا آپ مانیں یا نہ مانیں یہ وزیر آپ کا خفیہ دشمن ہے کیونکہ اس نے بہت سارے لوگوں کو اپنا مقروض بنالیا ہے اور شرط یہ لگائی ہے کہ بادشاہ کے مرنے پر قرض واپس لوں گا۔ گویا یہ آپ کی جلد موت کا خواہاں ہے۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر وزیر کی طرف دیکھا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ وزیر نے آداب بجالاتے ہوئے عرض کیا! اب جب کہ بات کھل ہی گئی ہے تو میں عرض کر دیتا ہوں۔ مقروض تو میں نے لوگوں کو مذکورہ شرط پر بنایا ہے لیکن میرے حاسد نے نتیجہ غلط نکالا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ کی موت جلد ہو بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ سارے مقروض آپ کی درازی عمر کے لیے دعا گو رہیں کیونکہ آپ کی عمر جتنی لمبی ہوگی اتنی ہی ان کو قرض کی ادائیگی میں مہلت مل جائے گی۔ تو کیا آپ نہیں چاہتے کہ لوگ آپ کی درازی عمر کی دعا کرتے رہیں؟ عقل مند لوگ تو دعا کو غنیمت جانتے ہیں کیونکہ دعا ہی سے مصائب کے تیر رو کے جاسکتے ہیں۔ بادشاہ کو بات سمجھ آ گئی اور اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل اُٹھا اور وزیر کا مرتبہ پہلے سے بھی بڑھا دیا۔

سبق

چغل خور بدنصیب ہے جو بدگوئی کے ذریعے دو دوستوں میں لڑائی کراتا ہے گویا

دو شخصوں میں آگ جلا کر خود ہی اس آگ میں جل مرتا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں! جو خلوت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر لوگوں کی برائی سے زبان روک لیتا ہے۔ نفع والی بات کر! اگرچہ کسی کو پسند نہ آئے کیونکہ حق بات نہ کہنے والا قیامت کے دن شرمندہ ہوگا اور افسوس کرتے ہوئے چیخیں مارے گا۔



(166) اچھی بیوی

نیک اور فرماں بردار بیوی فقیر کو بھی بادشاہ بنادیتی ہے۔ بادشاہوں کی طرح اپنے گھر میں خوشی کے پانچ نقارے بجا! اگر تجھے موافقت کرنے والی رفیقہ حیات نصیب ہے۔ سارے دن کے غموں کا غم نہ کر! اگر رات کو غمگسار تیری بغل میں ہے۔ جس کا گھر آباد اور محبت کرنے والی بیوی گھر میں ہو اس پر اللہ کی خصوصی رحمت ہے۔ خوبصورت اور باحیا بیوی والے کے لیے یہ دنیا ہی جنت ہے۔ اور اگر بیوی نیک اور خوش کلام ہو تو اس کا خوبصورت ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ صفات عیبوں کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ ایسی بیوی کو شوہر کے ہاتھوں سرکہ بھی ملے تو حلوہ سمجھتی ہے جبکہ منہ چڑھی عورت حلوے کو بھی سرکہ سمجھتی ہے۔ ایسی بدخواہ عورت سے خدا بچائے یہ گویا کالا کوا ہے جو طوطے کے پنجرے میں بند ہے۔ گھر میں اگر منہ چڑھی بیوی بیٹھی ہو تو بہتر ہے کہ بندہ گھر کی بجائے قید خانے میں رہے۔ ایسے خاوند کا گھر سے باہر رہنا عید سے کم نہیں، جس گھر سے عورت کی آواز بلند ہو اس گھر پر خوشی کا دروازہ بند سمجھ، بازاروں میں پھرنے والی عورت جس کے گھر میں ہو اس مرد کو گھر بیٹھے رہنا چاہیے۔ اگر عورت مرد کی بات پہ توجہ نہ دے تو مرد کو عورت کا لباس پہنا دینا چاہیے۔ جاہل اور بدچلن عورت، عورت نہیں بلا ہے۔ ایک جو کی حفاظت نہ کرنے والی گندم کے ڈھیر کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ موافقت والی بیوی رکھنے والے کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے، جس کی بیوی بیگانوں کے سامنے ہنسے ایسا مرد اپنے آپ کو مرد کیوں کہتا ہے؟ گلشرے اڑانے والی عورت کا خاوند اگر اس کو روک نہ سکے تو اس کا گونگا بن جانا ہی بہتر ہے۔ عورت بیگانوں سے اندھی بہتر ہے اور بلا ضرورت گھر سے نکلنے سے قبر میں جانا بہتر ہے۔ آوارہ عورت کو برداشت کرنا بے غیرتی ہے۔ اس سے دور ہو جا! پھر اگرچہ مگرمچھ کے

منہ میں چلا جا' اپنی بیوی کو دوسروں کے سامنے لانے والا مرد نہیں نامرد ہے۔ دو شخص جو اپنی بیویوں سے تنگ تھے انہوں نے کیسا عجیب مکالمہ کیا، ایک نے کہا خدا کرے کسی کی بیوی بری نہ ہو دوسرے نے کہا! اللہ کرے دنیا میں عورت ہی نہ ہو۔ ایک شخص ہر سال نئی بیوی کرتا اور کہتا ہر سال نئی جنتری ضروری ہے۔ تنگ جوتے پہننے سے ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے اور گھر کے لڑائی جھگڑے سے سفر میں رہنا ہی اچھا ہے۔ عورت اگرچہ سرکش ہو لیکن اس میں اللہ نے سکون رکھا ہے (لیسکن الیھا. القرآن) اس لیے عورت کے گرفتار پر طعنہ زنی نہ کر کہ مجبور ہے، اگر (اے سعدی) تجھے بھی بیوی کا سامنا ہو تو اس کا ظلم سہہ لے مگر اف نہ کرے۔



سبق

خوب سیرت بیوی خوبصورت سے بہتر ہے کہ گھر کو جنت نظیر بناتی ہے اپنی عزت اور خاوند کے گھر کی محافظ ہوتی ہے اور اگر بیوی خوبصورت ہو مگر خوب سیرت نہ ہو یعنی خاوند کی نافرمان ہو تو گھر جہنم کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ ایسے گھر سے سکون رخصت ہو جاتا ہے۔ اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔

(167) بیوی کا ستایا ہوا

ایک نوجوان نے ایک بزرگ کے سامنے اپنی بیوی کی نافرمانی کی شکایت کی کہ میں تو چکی کے نچلے پاٹ کی طرح ہر وقت بوجھ اُٹھائے رکھتا ہوں۔ بزرگ نے کہا! اگر صبر کرے تو اس میں کوئی شرم والی بات نہیں، اگر تو سارا دن نچلے پاٹ کی طرح ہوتا ہے تو رات کو اوپر والا پاٹ بھی تو تو ہی ہوتا ہے۔

جس پھول سے تو خوشی دیکھتا ہے اس کے کانٹے کا بوجھ بھی برداشت کر۔

سبق

میاں بیوی کی رفاقت عمر بھی کی ہوتی ہے اگر ایک دوسرے کے ہاتھوں کبھی کوئی ناگوار بات سامنے آئے تو خوشگوار حالات کا تصور کر کے ناگواری کو بھلا دینا چاہیے کیونکہ جس درخت کا پھل ہمیشہ کھایا ہو اگر کبھی اس سے کوئی کانٹا چبھ جائے تو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

درختیکہ پیوستہ بارش خوری
تحمل کن آنگہ کہ خارش خوری



(168)اولاد کی تربیت

بچہ جب دس سال کا ہو جائے تو اسے نامحرموں کے پاس بیٹھنے سے روک دینا چاہیے کیونکہ روئی کے پاس آگ جلانے سے ایک لمحے میں سارا گھر جل سکتا ہے۔اپنی نیک نامی کے لیے اولاد کو آداب سکھانا ضروری ہے۔ورنہ تیرے بعد تیرا کوئی جانشین نہ ہوگا۔ نزاکت سے پلنے والی اولاد بہت سختیاں جھیلتی ہے۔لہٰذا اولاد کو عقل مندی اور پرہیزگاری کی تربیت دہ، اچھے برے کی پہچان سکھا اگرچہ ڈانٹنا ہی پڑے ہاں پیار سے زیادہ کام لیا جا سکتا ہے۔ تیرے پاس دولت کے انبار بھی ہوں تو اولاد کو ہنر سکھا ہو سکتا ہے۔دولت ہاتھ میں نہ رہے۔ایسی صورت میں ہنر اس کے کام آئے گا' زمانے کی گردش سے مختلف ملکوں کا سفر بھی کرنا پڑ سکتا ہے' ہنر پاس ہوگا تو دست سوال کسی کے سامنے نہ پھیلانا پڑے گا۔میں (سعدی) نے بھی بچپن میں بزرگوں کے تھپڑ کھا کر یہ مرتبہ پایا ہے نہ کہ جنگلوں کی خاک چھاننے اور دریائی سفر کرنے سے۔ ہمیشہ خادم ہی مخدوم بنتا ہے جو استاد کی مار نہ سہہ سکے اسے زمانے کی سختیاں سہنی پڑتی ہیں' اپنے بچے کی جائز خواہشات پوری کر! تاکہ کسی کا دست نگر نہ ہو۔ جو والدین اولاد کی تربیت میں سختی کو جائز نہیں سمجھتے ان کی اولاد جب غیروں کے ہاتھ لگتی ہے تو ضرور آوارہ ہو جاتی ہے۔اولاد کو بُری صحبت سے بچا ورنہ بدبخت اور گمراہ ہو جائے گی۔ ہجڑوں، بے غیرتوں، ملنگوں، قلندروں کی صحبت میں بیٹھنے والا بیٹا باپ سے پہلے ہی مر جائے تو بہتر ہے۔

سبق

والدین کو کبھی بھی اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلے میں غافل نہیں ہونا چاہیے، ہر

طرح سے اولاد کی تربیت کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے، دینی طریقے کے مطابق اولاد کی تربیت ہوگی تو ایسی اولاد بڑھاپے میں والدین کا سہارا اور وفات کے بعد ان کی نیک نامی کا باعث ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے مروا صبیانکم اذابلغو اسبعا واضربوھم اذابلغوا عشرا "بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کی زبانی تلقین کرو اور اگر دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس پر سختی کر کے اس کو نمازی بناؤ یعنی مارنے سے بھی دریغ نہ کرو۔



(169) زمانے کی روش

دنیا سے وہی بچا ہوا ہے جو گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ ورنہ اس دنیا نے کسی کو معاف نہیں کیا خواہ کوئی ریا کار ہو یا حق پرست، کوئی اگر فرشتے کی طرح آسمان سے اترا ہے تو لوگوں کی بدگمانی سے وہ بھی نہیں بچ سکا۔ دجلہ کے آگے بند تو باندھا جا سکتا ہے لیکن لوگوں کی زبان بند نہیں کی جا سکتی۔ جو سر سے پاؤں تک گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں وہ اولیاء اللہ کو کہہ رہے ہیں کہ یہ خشک پرہیزگار ہیں اور روٹی کے چکر میں ہیں۔ تجھے بددل نہ ہونا چاہیے کیونکہ جزا اللہ نے دینی ہے لوگ اگر تجھے ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیں تو پروانہ کر۔ خدا اگر راضی ہو جائے تو خدائی جو چاہیے کہتی پھرے پرواہ نہیں۔ مخلوق کا بدخواہ خدا آگاہ نہیں ہو سکتا، نہ وہ کسی منزل پر پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس نے پہلا قدم ہی غلط رکھا ہے۔ ایک ہی بات دو بندے سنتے ہیں تو نتیجہ نکالنے میں ایک فرشتہ ہوتا ہے دوسرا شیطان۔ تاریکی میں رہنے والا سورج سے استفادہ نہیں کر سکتا، شیطان صفت انسان نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر تو شیر بنے یا لومڑی ایسا شخص تجھ پہ ضرور تنقید کرے گا نہ اس کے سامنے تیری شیر جیسی بہادری کام آسکتی ہے نہ لومڑی جیسی چالاکی۔ اگر کوئی تنہائی میں بیٹھ جائے تو اس کو مکار کہیں گے یا دیو کہ انسانوں سے بھاگتا ہے' کوئی ہنس مکھ اور ملنسار ہے تو اس کو بے حیا گردانیں گے کوئی مالدار ہے تو اس کو فرعون وقارون ثابت کر دیں گے' کوئی فقیر و تنگدست ہے تو اس کی غربت کو بدبختی پر محمول کریں گے۔ کوئی اگر مرتبے و مقام سے گر جائے تو خوشیاں منائیں گے کہ اس کا تکبر ٹوٹا ہے یہ بھی فرعون بنا ہوا تھا۔ اگر کسی غریب کی اللہ تعالیٰ مدد کرے اور اس کو مالدار بنا دے تو کہیں گے کیسا کمینہ زمانہ ہے جو کمینوں کو اوپر لا رہا ہے۔ اگر تیرا کاروبار ٹھیک چل رہا ہو تو تجھے دنیادار اور لالچی کہیں گے۔ اور اگر تو ان کی مان کر گھر بیٹھ جائے تو تجھے

بھکاری اور بدحرام، پکی پکائی کھانے والا کہیں گے۔ اگر تو بولے گا تو تجھے بکواسی طبلہ کہیں اور تو خاموش ہو جائے تو حمام کی تصویر بتائیں گے۔

بردبار لوگوں کو بزدل اور زبردست شخص کو پاگل کہتے ہیں۔ کم کھانے والے کے بارے میں کہیں گے کہ اس کا مال تو دوسروں ہی کے کام آئے گا اور کھانے پینے والے کو پیٹو کہیں گے، کوئی مالدار اگر ساری زندگی گذار دے اور زیب و زینت کو عار سمجھے تو تلوار کی طرح زبان چلائیں گے کہ بڑا کنجوس ہے۔ اور اگر کوئی کوٹھی بنگلے میں ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے لگے تو اس کو عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کا طعنہ دیں گے۔ کوئی جتنا بھی عبادت گذار ہو اگر اس نے سفر نہیں کیا تو سیاح لوگ اسے مرد ہی نہیں سمجھتے کہ بیوی کے پہلوں میں بیٹھنے والا ہے۔ جہاندیدہ شخص کو یوں طعنہ دیں گے کہ بدبخت سر پھرا ہے اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو شہر سے باہر نکلتا۔ کوئی اگر شادی نہ کرائے تو اس کو زمین کا بوجھ قرار دیتے ہیں اور اگر کرا لے تو شہوت پرست اور کیچڑ میں پھنسے ہوئے گدھے سے تسبیہ دیتے ہیں الغرض لوگوں کی ملامت سے نہ کوئی بدصورت بچ سکا اور نہ کوئی خوب رو، لہٰذا اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ کوئی کیا کہتا ہے اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے۔

سبق

دنیا والے کسی کو معاف نہیں کرتے اس لیے مخلوق کی مدح و ذم سے بے نیاز ہو کر خالق کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے جو بندے کے معمولی عمل کی بھی بہت قدر فرماتا ہے۔

ان اللہ شاکر علیم (القرآن)



(170) بدزبانی

مصر میں میرا ایک نوکر تھا جو شرم کی وجہ سے نگاہیں جھکائے رکھتا۔ کسی نے مجھے کہا! اس کی گوشمالی بھی کیا کر! تاکہ اس کو کچھ عقل و ہوش آئے۔ ایک دن میں نے جب اس نوکر کو ڈانٹا تو وہی شخص جس نے مجھے نوکر کی گوشمالی کرنے کو کہا تھا وہ مجھے کہنے لگا۔ مسکین پر کیوں ظلم کرتا ہے۔

تو یہ دنیا والوں کی حالت ہے کہ اگر تجھے غصہ آئے تو پاگل و بے عقل کہنا شروع کر دیتے ہیں اور اگر تو تحمل سے کام لے تو بے غیرت ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ کوئی سخاوت کرے تو اس کو ''ہاتھ ہولا'' رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں اور کوئی کفایت شعاری سے کام لے تو اس کو کنجوس مکھی چوس کہتے ہیں۔ اور طعن کریں گے کہ یہ کمینہ بھی باپ کی طرح چھوڑ کر بے نصیب ہی مرے گا۔ ان دینا داروں کی بدزبانی سے جب اللہ کے نبی نہ بچ سکے تو اور کون بچے گا۔ تو پیغمبروں کی بات کرتا ہے؟ کیا لوگوں نے خدا کے لیے بیٹے اور بیوی ثابت نہیں کی؟ لہٰذا بچنے کا علاج صرف صبر ہے۔

ان اللہ مع الصبرین

سبق

جو شخص یہ چاہے کہ مجھے کوئی برا نہ کہے اور میرے بارے میں کوئی نامناسب الفاظ نہ بولے تو یہ اس کی بھول ہے جب اللہ، رسول لوگوں کی بدزبانی سے نہ بچ سکے تو پھر میں اور تو کس شمار میں ہیں۔



(171) عیب و ہنر

ایک عقل مند، صاحب کمال نوجوان جو وعظ کہنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ فصاحت و بلاغت میں مہارت نامہ رکھنے کے باوجود حروف ابجد کی ادائیگی صحیح نہیں کر سکتا تھا۔ حسین اس قدر تھا کہ اس کے رخسار کا خط (داڑھی) ہاتھ کے خط سے زیادہ خوبصورت تھا۔ میں نے ایک دن کسی کے سامنے کہہ دیا کہ کیا وجہ ہے یہ نوجوان اگلے دانت نہیں رکھتا یعنی حروف ابجد کی صحیح ادائیگی نہیں کر سکتا؟ اس نے مجھے جھڑک کر کہا! تجھے اس کا ایک عیب تو نظر آ گیا کئی کمال کیوں نہ نظر آئے؟ سن لے! دنیا میں دوسروں کی اچھائی دیکھنے والا قیامت کے دن برائی نہ دیکھے گا۔ اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے خذ ما صفا۔ جو صاف ہے وہ لے لے۔ کئی کمالات والا اگر کبھی پھسل بھی جائے تو اس سے درگذر کر۔ کانٹے اور پھول اکٹھے ہی ہوتے ہیں، کانٹوں کو چھوڑ، پھول لے اور گلدستہ بنا۔ جس کی طبیعت ہی بد ہو اس کو مور کا حسن دیکھنے کی توفیق نہیں بلکہ اس کے پاؤں کو ہی دیکھتا رہتا ہے۔ اپنے اندر صفائی پیدا کر کیونکہ اندھا شیشہ کچھ نہیں دکھاتا۔ حرف گیری چھوڑ اور اپنے چھٹکارے کی رہ تلاش کر۔ گنہگار کو وہ سزا دے جو خود گناہ گار نہ ہو۔ جب تیرا اپنا مقدمہ تاویلات کے سہارے پہ ہے تو دوسرے پر سختی کرنا مناسب نہیں ہے۔ پہلے خود بدی سے رُک پھر ہمسائے کو کہہ' میں جو کچھ بھی ہوں میرا ظاہر تیرے ساتھ ہے باطن پہ عیب کیوں لگاتا ہے، میں ریا کار ہوں یا حق پرست اللہ خوب جانتا ہے۔ جب اللہ ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب دیتا ہے تو تو بھی کسی کا ایک کمال دیکھ کر دس عیبوں سے درگزر کر۔ جو واعظ سو نکتے بیان کرتا ہے اور ایک بار سکتہ کرتا ہے تو تجھے آخر اس کا سکتہ ہی کیوں نظر آتا ہے؟ ہاں صرف اس لیے کہ نیکی دیکھنے والی تیری آنکھ کو حسد نے بند کر دیا ہے۔ انسان کی کمی بیشی جب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے تو تو اس

سے عیب کیوں نکالتا ہے۔ کیا ہر جنس میں اچھے اور بُرے نہیں ہوتے۔ پھل ہی لے لو کہ اس میں چھلکا بھی ہوتا ہے مغز بھی۔ لہٰذا مغز کھا لے اور چھلکا پھینک دے۔



سبق

اللہ کی مخلوق میں کمالات بھی ہیں اور عیوب بھی۔ کسی کے عیب دیکھ کر اس کے کمالات سے صرف نظر کرنا عقل مند کا کام نہیں۔ عیبوں کے باوجود بھی ہر شخص اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر
دیکھتے رہے اوروں کے عیب وہنر
پڑی جو نہی گناہوں پہ اپنے نظر
تو جہاں بھر میں کوئی بُرا نہ رہا

✿✿✿

باب نمبر 8

(172) شکر کے بیان میں

اگر ہمارے جسم کا بال بال زبان بن جائے تو عدم سے وجود میں لانے والے خدا کا شکر ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی ذات کے شایانِ شان شکر کو ہم جانتے ہی نہیں۔ کیونکہ اس ذات کی تعریف کن لفظوں سے کی جاسکتی ہے کہ جس کی ذات کے آگے ساری تعریفیں ماند ہیں۔ ایسا ایجاد کندہ ہے کہ مٹی سے انسان بنا کر اس کو عقل و ہوش عطا فرمایا ہے۔ پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک بندے کو کیا کیا عزتیں بخشتا ہے؟ اے انسان جب اللہ نے تجھے پاک پیدا فرمایا ہے تو پھر زندگی میں بھی پاکیزگی اختیار کرتا کہ قبر میں ناپاک ہو کر جانے کی شرمندگی نہ ہو۔ دل کے آئینے سے گرد کو صاف کرتا رہ! کیونکہ جیسے زنگ آلودہ شیشے میں چمک نہیں پیدا ہو سکتی اسی طرح گناہوں کے زنگ سے دل کے آئینے میں انوارِ الٰہی کی چمک پیدا نہ ہوگی۔ جب تو منی کے ایک قطرے سے بنا ہے تو مرد ہونے کا ثبوت دے اور سر سے منی (خودی) نکال دے۔ اگر چہ تو اپنا رزق کوشش سے کماتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی بھروسہ اللہ کی ذات پہ ہونا چاہیے نہ کہ اپنے زور بازو پہ' کیونکہ ہاتھوں میں حرکت پیدا کرنے والی ذات تو اسی کی ہے اگر تیری محنت کا نتیجہ اچھا نکلے تو یہ بھی خدا کی توفیق سے سمجھ کیونکہ توفیق دینے والا وہی ہے صرف زور بازو سے کوئی بھی بازی نہیں جیت سکتا۔ اگر اس کی مدد تجھے حاصل نہ ہو تو تو ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، وہ وقت بھی یاد کر جب تو بچہ تھا اور بول بھی نہ سکتا تھا اس نے تجھے ناف کے ذریعے روزی عطا فرمائی۔ پھر جب تیری ناف کاٹ دی گئی تو ماں کے پستان میں تیری روزی ڈال دی گئی۔ کیونکہ سفر میں بیمار ہونے والے کو اس کے وطن کا پانی بطور دوا دیا جاتا ہے۔ ماں کی گود جنت جان اور اس کی چھاتی کو

جنت سے نکلنے والی دودھ کی نہریں سمجھ یا اس کا قد درخت ہے اور اولاد میوہ۔ چونکہ پستان کی رگیں دل کی طرف جاتی ہیں اور دل خون کا مرکز ہے تو گویا ماں کا دودھ دل کا خون ہے۔ پھر جب دودھ (رضاعت) کا دور گذرتا ہے تو دایہ اپنے دودھ کی نہروں پہ ایلوا لگا دیتی ہے تو وہ ان شیریں چشموں کو بھول جاتا ہے۔ یاد رکھ! توبہ کی راہ میں تو بچے کی طرح ہے۔ قوت ارادی کو مضبوط کر اور گناہوں سے صبر کرتا کہ تیری توبہ قائم رہے۔

سبق

مخلوق پر اللہ کی نعمتیں ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں اس لیے اس کو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم (القرآن)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سانس کا اندر جانا بھی ایک نعمت ہے اور باہر آنا بھی نعمت ہے کیونکہ ہوا اندر نہ جائے پھر بھی موت ہے اور اگر باہر نہ آئے تو پھر بھی موت ہے تو ایک سانس پہ دو اتنی اتنی بڑی نعمتیں ملتی ہیں اور ہر نعمت پہ شکر واجب ہے تو ہر سانس پہ دوبار شکر کیا جائے لیکن شکر گذار بہت کم ہیں و قلیل من عبادی الشکور ٥ (القرآن)



(173) ماں کی فریاد

ایک جوان نے اپنی ماں کی نافرمانی کی تو ماں کا دردمند دل بھر آیا بولی! اے وقت کو بھول جانے والے بے وفا! کیا تو وہی نہیں کہ تیری وجہ سے میں کئی راتیں سو نہ سکی۔ جب پنگھوڑے میں تجھے اپنے آپ سے مکھی اُڑانے کی بھی طاقت نہ تھی' آج تو شہ زور بنا پھرتا ہے ایک وقت پھر تیرے اوپر آنے والا ہے جب قبر کے کیڑے تیری چربی کھا جائیں گے۔ جو شخص کسی اندھے کی کوکنویں کی طرف جاتا ہوا دیکھ کر بھی آنکھوں کی نعمت کا شکر ادا نہ کرے وہ اور اندھا برابر ہی تو ہیں۔ استاد کی تربیت کو قبول کرنے کی صفت تجھے اللہ نے عطا فرمائی ہے اگر تجھے یہ نہ ملتی تو استاد بھی کیا کر سکتا تھا؟ جب تو حق اور باطل میں تمیز کرنا ہی نہ جانتا۔

سبق

انسان کے پاس ساری صلاحتیں اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں' یہی زبان گونگے کے منہ میں بھی ہوتی ہے مگر اس میں بولنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ کان بہرے کے بھی ہوتے ہیں مگر سن نہیں سکتا۔ لہٰذا ان نعمتوں کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ٹھہرا۔ ناشکرا انسان تو جانوروں سے بھی گیا گذرا ہے کہ جانور بے زبان ہو کر اپنے اپنے رنگ میں شکر الٰہی بجالا رہے ہیں اور یہ اشرف المخلوقات ہو کر اس صفت سے محروم ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔



(174) تخلیق انسانی میں صنعت باری تعالیٰ

غور کر اللہ تعالیٰ نے ایک انگلی کو کتنے ہی جوڑوں سے ملایا ہوا ہے پھر کس قدر حماقت ہو گی کہ تو اس کے کاموں پہ اعتراض کی انگلی اُٹھائے اس نے ہڈیوں کو پٹھوں کے ذریعے مضبوط کیا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو تو حرکت کرنے پر بھی قادر نہ ہوتا۔ اگر تیری پیٹھ میں مہروں کی بجائے ایک ہی ہڈی ہوتی تو جھک بھی نہ سکتا۔ رگوں کو جسم میں چلا دیا گویا تین سو ساٹھ نہریں بہہ رہی ہیں۔ سر میں آنکھیں پیوسط کر دیں اور سمجھ بوجھ کے ساتھ دل کو عزت دے دی دیکھ تو سہی چوپائے بیچارے تو منہ کے بل ذلیل پڑے ہیں اور تجھے اللہ نے الف کی طرح قدموں پہ کھڑا کر دیا ہے۔ جانور کھانے کے لیے سر جھکاتے ہیں اور تو عزت کے ساتھ کھانا منہ کی طرف لاتا ہے لہٰذا تجھے چاہیے کہ عبادت کے لیے صرف اللہ ہی کے سامنے سر جھکائے اور نیک صورتی کے ساتھ ساتھ اپنے اندر نیک سیرتی بھی پیدا کرے۔ صرف سیدھا قد کافی نہیں راہ بھی سیدھی اپنا! ورنہ صورت میں تو کافر بھی ہم جیسے انسان ہی ہیں۔ جس اللہ نے تجھے خوبصورت اعضاء دیے ہیں کم از کم ان اعضاء کے ساتھ تو اس کی نافرمانی نہ کر۔ اگر تو کمزور ہے اور دشمن سے مقابلہ نہیں کر سکتا تو دیکھ کہیں بے دھیانی میں خدا سے اس کی نافرمانی کر کے لڑائی تو نہیں کر رہا؟ عقل مند بن اور نعمت کو شکر کے ساتھ جوڑ دے۔

سبق

انسان کی تمام جسمانی روحانی، ذہنی قلبی صلاحتیں اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں اس لیے انسان کو بہر حال اللہ کا شکر گذار رہنا چاہیے

؎ دنیا سے ہے سب نے جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن

انسان کو اللہ نے جیسے عمدہ صورت عطا فرما کر اشرف المخلوقات بنایا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے اندر سیرت کا حسن پیدا کر کے فرشتوں سے نمبر لے جائے

؎ فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ



(170) ایک احسان فراموش بادشاہ

ایک بہادر اور جنگ جو بادشاہ مشکی گھوڑے سے گرا تو اس کی گردن کے مہرے اندر بیٹھ گئے اور گردن ہاتھی کی طرح جسم میں گھس گئی سر پھیرنے کے لیے پورا جسم پھیرنا پڑتا۔ ایک یونانی فلسفی کے علاوہ تمام طبیب علاج سے عاجز آ گئے۔ فلسفی کے علاج سے بادشاہ ٹھیک ہو گیا اور اپاہج ہونے سے بچ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہی یونانی فلسفی اپنی کسی ضرورت کے تحت بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ بے چارہ حکیم فلسفی بہت شرمندہ ہوا، سر جھکائے واپس جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "اگر میں کل اس کی گردن نہ پھیرتا تو آج یہ مجھ سے منہ نہ پھیرتا، حکیم نے انتقام لینے کے ارادے سے ایک درباری کو ایک بیج دیا کہ اس کی خوشبو بہت اچھی ہے، اس کو دربار میں سلگا دینا۔ جونہی بیج کو اگردان پہ رکھ کر سلگایا گیا تو اس کے دھوئیں سے بادشاہ کو ایک چھینک آئی اور بادشاہ کا سر اور گردن پہلے کی طرح ہو گئے۔ فلسفی کو تلاش کرنے کے لیے بہت لوگوں کو دوڑایا گیا مگر نہ پا سکے۔ (حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مکن گردن از شکر منعم مپیچ
کہ روز پسیں سر براری بہ پیچ

محسن کے احسان کا اعتراف کرنا ضروری ہے ورنہ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ اس احسان کی بندش ہو جائے اور دنیا دیکھ کر کہتی رہے

اسی لیے تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارواں ہو کر



(176) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اے انسان! رات اور دن اللہ نے تیری سہولت کے لیے بنائے۔ روشن چاند اور نورانی سورج کے ذریعے تیرے لیے روشنی کا انتظام کر دیا۔ بادصبا چوکیدار کی طرح تیرے لیے بہار کا بستر بچھانے پہ مامور ہے' ہوا، برف، بادل، بارش، گرجدار بجلی، یہ سب تیرے کارکن ہیں جو تیرے بیجے ہوئے بیج کو زمین کی گود میں پرورش کرتے ہیں۔ تیری پیاس بجھانے کے لیے بادل کا سقہ کندھوں پہ پانی لا رہا ہے۔ اللہ نے تیری لذت وضرورت کے لیے مٹی سے طرح طرح کے پھل اور خوارک پیدا کی ہے۔ مکھی کے وجود سے تجھے شہد دیا اور ہوا سے کھجور کو میٹھا کر دیا۔ اس نے گٹھلی سے پورا کھجور کا درخت بنا دیا اور ایسا کہ کھجوروں کے ماہر بھی اس پر حیران ہیں کہ ایسی نخل بندی تو خدا ہی کر سکتا ہے سورج، ماہ و پروین کو تیرے گھر کے چھت کی قندیلیں بنا دیا ہے۔ اس کے کانٹوں سے پھول اور نافے سے مشک پیدا کیا۔ سونے کو کان سے اور تر پتوں کو خشک لکڑی سے نکالا۔ اپنے دست قدرت سے اس نے تیری آنکھ اور ابرو بنائے (خلقت بیدی) کیونکہ پیاروں کو غیروں کے حوالے تو نہیں ناں کیا جا سکتا۔

سبق

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حکایت کے تحت اپنا تبصرہ ملاحظ فرمایئے۔

ایسے کریم آقا کا صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ جان سے شکرگذار ہونا چاہیے۔ یہ تو میں نے صرف چند نعمتیں گنی ہیں کیونکہ میں اس قابل کہاں کہ اس کی نعمتوں کو شمار بھی کر سکوں (وان تعد وا نعمة الله لا تحصو ها O القرآن) اے اللہ صرف انسان نے ہی

نہیں بلکہ دیگر مخلوق نے بھی بلکہ آسمان کی بلندیوں پہ فرشتے بھی تیرے شکر کا حق ادا نہیں کیا اور کیا ہے تو صرف اتنا کہ جیسے لاکھوں میں ایک۔

؎ بروسعد یا دست و دفتر بشوئے
براہے کہ پایاں ندارد مپوئے

اے سعدی جا کر ہاتھ اور کتاب کو دھو ڈال جس راہ کی انتہا ہی نہیں اس پہ مت دوڑ

؎ جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے
کھتیاں سر سبز کیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
؎ سب کچھ ہے تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے
دی زبان حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے
دل دیا حب حبیب کبریا کے واسطے



(177) عطیات خداوندی

ایک شخص اپنے بچے کے کان بڑی سختی کے ساتھ مروڑ رہا تھا اس بات پر کہ میں نے تجھے کلہاڑا دیا تھا لکڑی پھاڑنے کے لیے اور تو نے اس سے مسجد کی دیوار کو گرانا شروع کر دیا۔

سبق

آج کے انسان بلکہ مسلمان کی حالت بھی اس بچے سے مختلف نہیں ہے کہ جو اپنے ہاتھوں سے ظلم روکنے کی بجائے ظلم کر رہا ہے۔ زبان جو اللہ نے اپنا کلام پڑھنے اور اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے دی اس کو گالی گلوچ اور بے حیائی کی باتوں پہ لگا دیا گیا ہے۔ کان ہمیں دے گئے تا کہ ان کے ساتھ حق کی آواز سنیں ہم سارا دن ان سے گانے سنتے رہتے ہیں آنکھ دی تا کہ خدا کی نعمتوں کا نظارہ کریں ہم نے ان کو فحاشی وعریانی دیکھنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ پاؤں مسجد کی طرف اٹھتے ہوئے دکھتے ہیں مگر سینما، کلب، شراب خانے اور ہر غلط کام کی طرف دوڑتے ہیں، اچھی مجلس کی طرف دعوت دو تو ہزار عذر مانع آجاتے ہیں اور رقص وسرود کی مجلسوں میں سینکڑوں روپے کے ٹکٹ لے کر جاتے ہیں اور ساری ساری رات برباد کر دیتے ہیں ؎ یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود۔

زباں آمد از بہر شکر و سپاس
بغیبت نگردا ندش حق شناس

زبان شکر و سپاس کے لیے ہے اللہ کا بندہ اس کو غیبت میں نہیں چلاتا

گذر گاہ قرآن و پنداست گوش
بہتان و باطل شنیدن مکوش

کان تو قرآن اور نصیحت کی گذر گاہ ہیں ان سے بہتان اور جھوٹ سننے کی کوشش نہ کر۔

دو چشم از پے صنع باری نکوست
زعیب برادر فروگیر و دوست

دو آنکھیں خدا کی کاریگری کا نظارہ کرنے کے لیے اچھی ہیں ان کو بھائیوں اور دوستوں کے عیبوں سے بند کر لے الغرض اعضائے انسانی ہمیں مختلف عبادات کے لیے دیے گیے ہیں لہٰذا ان کو عبادات میں استعمال کرنا چاہیے نہ کہ بُری عادات میں۔



(178) کمزوروں کی حالت زار

انسان کی عادت ہے کہ خوشی کے دنوں میں نعمت کی قدر نہیں کرتا جب ابتلاء کا دور آتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ مالدار کے سامنے قحط سالی اور سردی میں فقیر کا مسئلہ تو معمولی ہے۔ جو سانپ کا ڈسا ہوا ہو وہ اگر رو دھو کر کچھ دیر کے لیے سو جاتا ہے تو تندرستی کی نعمت پر ضرور اللہ کا شکر ادا کرے گا۔ اگر تو جوانوں کی طرح چھلانگیں مار مار کر منزل کی طرف جا رہا ہے تو آہستہ چلنے والے بیماروں اور کمزوروں کے پاس اس نعمت کے شکرانے میں ہی دو گھڑیاں رک جا! جوانوں کو بوڑھوں پر اور طاقتوروں کی کمزوروں پر رحم کرنا چاہیے دریائے جیحوں کے پاس رہنے والوں سے پانی کی قدر کیا پوچھتا ہے دھوپ میں تھکے ہوئے پیاسے مسافروں سے اس نعمت کی قدر پوچھ! کیونکہ دجلہ کے کنارے بیٹھنے والا زرود (جنگل) کے پیاسوں کا غم نہیں جانتا۔ چند دن بخار کے ہاتھوں خوار ہونے والا ہی تندرستی کی قدر کرتا ہے۔ جو تندرست نرم و نازک بستر پہ پہلو بدل رہا ہے اس کی بلا جانے کہ اندھیری رات کتنی لمبی ہوتی ہے' یہ بات تو تو اس بیمار سے پوچھنی چاہیے جو بے قراری میں رات جاگ کر گذار رہا ہے۔ جو بادشاہ ڈھول کی آواز پہ بیدار ہوتا ہے اس کو کیا معلوم کہ چوکیدار بے چارے کی رات کیسے گذری ہے۔

سبق

کمزوروں، بیماروں اور پسے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تجھے اس مشقت میں نہیں ڈالا اور ایسے لوگوں کی خوب خوب مدد کرنی چاہیے صرف انکو دیکھ کر زبان سے شکریہ کے چند الفاظ کی ادائیگی کو ہی کافی نہ سمجھا جائے۔ حدیث شریف میں

ہے کہ جب کسی تکلیف میں مبتلا کو دیکھو تو یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِہٖ
وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا○

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس مصیبت سے مجھے بچایا ہوا ہے جس میں تو مبتلا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کثیر تعداد پر مجھے فضیلت دی ہے۔



(189) بادشاہ اور پہرے دار

طغرل بادشاہ سخت سردی کی ایک رات میں کسی پہرے دار کے پاس سے گذرا جو سردی کی وجہ سے ایسے کپکپا رہا تھا جیسے طلوع آفتاب کے وقت سہیل ستارہ بادشاہ نے رحم کرتے ہوا اپنی پوستین کی قبا اس کو دینے کا ارادہ کیا اور کہا ذرا انتظار کر میں اتار کر بھیجتا ہوں۔ بادشاہ محل میں گھس گیا اور غلاموں کے ساتھ ایسا مگن ہوا کہ چوکیدار بے چارے کو بھول ہی گیا۔ چوکیدار نے قبائے پوستینی کا ذکر کان سے سن تو لیا مگر بد نصیب کے کندھے پہ قبا نہ آسکی۔ پہلے صرف سردی کی تکلیف تھی اب ساتھ قبا کے انتظار کا عذاب۔ بادشاہ صبح اُٹھا تو ایک درباری نے کہا! اے بادشاہ شاید آپ محل کی رنگینوں میں مبتلا ہو کر اس بد نصیب چوکیدار کو بھول گئے۔ تیری رات تو خوب گذری ہوگی مگر اس کی رات کیسے گذری یہ وہی جانتا ہے۔ جس قافلہ سالار کا سر دیگ میں ہو اور پیر کڑاہی میں ہوں اسے ریگستان کے بھولے ہوئے مسافروں کی تکلیف کا کیا اندازہ؟ اے دریا میں کشتی کا کھیل کھیلنے والے! ذرا رُک جا اور ڈوبنے والوں کو بچا کر لے جا (تاکہ تیرا شوق بھی پورا ہو جائے اور ان بے چاروں کی جان بھی بچ جائے) اے چست چالاک جوان ذرا آہستہ چل کہ قافلے میں ست بوڑھے بھی ہیں۔ تو تو قافلے میں ہودج کے اندر آرام فرما ہے اور اونٹ کی مہار تو شتربان کے ہاتھ میں ہے تجھے کیا؟ جنگل پہاڑ آئیں یا ریتلا میدان! تجھے تو ہاتھی جیسا اونٹ لے جا رہا ہے تو کیا جانے پیدل چلنے والا تھکا ہوا تو اپنا خون کھا رہا ہے۔ جو اپنے گھر میں خوشدلی سے سو رہا ہے وہ اس کا غم کیا جانے جو بے چارہ خالی پیٹ بھوکا رو رہا ہے۔

سبق

خوشحال لوگوں کو چاہیے کہ تنگدست اور کمزوروں کا بھی خیال رکھیں اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوں، اپنی عیش پرستی میں پڑ کر ان کو بھلا ہی دینا انسانیت تو کیا حیوانیت کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے



(190) چوکیدار اور چور

ایک چوکیدار نے ایک چور کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیے اور خود سو گیا۔ چور ساری رات کراہتا رہا۔ چوکیدار کو اسی رات سوتے میں خواب آیا کہ جیسے کوئی شخص تنگدستی کی وجہ سے رو رہا ہے اور وہی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا چور اس رونے والے کو کہہ رہا ہے! کتنا روئے گا اب سو بھی جا اور خدا کا شکر کر کہ میری طرح تیرے ہاتھ پاؤں کسی چوکیدار نے باندھے تو نہیں۔ جب میں خود تجھ سے زیادہ پریشانی میں ہوں تو تجھے رونے کی بجائے شکر کرنا چاہیے کہ تو اس مصیبت سے بچا ہوا ہے۔

سبق

ہر کوئی اپنی مصیبت کو ہی بڑا سمجھتا ہے حالانکہ دوسرے کی بڑی مصیبت کے سامنے اپنی مصیبت کو تو بھلا ہی دینا چاہیے۔



(191) کچّے چمڑے کا لباس

ایک بے لباس شخص نے ایک درھم قرض لیا اور اس سے کچا چمڑہ خرید کر جسم پہ لباس کی طرح پہن لیا۔ جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اپنی قسمت پہ رو کر کہنے لگا! وائے نصیب! میں تو گرمی کی وجہ سے اس چمڑے میں پک گیا ہوں (یا اللہ! اب تو مہربانی کردے) وہ ابھی یہی شکوہ کر رہا تھا کہ پاس ہی کنوئیں سے ایک قیدی کی آواز آئی اے کچے لباس اور کچے دماغ والے ناتجربہ کار! اللہ کا شکر کر کہ تو تو پھر کچے چمڑے کا لباس پہنے ہوئے ہے' میری طرح تیرے ہاتھ تو کچے چمڑے سے بندھے ہوئے نہیں ہیں۔

سبق

ایک حدیث شریف میں ہے کہ دنیا داری کے لحاظ سے اپنے آپ سے کمتر کی طرف دیکھا کرو تا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اور دینداری کے لحاظ سے اپنے آپ سے بہتر کی طرف دیکھنا چاہیے اور اس کی طرح عبادت کر کے فاستبقوا الخیرات (نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) کے حکم قرآنی پہ عمل کرنا چاہیے۔



(192) تھپڑ پہ انعام

ایک شخص کسی عبادت گذار کے پاس سے گذرا اور خیال کیا کہ شاید یہ یہودی ہے چنانچہ ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا بعد میں اس کا خیال غلط نکلا جب عبادت گذار نے اس کو اپنا لباس پیش کر دیا۔ اس نے شرمندہ ہو کر کہا! میں شرمندہ بھی ہوں اور حیران بھی کہ یہ کیا موقع ہے مجھے لباس کا انعام دینے کا؟ عبادت گذار نے کہا! اس شکرانے میں لباس دے رہا ہوں کہ جو تو نے مجھے سمجھا میں وہ نہیں ہوں۔

سبق

کسی کا ظاہر خستہ حال دیکھ کر اس کے باطن کو بھی مفلس نہیں سمجھنا چاہیے ہو سکتا ہے اس کا باطن تیرے ظاہر سے بہت بہتر ہو۔ سعدی فرماتے ہیں

ے نکو سیرتِ بے تکلف بروں
نہ از نیک نام خراب اندروں

بظاہر سادہ مگر نیک سیرت شخص، بد باطن نیک نام سے بہتر ہے۔

ے نہ بہ نزدیک من شب رو راہ زن
بہ از فاسق پارسا پیرا ہن

میرے نزدیک چور ڈاکو پرہیزگاری کے لباس والے گنہگار سے بہتر ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں! تو اگر اچھا نہ ہو اور لوگ تجھے اچھا سمجھیں تو اس سے بہتر یہ ہے کہ تو اچھا ہو اور لوگ تجھے بُرا کہیں یا سمجھیں۔



(193) گدھے کی نصیحت

ایک شخص پیدل سفر کر کر کے تھک گیا اور بالآخر رو کر کہنے لگا! اس جنگل میں مجھ سے زیادہ مسکین اور لاچار کون ہوگا؟ قریب ہی سے ایک گدھا بہت سارہ بوجھ اُٹھائے گذر رہا تھا، اس نے کہا! او بے تمیز انسان اور اپنی بدبختی پر کب تک روئے گا، جا جا کر اللہ کا شکر ادا کر! اگر تیرے پاس تیرا بوجھ اُٹھانے کے لیے گدھا نہیں تو کیا ہوا تو گدھے کی طرح کسی کے بوجھ کے نیچے بھی تو نہیں۔

سبق

اپنے سے بہتر حالت والوں کو دیکھ کر اللہ سے شکوہ کناں ہونے کی بجائے اپنے سے کمتر کو دیکھ کر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میں اگر اس (بہتر) جیسا نہیں ہو تو اس (کمتر) جیسا بھی تو نہیں ہوں۔



(194)تکبّر

ایک عالم کسی بے ہوش و بدمست نشے میں دھت شخص کے پاس سے گذرا اور اپنی پاک دامنی پہ مغرور سا ہو گیا، اس کی طرف توجہ کیے بغیر گذرنے لگا تو بے ہوش نے آنکھ کھولی دی اور سر اُٹھا کر بولا

بروشکر کن چوں بنعمت دری
کہ محرومی آید ز مستکبری

اگر تو اچھی حالت میں ہے تو اللہ کا شکرادا کر کیونکہ تکبر سے محرومی آتی ہے۔

کسی کو قیدی دیکھ کر اس کا مذاق نہ اُڑا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن زمانے کی گردش تجھے بھی قیدی بنادے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کل تو میری طرح پڑا ہو اور میں تیری طرح بن جاؤں؟ اگر تیری قسمت میں مسجد لکھ دی گئی ہے تو آتش کدہ والوں کی مذمت نہ کر' اگر تو مسلمان ہے تو شکر کر کہ آتش پرست کا جنیو تیری کمر پہ نہیں باندھا گیا۔ تقدیر الٰہی کے بغیر تو پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا زمین و آسمان تقدیر کے جال کے قیدی ہیں۔ کائنات کی کوئی شئی دائرہ تقدیر سے باہر نہیں لہٰذا اپنے عمل پہ مغرور ہونے کی بجائے تقدیر خداوندی سے ڈرتے رہنا اور ذات باری تعالیٰ پہ متوکل رہنا چاہیے۔

سبق

کسی گنہگار کو دیکھ کر نہ تو اپنے حسن عمل پہ مغرور ہونا چاہیے اور نہ ہی اس گنہگار سے

نفرت کرنی چاہیے کیونکہ تجھے اگر پرہیزگاری کی توفیق دی ہے تو اسی اللہ نے دی ہے جس نے فاسق وفاجر پر اپنی حکمت کے تحت پرہیزگاری کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کا الٹ بھی کرنے پر قادر ہے۔

اسی لیے بزرگ فرماتے ہیں گناہ سے نفرت کرو، اور گنہگار سے نفرت کرنے کی بجائے پیار کرو تاکہ تیرا پیار اس کے دل کی دنیا میں انقلاب پیدا کر دے تو اس کو توفیق ہدایت مل جائے۔



(195) اسباب اور مسبب الاسباب

اگر زندگی باقی ہو تو اللہ تعالیٰ گھاس کھانے سے بھی شفا دے دیتا ہے۔ شہد سے زندہ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، موت کی تکلیف تو لاعلاج ہے جس کی جان صرف دو سانسوں کے برابر رہ گئی ہو اس کے منہ میں شہد ڈالنا بے فائدہ ہے۔ معمولی سر درد ہو تو صندل کی مالش مفید ہے اور اگر سر پر گرز لگے تو صندل کو چھوڑ کوئی اور حیلا کر۔ خطرہ کی جگہ سے بھاگنا تو ضروری ہے لیکن تقدیر سے پنجہ آزمائی کون کر سکتا ہے۔ معدہ درست ہو تو کھانا چہرے پر رونق لاتا ہے ورنہ کھانے کے باوجود بھی خانہ خراب ہو جاتا ہے۔ انسان کے چار مزاج تر، خشک، گرم، سرد موافق رہیں تو انسان تندرست رہتا ہے اور اگر ان میں سے ایک نے بھی دوسرے پر غلبہ پالیا تو بیماری آ کر رہے گی۔ سانس کے ذریعے تازہ ہوا اگر اندر نہ جائے تو سینے میں جلن و حرارت پیدا ہو گی۔ اگر معدہ میں حرارت نہ رہے تو نازنیں جسم بھی کملا جائے گا، اس لیے صاحبان عقل و تمیز ان چیزوں میں سے کسی کے ساتھ دل نہیں لگاتے کہ جو آپس میں موافقت نہیں کر سکتے تیرے ساتھ کیا کریں گے؟

ثابت ہوا کہ جسم کی طاقت صرف خوراک سے نہیں، خوراک بھی تبھی فائدہ دے گی جب اللہ کا کرم تیری پرورش کرے گا۔ تو ایسے رحیم و کریم کا حق ہم پہ اس قدر کیوں نہ ہو کہ اگر ہم اپنی گردن تلوار سے کٹا بھی دیں تو اس کے شکر کا حق ادا نہ ہو سکے۔ ہر نیک کام بھی اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔ تیری کوشش تو ایک بہانہ ہے۔ اگر تو اپنی کوشش ہی کو سب کچھ سمجھے تو جان لے کہ تسبیح، ذکر اور درود شریف پڑھنا گداگری ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تو نے کوئی بہت بڑی عبادت کی ہو گی لیکن کیا تو ہمیشہ اس کا وظیفہ خوار نہیں ہے؟

سبق

اسباب اگر چہ ضروری ہیں مگر فی نفسہٖ موثر نہیں ہیں بلکہ ان کی تاثیر بھی اذن خداوندی کی مرھون منت ہے لہٰذا اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر نظر رکھی جائے اور اگر کوئی نیکی کا کام ہو جائے تو اس میں اپنا کمال سمجھ کر مغرور نہ ہو جائے بلکہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے کہ جس نے اس نیکی کی توفیق دی ہے

ے گداگر نباید کہ باشد غرور



(196) ارادہ و توفیق

بندے کو سر سجدے میں رکھنے کی توفیق بعد میں ملتی ہے پہلے اللہ کا ارادہ ہوتا ہے جو اس کو نیک کام کرنے پر آمادہ کرتا اور توفیق دیتا ہے۔ وہ توفیق نہ دے تو کون کسی سے بھلائی کرے؟ اگر زبان نے کلمہ توحید پڑھا ہے تو اس کو حیران ہو کر دیکھنے کی بجائے اس کو دیکھ جس نے اس کو قوت گویائی دی ہے۔ اچھے برے کی تمیز تو آنکھ کرتی ہے لیکن اس کا کمال بھی تو مان جس نے چھوٹی سی آنکھ کو زمین و آسمان کی وسعت عطا فرمادی ہے کہ سارے اجرام فلکی و سماوی اس میں سما جاتے ہیں اور یہ سب کے حسن و قبح کو پہچان لیتی ہے اگر یہ دو دوراز ے تیرے چہرے پہ نہ ہوتے تو تجھے ہرگز اونچ نیچ کی سمجھ نہ ہوتی۔ اس ذات نے سر کو سجدہ کی توفیق دی اور ہاتھوں کو سخاوت کی اس ذات نے زبان اور کانوں کو دل کے صندوق کی چابی بنادیا زبان کے ذریعے مافی الضمیر کا اظہار ہوتا ہے اور کان کے ذریعے دل رازوں کا گنجینہ بنتا ہے۔ (سعدی کو میٹھی زبان دی اور تجھے سننے والے کان دیے دونوں کو چاہیے کہ ان سے فائدہ اور استفادہ کا کام لیں)۔

سبق

انسان کو اپنے عمل پہ مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ کار خیر اسی کی توفیق سے وجود میں آتا ہے گویا شاہی باغ سے پھل کا تحفہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے تو اس میں پیش کرنا کمال نہیں بلکہ قبول کر لینا اور پیش کنندہ کو انعام و اکرام سے نوازنا کمال ہے۔



(197) سفر ہنداور بت پرستوں کی گمراہی

میں (سعدی) نے ہندوستان کے سفر میں سومنات (جونا گڑھ کا بت خانہ جسے محمود غزنوی نے برباد کیا اب ہندوستان کی حکومت نے اسے دوبارہ تعمیر کیا ہے) میں ہاتھی دانت کا بنا ہوا یک بت دیکھا جس کو انہوں نے ایسے سجایا ہوا تھا جیسے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں منات (بت) کو سجاتے تھے۔ صورت گر نے اس کی ایسی مورتی بنائی کہ اس سے اچھی تصویر بن ہی نہیں سکتی۔ لوگ دور دراز سے اس کو دیکھنے کے لیے آتے۔ دنیا بھر کے بت پرست اس پہ آس لگائے بیٹھے تھے۔ اس کے آگے آہ وزاری کر کے فریادی ہوتے۔ میں (سعدی) حیران تھا کہ یہ زندہ انسان مردہ (بت) کو کیوں پوجتے ہیں؟ ان میں سے ایک بت پرست کے ساتھ میری جان پہچان تھی میں نے اس سے یہ معلوم کرنا چاہا تو وہ مجھ سے ناراض ہو گیا۔ اور تمام پجاریوں کو میرے (سعدی کے) بارے میں بتادیا کہ یہ بندہ خطرناک ہے۔ میں (سعدی) بھی خطرہ محسوس کرنے لگا کہ جب وہ اپنی گمراہی کو ہدایت سمجھ رہے ہیں تو میرے دین کا سیدھا راستہ تو ان کو ٹیڑھا ہی نظر آئے گا۔ اگر چہ لوگ مجھے عقل مند سمجھتے ہیں لیکن بے عقلوں کے نزدیک تو میں جاہل ہوں۔ میں نے عاجز آ کر خوشامد کا راستہ اپنایا (جاہل اگر دشمن ہو جائے تو نرمی اور ماننے میں ہی سلامتی ہے) چنانچہ میں نے بڑے برہمن کی تعریف کے میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیے اور بت بارے وضاحت کی کہ میں کوئی اس سے بداعتقاد نہیں ہوں بلکہ اس کے نقش ونگار پہ فریفتہ ہوں اور صورت کی دلکشی پہ حیران ہوں لیکن چونکہ اس راہ میں نو وار دھوں اس لیے اس کے پجاریوں کی طرح حقیقت سے بے خبر ہوں، مسافر ہوں اچھے برے کی پہچان نہیں رکھتا لیکن دیکھی ان دیکھی عبادت کا قائل بھی نہیں ہوں۔ اگر حقیقت حال سے آگاہی

ہو جائے تو ہو سکتا ہے میں سب سے پہلے اس کا پجاری ہو جاؤں۔ برہمن یہ سن کر بہت خوش ہوا اور میری باتوں کی تائید کرتے ہوئے بولا ؎ بمنزل رسد ہر کہ جوید دلیل

جو دلیل ڈھونڈتا ہے وہ منزل پہ ضرور پہنچ جاتا ہے میں نے تیری طرح بہت سفر کیے ہیں سب تبوں کو بے جان مردہ پایا لیکن اس بت میں ایک کمال دیکھا ہے تب اس کا پجاری بنا ہوں اگر تو بھی وہ کمال دیکھنا چاہیے تو آج رات یہیں ٹھہر کل صبح دیکھ لینا چنانچہ میں برہمن کے کہنے پہ ان ناجنسوں میں ٹھہر گیا مگر ایسے جیسے بیژن (ایران کا ایک شہزادہ جسے افراسیاب نے کنویں میں قید کر دیا تھا) یہ رات میرے لیے قیامت کے دن کی طرح لمبی ہو گئی پجاری میرے اردگرد بت کی پوجا کر کے گویا بے وضو نمازی کا کردار ادا کر رہے تھے (بعض آئمہ نے بغیر طہارت کے نماز پڑھنا کفر فرمایا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے) پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے ان کی بغلوں سے دھوپ میں مرے ہوئے مردار کی طرح بدبو پھوٹ رہی تھی۔ شاید مجھ (سعدی) سے کوئی بڑا گناہ ہو گیا ہو گا جس کی سزا میں اتنا بڑا عذاب بھگت رہا تھا۔ ساری رات میرا ایک ہاتھ دل پر اور دوسرا دعا پر رہا۔ ادھر دن کا نقارہ بجا ادھر برہمن مرغے کی طرح چلایا اور دن نکلنے کی خبر دی بے عقل پجاری ہر طرف سے بغیر پانی استعمال کیے عبادت کو آ گئے بت خانے میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ میں غصے اور غم کی کیفیت میں نیند کی وجہ سے مست تھا کہ اچانک بت نے اپنے ہاتھ اوپر اُٹھا دیے ایک دم شور اُٹھا گویا دریا جوش میں آ گیا ہے۔ (یہ اس بت کا کمال تھا جو برہمن دکھانا چاہتا تھا اور جس کے دیکھنے کے لیے سعدی نے یہ قیامت خیز رات وہاں گذاری) جب بت خانہ خالی ہوا تو برہمن نے مجھے (سعدی کو) ہنستے ہوئے کہا! اب تو تیرا شک دور ہو گیا ہو گا اور حقیقت سے آگاہی ہو گئی ہو گی؟ میں نے سوچا کہ جہالت کے اس پلندے کو نصیحت کرنا تو بے کار ہے چنانچہ میں کچھ دیر فکر سے روتا رہا اور اپنے کیے پر شرمندہ رہا میں نے وہاں حق بیان کرنے کو مناسب نہ سمجھا کہ حق کو باطل پرستوں سے چھپانا ہی چاہیے، زبردست سے مقابلہ کر کے پنجہ تڑوا لینا بہادری نہیں حماقت ہے میرے رونے سے کافروں کے دل نرم ہو گئے (پتھر سیلاب سے پلٹ جائے تو کوئی تعجب نہیں) میری خدمت کو دوڑے، عزت کی، میں بھی

معذرت کے لیے بت کے پاس گیا جو ساگوان کے تخت اور سونے کے جڑاؤ والی کرسی پر براجمان تھا۔ میں نے دکھاوے کے طور پر اس ذلیل بت کے ہاتھ کو چوما اور دل میں اس کے پجاریوں پر لعنت کی۔ چند دن منتر شنتر بھی پڑھنے پڑے، جب بت پرستوں نے مجھ پر بھرپور اعتماد کرنا شروع کر دیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی ایک رات میں نے تبخانے کا دروازہ بند کر کے جو ادھر اُدھر دیکھا تو ایک پردہ نظر آیا اس سے رسی برہمن کے ٹھکانے کی طرف جا رہی تھی مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ظالم رسی کھینچ کر بت کے ہاتھ اٹھا دیتا ہے اور اس کو کمال قرار دیتا ہے چنانچہ جس طرح داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا میرے لیے بھی یہ معمہ حل ہو گیا۔ برہمن نے کہیں سے مجھے دیکھ لیا اور بڑا شرمندہ ہوا! کیونکہ عیب کھل جانا بدنامی ہے۔ وہ اپنی خفت مٹانے کے لیے فوراً وہاں سے بھاگ پڑا میں بھی اس کے پیچھے بھاگا آگے کنواں آیا میں نے اس کو کنویں میں دھکا دے دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اب اگر وہ زندہ رہے گا تو میری خیر نہیں۔ فسادی کے کرتوت جان لینے کے بعد اس کو مار دینا ہی بہتر ہے، ورنہ تیری زندگی کو خطرہ ہے اگر چہ وہ تیرا جتنا بھی خیر خواہ بنے موقع پا کر ضرور تیرا سر کاٹے گا۔ یا تو دھوکے باز کا پیچھا ہی نہ کر کہ کہیں پلٹ کر تجھے ہلاک نہ کر دے اور اگر کر لیا ہے تو اس کو زندہ رہنے کی مہلت نہ دے۔ چنانچہ میں نے پتھر مار مار کر اس برہمن کو مار ہی دیا۔ اور شور برپا ہونے سے پہلے وہاں سے بھاگ آیا۔ کیونکہ شیروں کے کچھار میں آگ لگا کر وہاں سے بھاگنا ہی مناسب ہے سانپ کا بچہ مارنے کے بعد وہاں رہنا سانپ کے انتقام کی نذر ہونا ہے (کیونکہ سانپ انتقام لیے بغیر نہیں رہتا) بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ کر وہاں ٹھہرنے والا اپنی جان کا دشمن نہیں تو کیا ہے اپنے سے زیادہ بہادر اور چالاک کے ساتھ تیراندازی نہ کر بلکہ موقع پا کر وہاں سے بھاگ جا (سعدی فرماتے ہیں) میری کتاب میں اس سے اچھی نصیحت کوئی نہیں ہے کہ ''جب دیوار کی بنیاد اُکھڑ جائے تو وہاں نہ ٹھہر'' اس کے بعد میں یمن سے ہوتا ہوا حجاز مقدس چلا گیا۔ لیکن اس واقعہ کی تلخی آج تک میرے منہ میں موجود ہے۔ جو اپنے وقت کے عادل بادشاہ کا عدل وانصاف، لطف وکرم اور احسان وانعام پا کر دور ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ اس کے لیے دعا کو تبھی اُٹھتے ہیں کہ جب اس مورتی کی

طرح برہمن کی رسی والا معاملہ ہوتا ہے یعنی میرے ہاتھ خود بخود نہیں اُٹھتے بلکہ ان میں طاقت اور قوت بادشاہ سلامت کے انعامات کی کارفرما ہے۔

سبق

ہدایت وگمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر وہ کسی کو ہدایت نہ دے تو اچھے بھلے عقل مند بتوں کے سامنے سجدہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ بے جان بت معبود بننے کے قابل نہیں۔

اولیاء کرام اور محبوبان خدا کو بتوں کے ساتھ ملانا بہت بڑی بختی اور ولی دشمنی ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنگ کا چیلنج کرتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب (بخاری شریف)



باب نمبر 9

(198) توبہ کے بیان میں

اے غفلت کی نیند میں سو کر ستر سال کی عمر برباد کر دینے والے! اب تو جاگ! تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کا انتظام کرتا رہا اور یہاں سے جانے کی کبھی فکر نہ کی۔ قیامت کے بازار میں نیک اعمال کے مطابق ہی مرتبے ملیں گے۔ اگر پونجی ہوئی تو مال ملے گا ورنہ شرمندگی ہوگی۔ بازار جتنا زیادہ رونق والا ہوگا خالی ہاتھ اتنا ہی زیادہ پریشان ہوگا۔ اگر پچاس درہم سے پانچ ضائع ہو جائیں تو کتنا صدمہ ہوتا ہے؟ جبکہ تو نے تو پچاس سال کی عمر ضائع کر دی ہے اب باقی پانچ سالوں میں ہی کچھ کر لے اگر مردہ بول سکتا ہوتا تو چیخ کر تجھے بتاتا کہ ہونٹوں کو ذکر الٰہی سے بند نہ کر۔ ہماری زندگی تو غفلت میں گذر گئی تو ہی ان چند سانسوں کو غنیمت جان لے۔

سبق

ے ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے
ہر طرف بننے بگڑے کا یہاں اک طور ہے
چشم عبرت کے لیے دنیا مقام غور ہے
دنیا میں ہم تم رہے تو کئی دن' پر اس طرح
دشمنوں کے گھر میں جیسے کوئی مہماں رہے



(199)بوڑھے کی حسرت

ایک دن ہم چند نوجوان جوانی کے جوش میں بیٹھے بلبل کی طرح گانے میں اور پھول کی طرح ہنسنے میں مصروف تھے اور پورے محلے میں ایک شور برپا تھا، ایک سفید بالوں والا تجربہ کار بوڑھا ہم سے الگ ایک کونے میں خاموش بیٹھا تھا، جیسے اس کے ہونٹ سیے ہوئے ہیں۔ہم میں سے ایک جوان نے جاکر اس کو کہا! آپ بھی ہمارے ساتھ گفتگو میں شامل ہو جائیں۔ بوڑھے نے سر اُٹھا اور کیا ہی بزرگانہ جواب دیا! بادِصبا چلتی ہے تو جوان درخت ہی جھولتے اچھے لگتے ہیں، خشک تنا اگر جھولے گا تو ٹوٹ جائے گا موسم بہار میں جوان درختوں پہ ہی پھل لگتا ہے، پرانے درختوں کے تو پتے بھی جھڑ جاتے ہیں۔اب تو میرے رخسار بھی سفید ہو گئے ہیں مجھے جوانوں کے ساتھ ٹہلنا زیبا نہیں ہے۔میری زندگی کا باز اب رسی کاٹ رہا ہے۔اب اس دستر خوان پہ بیٹھنے کی باری تمہاری ہے ہم اپنا حصہ کھا چکے اور ہاتھ بھی دھو چکے میرے سیاہ بال سفید ہو چکے اب بلبل کی طرح باغ کا تماشا نہیں کرسکتا۔ خوبصورت مور جلوہ دکھائے تو سو بار دکھائے بے پر باز دکھائے تو کیا دکھائے، میری (زندگی کی) فصل تو بوریوں میں بھر دی گئی ہے جبکہ تمہاری عمر کا سبزہ اب اُگ رہا ہے۔جب پھول کملا جائے تو اس کو گلدستے میں کون سجاتا ہے؟ اب میرا تکیہ زندگی پر نہیں لاٹھی پر ہے، جوان اگر اُچھلے کودے تو درست ہے بوڑھوں کو تو گرنے سے بچاؤ کے لیے سہارا چاہیے' میرا گلاب جیسا چہرہ اب سونے کی طرح زرد ہو گیا ہے اور سورج کا رنگ جب زرد ہو جاتا ہے تو ڈوب جاتا ہے امیدیں باندھنا بچوں کے لیے برا نہیں' میرے جیسے بوڑھے کو تو اب گناہوں کی شرمندگی کی وجہ سے بچوں کی طرح رونا چاہیے، کیا خوب کہا حضرت لقمان نے کہ گناہوں کی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے کیونکہ مرنا کوئی جرم تو نہیں۔اپنی دوکان صبح سویرے ہی بند کر لینا

اس سے بہتر ہے کہ سارا دن کما کر شام کو چوروں کی نذر کر دیا جائے، نفع بھی گیا اور راس المال بھی۔ جوان کو تو خیال ہوگا کہ بوڑھا ہو کر توبہ کر لوں گا مگر اس وقت تک بوڑھا قبر میں جا چکا ہوگا۔

سبق

؎ دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ؟
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے
؎ دنیا مقام غم ہے خوشی نام کو نہیں
جو اس مکاں میں رہ کے گیا نوحہ گر گیا

ویسے تو موت کا کسی کو علم نہیں لیکن اتنا تو ہونا چاہیے کہ جوانی گذر جائے تو رنگ رلیاں چھوڑ کر توبہ میں مصروف ہو جانا چاہیے کیونکہ موت کا بلاوا کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ جو دن گذر گیا اتنی زندگی کم ہو گئی۔



(200) بوڑھے کی چیخ وپکار

ایک بوڑھا چیختا ہوا حکیم کے پاس آیا یوں لگتا تھا کہ ابھی مر جائے گا کہنے لگا مجھے دیکھیے کیا ہوا ہے کہ پاؤں بھی نہیں اپنی جگہ سے اُٹھتے گویا کیچڑ میں پھنس گئے ہیں، حکیم نے کہا! اب دنیا سے ہاتھ اُٹھالے کیونکہ اس کیچڑ سے اب تو قیامت کو ہی نکلے گا۔ اگر تو جوانی میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا ہے تو اب خرمستی چھوڑ کر عقل سے کام لے چالیس سال کے بعد انسان کو بے احتیاطیاں چھوڑ دینی چاہیں۔ سر کے بال سفید ہو جائیں تو نامہ اعمال سیاہ کرنے سے رک جانا چاہیے کیونکہ یہ عمر ہوس بازی کی نہیں ہوتی۔ جس کا دل بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو جائے وہ سبزہ زار میں بھی رہے تو پریشان ہی رہے گا۔ جیسے ہم سیر وتفریح کے دوران لوگوں کی قبروں سے گذر جاتے ہیں اسی طرح جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے وہ ہماری قبروں سے گذریں گے۔ افسوس کہ جوانی کھیل کود میں گذر گئی اور ہم کچھ بھی نہ کر سکے۔ جوانی کا دور بھی کیسا روح پرور ہوتا ہے جو برق یمانی کی طرح آناً فاناً ختم ہو جاتا ہے یہ کھاؤں وہ پہنوں کی فکر ہوتی ہے مگر دین کا غم کھانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ باطل میں مشغول رہ کر حق سے دور رہنا اس جوانی کا دھوکہ ہے ایک استاد نے بچے کو کیا خوب کہا

کارے نہ کردیم و شد روزگار
زمانہ گذر گیا اور ہم کوئی کام نہ کر سکے

سبق

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

جوانی میں توبہ کرنا نبیوں کا طریقہ ہے، بوڑھا ہو کر تو بھیڑیا بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے اور بکریوں کی جان چھوڑ دیتا ہے۔ بڑھاپے کا علاج صرف موت ہے۔



(201) بڑھاپا اور جوانی

اے نوجوان! آج جوانی میں عبادت کا راستہ اپنا! کیونکہ بڑھاپے میں تو کوئی کام بھی نہ ہو سکے گا عبادت کیا ہو گی؟ اب جبکہ تجھے اطمینان قلبی اور جسمانی قوت حاصل ہے، میدان صاف ہے نیکی کی گیند جیت لے۔ میں نے تو قدر نہ کی تو ہی کر لے اب جب میں زندگی کی بازی ہار گیا ہوں اور زندگی بھی ایسی کہ جس کا ہر دن شب قدر جیسا تھا اب بوجھ کے نیچے دبا ہوا بوڑھا گدھا کیا کوشش کر سکتا ہے، لیکن تو تو کوشش کر کہ تو جوانی کے تیز گھوڑے پر سوار ہے۔ ٹوٹا ہوا پیالا اگر اچھی طرح سے بھی جوڑ لیا جائے تو نئے پیالے کی قیمت کا تو نہیں ہو سکتا (بوڑھا جتنی عمدگی سے بھی عبادت کرے جوان کی طرح نہیں کر سکتا) اگر غفلت نے تیرے ہاتھ سے بھی پیالا گرا دیا ہے (اور تو نے بھی جوانی ضائع کر دی ہے) تو مرمت کے سوا چارہ نہیں (جس طرح گذرتی ہے گذارتا رہ) اپنے آپ کو دریا میں نہیں گرانا چاہیے لیکن اگر گر جائے تو ہاتھ پاؤں ضرور مارنے چاہئیں۔ صاف پانی میسر نہ آئے تو تیمم کرنا ہی پڑتا ہے اور اس کی اجازت بھی ہے۔ اگر تو دوڑ کر تیز رفتاروں سے آگے نہیں بڑھ سکتا تو گرتا پڑتا ہی چلا چل۔

سبق

؎ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ہے



(202) دلا! غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے

(مکہ کے راستے میں مقام) فید پر ایک مرتبہ میں (سعدی) سفر کی تھکاوٹ سے تھک ہار کر سو گیا۔ ایک اونٹ والا بڑے رعب سے آیا اور اپنے اونٹ کی مہار میرے سر پہ مار کر کہنے لگا! اُٹھ! اگر قافلے سے پیچھے رہ گیا تو مارا جائے گا۔ نیند تو مجھے بھی ستا رہی ہے مگر دیکھتا نہیں خوفناک جنگل سامنے ہے جو نقارے اور کوچ کی آواز پر بھی نہ اُٹھے وہ منزل پہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس کے سر اُٹھانے سے پہلے ہی قافلہ منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو گا۔ اسی طرح جب جوانی کے چہرے پہ بڑھاپا چھا جائے تو سمجھ لے رات ہو گئی ہے آنکھیں کھول لینی چاہئیں۔ میں (سعدی) نے تو اسی دن زندگی کی امید ختم کر لی تھی جب میری سیاہی (کالے بالوں) میں سفیدی آ گئی تھی۔ جہاں اتنی گذر گئی ہے یہ چند سانس بھی گذر ہی جائیں گے۔ جو گناہوں میں گذری سو وہ تو گزر ہی گئی ان بقیہ سانسوں کی تو حفاظت کر لے۔ اگر تو کھلیاں اُٹھانے کا متمنی ہے تو بیج بونے کے وقت سستی سے کام نہ لے۔ بازار قیامت میں بھی خالی ہاتھ جانا حسرت وندامت کا باعث ہو گا۔ اب جبکہ تیری آنکھوں کو چیونٹیوں نے نہیں کھایا ہوا تو عقل کی آنکھ سے کام لے اور صبر میں جانے سے پہلے ہی چارا کر لے۔ نفع تو رقم سے ملتا ہے جو رقم اڑا دے وہ نفع کی توقع کیوں رکھے۔ اب پانی کمر تک ہے تو کوشش کو لے اگر سیلاب ہو کر سر سے گذر گیا تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ آنکھوں سے آنسو بہا لے، زبان سے عذر پیش کر لے کیونکہ نہ منہ میں زبان ہمیشہ رہے گی نہ بدن میں جان۔ آج اہل علم کی بات سن لے تاکہ کل قبر میں فرشتوں کی نہ سننا پڑے پیاری جان کی حفاظت کر کیونکہ پرندے کے بغیر پنجرا بے کار ہے حسرت وافسوس میں عمر برباد نہ کر اس لیے کہ فرصت نایاب اور وقت تلوار ہے۔

سبق

زندگی آرام کرنے کے لیے نہیں بلکہ کام' کام اور بس کام کرنے کے لیے ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں۔

ویلی نہ بہو کجھ کر دی رہو
خالی بھانڈا بھردی رہو

جو آخرت کے آرام کا متلاشی ہے اس کو زندگی بھرپور طریقے سے اطاعت خداو رسول میں گذارنی چاہیے، موت سے پہلے اپنی آخرت کو سنوار لے، وہاں وہی ملے گا جو یہاں کمایا کیونکہ

الدنیامزرع الاخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)



(203) باغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے

ایک شخص فوت ہوا تو اس کے کسی عزیز نے اس پر رو رو کر اپنا گریبان پھاڑ لیا۔ ایک عقل مند نے دیکھ کر کہا! اگر مردے کو طاقت ہوتی تو وہ تیرا یہ ظلم دیکھ کر اپنا کفن پھاڑ لیتا اور کہتا! تمہیں اس قدر چلانے کی ضرورت نہیں بس ایک دن کا ہی تو فرق ہے میں آج جا رہا ہوں تو بھی کل میرے پیچھے آ جائے گا۔ کیا تجھے اپنی موت یاد نہیں جو میری موت پہ اس قدر تڑپ رہا ہے۔ سمجھدار آدمی مردے پہ مٹی ڈالتے ہوئے ضرور سوچتا ہے کہ کل میرے اوپر بھی ایسے ہی مٹی ڈالی جائے گی۔ چھوٹا بچہ جو مرتا ہے تو اس کی موت قابل رشک ہوتی ہے کہ معصوم آیا اور معصوم ہی چلا گیا۔ روح کے پرندے کو آج ہی نیک اعمال کا قیدی بنا لو ورنہ کل تیرے ہاتھ سے رسی چھڑا لے گا۔ آج جو لوگ دنیا میں نہیں ہیں تم ان کی جگہ پہ بیٹھے ہوئے ہو کل تم بھی نہیں ہو گے اور تمہاری جگہ کوئی اور بیٹھے ہوں گے۔ کوئی پہلوان ہو یا شمشیر زن دنیا سے سوائے کفن کے کچھ نہ لے جائے گا۔ گورخر اگر شکاری کے ہاتھ سے رسی تڑا کر بھاگ بھی جائے تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ریت میں جا کر پھر پھنس جائے گا اور شکاری اسے پکڑے گا۔ تو بھی قبر میں جانے تک زور دکھا لے آخر کار قبر کی مٹی میں پھنس ہی جائے گا۔ اس دنیا سے دل نہ لگا گویا یہ گنبد ہے جس پر اخروٹ نہیں ٹھہر سکے گا۔ تو بھی اس دنیا میں سدا نہیں رہے گا۔ جس طرح تیرے ہاتھ سے کل گذشتہ نکل گیا ہے اس طرح کل آئندہ بھی تیرے قابو میں نہیں۔ بس یہی ایک سانس ہے جو تو لے رہا ہے اس کو غنیمت جان لے اور آنے والے کل کی انتظار کرنے کی بجائے اس سانس میں کچھ کر لے، ادھار نہ کر۔

سبق

موت سے کوئی بھی نہ بچ سکا لہٰذا دوسروں کو دفن کرتے ہوئے یاد رکھا کرو کہ ایک دن ہمیں بھی دفنایا جائے گا۔ مردوں پر رونے دھونے کی بجائے اپنی تیاری میں مصروف ہو جاؤ۔

روح رگ رگ سے نکالی جائے گی
خاک اِک دن تجھ پہ ڈالی جائیگی
آخرت اک دن سیرہانے تیرے
سورۂ یٰس پڑھالی جائے گی



(204) شہنشاہِ ایران

(ایران کے بادشاہ) جمشید کی محبوبہ کا انتقال ہو گیا، اس نے ریشمی کفن پہنا کر دفنا دیا، چند دن بعد اس کی یاد نے ستایا تو قبر پہ گیا تا کہ اپنے دل کے ارمان آنسوؤں کی شکل میں نکالے، جب دیکھا تو کفن بوسیدہ ہو چکا تھا۔ حسرت کے ساتھ کہنے لگا۔

؎ من ازکرم برکندہ بودم بزور
بکندند ازو باز کر مانِ گور

یہ ریشمی لباس میں نے بزور (ریشم کے کیڑوں) سے چھینا لیکن قبر کے کیڑوں نے مجھ سے چھین لیا۔

سبق

کفن معمولی ہو یا قیمتی قبر کی مٹی اس کو تار تار کر دیتی ہے، کیڑے کھا جاتے ہیں لہٰذا کپڑے عمدہ پہننے سے بہتر ہے اعمال صالحہ کا اہتمام کیا جائے۔ سعدی فرماتے ہیں ایک دن ایک گویئے کے دو شعروں نے میرے جگر کو کباب کر دیا جن کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ ہائے افسوس! ہمارے بغیر پھول و لالہ زار کھلتے رہیں گے یہ ساون بھادوں گذرتے رہیں گے حالانکہ ہم خاک میں مل چکے ہوں گے۔

اور وہ دو اشعار یہ ہیں۔

؎ دریغا! کہ بے مابسے روزگار بروید گل و بشگفد لالہ زار
؎ بسے تیر و دے ماہ اردی بہشت براید کہ ماخاک باشیم و خشت



(205)سونے کی اینٹ

ایک پرہیزگار شخص کو سونے کی اینٹ مل گئی جس نے اس کا دماغ خراب اور دل تاریک کر دیا۔ ساری رات رقص کرتا رہا کہ اب مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں، سنگ مرمر کا محل بناؤں گا اس میں صندل کی لکڑی کا کام کراؤں گا۔ دوستوں کے لیے ایک خاص کمرہ بناؤں کا جس کا دروازہ باغ کی طرف کھلے گا۔ کپڑوں کو پیوند لگا لگا کر تنگ آ گیا ہوں اور چولہے کی گرمی نے میری آنکھیں اور مغز جلا دیا ہے اب سخت کمبل چھوڑ دوں گا کہ اس نے میرا جسم چھیل دیا ہے اب تو ریشمی بستر تیار کراؤں گا۔ نماز روزہ چھوڑ بیٹھا ذکر و دعا سے کنارہ کش ہو گیا۔ متکبرانہ چال چلتے چلتے جنگل کی طرف چل دیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک قبر کے سرہانے ایک شخص اینٹیں بنا رہا ہے۔ اس نے یہ منظر دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں اور اپنے آپ کو کہنے لگا! شرم کر سونے کی اینٹ میں دل لگا کے سب کچھ بھول گیا ہے ایک دن تو تیرے وجود کی مٹی سے اینٹ بنالی جائے گی لالچ کا منہ ایک اینٹ سے تو نہیں بھرتا، حرص کے دریائے جیجون کے آگے ایک اینٹ سے بند نہیں باندھا جا سکتا۔ تو نفع کی فکر میں اپنی عمر کی پونجی برباد کر بیٹھا، بادصبا تیری قبر پہ اتنا گذرے گی کہ تیرے وجود کی مٹی کا ذرہ ذرہ بکھر جائے گا، تمناؤں کی گرد نے تیری آنکھوں کو سی دیا ہے اور ہوس کی لو نے تیری زندگی کی کھیتی برباد کر دی ہے غفلت کا سرمہ آنکھوں سے نکال کیونکہ کل تو خود قبر کی مٹی کے نیچے سرمہ بننے والا ہے۔

سبق

انسان کو سونے چاندی کے چکر میں پڑ کر اپنی آخرت کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے، سونے چاندی کی اینٹوں کے خواہشمندوں کو سوچ لینا چاہیے کہ ایک دن آنے والا

ہے کہ جب قبر میں ان کا وجود مٹی ہو جائے گا تو اسی مٹی سے زندہ لوگ اینٹیں تیار کریں گے۔ پھر دنیا کی سونے چاندی کی اینٹیں کام نہیں آئیں گی۔ کسی نے خوب کہا! دنیا ایک قصر (محل) ہے جو ہزاروں قیصر (شاہ روم) دیکھ چکا ہے، یہ ایک طاق ہے جو ہزاروں کسریٰ دیکھا چکا ہے۔

؎ آنچہ دیدی برقرار خود نماند
آنچہ بینی ہم نہ ماند بر قرار

وہ جو تو دیکھ چکا ہے جب وہ باقی نہیں رہا' تو جو تُو دیکھ رہا ہے وہ بھی باقی نہیں رہے گا۔

؎ دنیا سے ہے سب نے جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن
ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم



(206) دو دشمن

دو متکبر شخص تھے ان میں دشمنی پڑ گئی ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے،
ان میں سے ایک مر گیا تو دوسرا خوش ہو گیا، چند دن بعد اس کی قبر کے پاس سے گذرا تو کیا
دیکھتا ہے کہ دنیا میں جس کے محل کی سونے کے پانی سے پالش ہوتی تھی آج اس کی قبر مٹی
سے لیپی ہوئی ہے، غصے کے ساتھ اس نے قبر کا ایک تختہ اکھیڑا تو دیکھا کہ جس سر پہ تاج سجتا
تھا وہ گڑھے میں پڑا ہوا ہے اور اس کی خوبصورت آنکھوں میں مٹی بھری ہوئی ہے جبکہ جسم کا
گوشت کیڑوں اور چیونٹیوں کی خوارک بن چکا ہے، اس کا موٹا تازہ جسم پہلی رات کے چاند
کی طرح دبلا پتلا اور سروجیسا قد تنکے کی طرح باریک ہو گیا ہے۔ اس کے جسم کے تمام جوڑ
الگ الگ ہو کر بکھرے ہوئے ہیں، جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس قدر رویا کہ قبر کی مٹی
تر ہو گئی۔ اپنے کیے پر نادم ہوا اور لوح قبر پہ یہ شعر لکھنے کا حکم دیا

مکن شاد مانی بمرگ کسے
کہ دھرت پس ازوے نماند کسے

کوئی کسی کے مرنے پہ خوش نہ ہو کیونکہ اس کے بعد اس نے بھی مرنا ہے

دشمن مرے تے خوشی نہ کریے سجناں وی مر جانا
ڈیگر تے دن گیا محمدؒ اوڑک نوں ڈب جانا

ایک عارف کامل نے دشمن کی قبر پہ اس کو روتا ہوا دیکھا تو وہ بھی رو پڑا اور اللہ کی
بارگاہ میں دست بدعا ہو گیا۔ کہ اے اللہ! اب اگر تو اس قبر والے پر رحم نہ کرے تو تعجب ہو گا
کیونکہ اس کا تو دشمن بھی اس پر آہ و زاری کر رہا ہے۔

سبق

قبر میں جانے کے بعد مردے کی حالت اس قدر قابل رحم ہو جاتی ہے کہ دشمن

کو بھی اس پر ترس آجاتا ہے، بڑے بڑے بہادر، صاحب کمال، حسین وجمیل اور شاہ وگدا مٹی کے ذرات بن کر لوگوں کے قدموں کے نیچے پامال ہو جاتے ہیں۔ مقام عبرت ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارا جسم بھی مرنے کے بعد ایسا ہی ہو جائے گا کہ جس پر دشمن کا دل بھی جل اُٹھے گا۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ جب میرے دشمن کو میرے اوپر رحم کرتا دیکھے تو مجھے معاف فرمادے عنقریب سر ایسا ہو جائے گا کہ تو کہے گا گویا اس میں آنکھیں تھی ہی نہیں۔ میں (سعدی) نے ایک دن زمین پہ کدال ماری تو میرے کانوں میں کسی کے رونے کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا

کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر
کہ چشم وبنا گوش درویست سر

اگر تو مرد ہے تو کدال آہستہ چلا کیونکہ اس میں لوگوں کے سر آنکھیں اور چہرے ہیں (یعنی یہ مٹی کھوپڑیوں سے تبدیل شدہ ہے)۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے

دنیا ایک خواب ہے جس کی تعبیر عدم ہے، جوان اور بوڑھا موت کا شکار ہے، روئے زمین اور زیر زمین انسانوں کا ہجوم ہے، گویا یہ زمین دورویہ تصویر ہے

چہ می پُرسی عزیز من حقیقت حال دنیا را
کہ کس نہ کشود ونکشاید ایں معمۃ را

دنیا کے ماتم کدے میں حقیقی خوشی کا ملنا اتنا ہی محال ہے جتنا کہ شور زمین سے زعفران کا اُگنا۔

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گذرتی ہے

(207) باپ اور بیٹی

ایک رات میں (سعدی) اس ارادے سے سو گیا کہ صبح سویرے قافلے کے ساتھ مل کر سفر کروں گا، اچانک رات کو ایسا بگولا آیا کہ اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا میں نے راستے میں دیکھا ایک چھوٹی سی بچی اپنے دوپٹے کے ساتھ باپ کے چہرے سے گرد صاف کر رہی تھی اور باپ اپنی بیٹی کو پیار کرتے ہوئے دیکھ کر رو پڑا اور کہنے لگا! بیٹی ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ ان آنکھوں میں اس قدر مٹی بھر جائے گی جو اوڑھنیوں سے صاف نہ ہو سکے گی۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر شخص کی روح قبر کی طرف سرکش گھوڑے کی طرح بھاگ رہی ہے جس کو روکا نہیں جا سکتا۔ موت آکر جسم کی رکاب توڑ دے گی جس سے جسم کا تعلق روح سے ٹوٹ جائے گا اور بالآخر جسم گڑھے میں گر جائے گا۔

سبق

دنیا میں انسان اپنے آپ کو جتنا بھی مٹی سے بچاتا پھرے لیکن قبر میں جا کر اس کی کھوپڑی اور آنکھوں میں مٹی ضرور بھر جائے گی۔ اس لیے بزرگ فرماتے ہیں دنیا کو ظاہری اعتبار سے دیکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ چہرے پر آنکھیں نہیں بلکہ آئینہ بردیوار ہے جیسے آگ آتش پرست کو بھی جلائے بغیر نہیں چھوڑتی' اسی طرح دنیا بھی اپنے طلب گاروں اور پرستاروں پر ذرا بھی رحم و رعایت نہیں کرتی۔

طبیبوں سے میں کیا پوچھوں علاج درد دل اپنا
مرض جب زندگی خود ہو تو پھر اس کی دوا کیا ہے

دنیا فانی میں ہر شخص کی حیرت اس کی بصیرت و بصارت کے مطابق ہے، جو یہاں

جتنا بینا تر ہے وہ اتنا ہی حیران تر ہے۔

؎ رازِ ہستی کوئی آج تلک پا نہ سکا
پا گیا کچھ تو کسی غیر کو سمجھا نہ سکا

دنیا کا کُرۂ گُل ایک مقبرے کی مثال رکھتا ہے آسمان گویا لوح مقبرہ ہے اور دنیا اس کی لحد ہے ہم سب اس میں مردہ ہیں اور سورج چراغ مقبرہ ہے

؎ اسرارا زل رانہ تو دانی ونہ من
ایں حرف معمہ را نہ تو خوانی ونہ من
ہست ازپس پردہ گفتگوئے من وتو
چوں پردہ برافتد نہ تو مانی ونہ من
دل کا ازلی راز نہ تو جانتا ہے نہ میں
یہ مشکل نکتہ نہ تو جانتا ہے نہ میں
تیری میری بات چیت پردے میں ہے
پردہ اُٹھے گا تو نہ تو رہے گا نہ میں



(208)وعظ و نصیحت

کیا تو جانتا ہے کہ ہڈیوں کا پنجرہ انسانی جسم ہے اور اس میں روح کا پرندہ قید ہے۔ جب یہ پرندہ اس قید خانے سے نکل جائے گا تو دوبارہ تیرے ہاتھ نہیں آ سکے گا۔ فرصت کے لمحات کی قدر کر کہ دنیا پل بھر ہے اور عقل مند کے نزدیک ایک ایک دم ایک جہان سے بہتر ہے۔ سکندر اعظم (یونان کا ایک بادشاہ) جس کا حکم پوری دنیا پہ حکم چلتا تھا۔ سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔

فرشتوں نے پوری حکومت کے بدلے ایک سانس کی مہلت بھی اس کو نہ دی ہر شخص اپنا ہی بویا کاٹ کے چلا جائے گا اور نیک نامی و بدنامی کے سوا کچھ نہ چھوڑ جائے گا۔ جس مسافر خانے کو چھوڑ کر ہمارے دوست چلے گئے ہم اس میں کیوں دل لگائیں؟ ہمارے بعد بھی باغوں میں پھول کھلیں گے اور دوست آپس میں مل کر بیٹھیں گے، دنیا ایک ہرجائی محبوب ہے جو اس کی گود میں بیٹھا ہے اس کو قبر کی گود میں بٹھا کے چھوڑا ہے اور خود دوسرے کی گود میں جا بیٹھا۔ قبر میں سونے والا قیامت سے پہلے اُٹھ نہیں سکے گا۔ اے انسان! تو غفلت کے گریبان سے ابھی سر نکال تاکہ کل قیامت کے میدان میں شرمندگی کی وجہ سے تیرا سرنگوں نہ ہو۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ دنیا کے عارضی سفر سے واپس آنے والا گھر آ کر نہاتا دھوتا اور کپڑے تبدیل کرتا ہے؟ اگر یہ سب کچھ کرتا ہے تو وطن اصل (آخرت) کے سفر کی تیاری بھی کر اور گناہوں سے توبہ کر کے غسل کرتا کہ تیری گندگیاں دور ہو جائیں اور تو اپنے وطن اصلی میں داخل ہونے کے قابل ہو جائے۔ رو رو کر اپنے رب سے معافی مانگ اور اپنا نامۂ اعمال گناہوں کی سیاہی سے دھو ڈال۔

سبق

انسانی جسم فانی ہے جب اس کی روح جسم سے الگ ہوگی تو اعمال صالحہ کے سوا کچھ ساتھ نہ لے جائے گی۔ اور جب موت کا وقت آئے گا ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہ ہوگا۔ کہتے ہیں ملکہ الزبتھ اول نے مرتے وقت کہا تھا کہ اگر کوئی ڈاکٹر اب مجھے زندہ رکھے تو میں ایک منٹ کی قیمت ایک لاکھ روپے دینے کو تیار ہوں۔

تخت آراء تھا جو کل وہ آج زیر خاک ہے
عالم فانی کا منظر کیسا عبرت ناک ہے

ایک ہرن کی آنکھ کسی حادثے میں ضائع ہوگئی، بے چارہ شکاریوں کے ڈر سے دریا کے کنارے پہ چرتا اور ضائع شدہ آنکھ دریا کی طرف کرتا کہ ادھر سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اچانک ایک شکاری کشتی میں سوار ہو کر آیا اور خراب شدہ آنکھ کی طرف ہی گولی مار کر اس کا کام تمام کر دیا، یاد رکھو! زندگی کو ہر طرف سے موت نے گھیرا ہوا ہے کسی حالت میں بھی مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔

نہ پوچھو! میری انتہا موت ہے وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے

اس لیے کسی نے کیا خوب کہا "فکر آخرت ہر وقت باعث پریشانی ہے سب لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں مگر میں زندگی سے ڈرتا ہوں

قیام زندگی بحر فنا میں غیر ممکن ہے
یہ کشتی تیر کی صورت چلی جاتی ہے طوفان میں

دنیا کی حلاوتیں جاہلوں کے لیے ہیں اور تلخیاں عقل مندوں کے لیے

آں را کہ عقل بیش غم روز گار بیش

جس کی عقل زیادہ ہے اس کو زمانے کا غم بھی زیادہ ہے۔

لفظ دنیا دنایت سے بنا ہے جس کا معنی ذلت و کمینگی ہے نام سے ہی اندازہ لگالیا جائے کہ یہ کیسی ہے

دنیا ہے ایک مکیدۂ بے خودی اسیر
سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں

دنیا میں اگر کوئی محنت کا قدردان ہوتا تو گدھا (جو سب سے زیادہ محنت کرتا ہے) اس کی قدر زیادہ ہوتی۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے



(209) بچپن کی یاد

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میرے باپ نے (اس پر اللہ کی رحمت ہو) بچپن میں مجھے ایک تختی اور کاپی خرید کر دی اور ایک انگوٹھی بھی مجھے عنایت فرمائی ایک ٹھگ نے ایک کھجور دیکر مجھ سے انگوٹھی لے لی۔ جب چھوٹے بچے کو انگوٹھی کی قیمت ہی معلوم نہیں تو کوئی بھی میٹھی چیز دیکر اس سے انگوٹھی ہتھیائی جا سکتی ہے۔ تو بھی (اے انسان) اپنی زندگی کی قیمت نہیں پہچان رہا اس لیے دنیا کی مٹھاس کے بدلے اس کو ضائع کر رہا ہے اگر تو اسی ڈگر پہ چلتا رہا تو قیامت کے دن جب نیک لوگ بلند مقامات پائیں گے تو تیرا سر شرم کی وجہ سے جھکا ہوا ہوگا۔ بدکاریاں چھوڑ دے تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ وہاں تو حالت یہ ہوگی کہ جب بارگاہ خداوندی میں باز پرس ہوگی اولوالعزم رسولوں پہ بھی کپکپی طاری ہو جائے گی۔ تو جہاں انبیاء کرام دم بخود ہوں گے تو اپنے گناہوں کا کونسا بہانہ پیش کرے گا۔ جو عورت شوق سے عبادت الٰہی میں مصروف ہوگی وہ غیر پرہیزگار مرد سے اونچے درجے میں ہوگی، آخر تجھے شرم نہ آئے گی کہ تو عورتوں سے کم تر درجے میں ہوگا۔ حالانکہ عورتوں کو ہر ماہ چند دن نماز معاف ہوتی ہے اور اگر تو بغیر عذر کے نمازیں ضائع کرتا رہے گا تو مرد کہلانا چھوڑ دے۔ یہ باتیں میں از خود نہیں کر رہا بلکہ شاہ سخن سلطان محمود غزنوی نے بھی یہی کہا ہے۔ تو سیدھا راستہ چھوڑے گا تو ضرور ٹیڑھی چال چلے گا۔ جو عیش و عشرت میں اپنے نفس کو پالے گا تھوڑی ہی دیر بعد اس کے ہاتھوں آخرت تباہ کر بیٹھے گا۔ جیسے کسی نے بھیڑیے کا بچہ پالا اور اس نے بڑا ہو کر اپنے پالنے والے کو ہی چیر پھاڑ دیا۔ اس کی جان نکل رہی تھی کہ کسی عقل مند نے دیکھ کر کہا

؎ تو دشمن چنیں نازنیں پروری
ندانی کہ ناچار زخمش خوری

تو اپنے ہی دشمن کو اتنی نزاکتوں سے پالتا رہا اور یہ خیال نہ کیا کہ موقع ملنے پر تجھ پہ ضرور وار کرے گا۔

(سعدی فرماتے ہیں) ابلیس لعین نے اللہ کے سامنے ہمارے بارے میں یہی تو کہا تھا و لا تجد اکثر ھم شاکرین کہ اکثر انسانوں کو میں گم راہ کروں گا۔ ہائے اللہ! مجھے ڈر ہے کہیں شیطان لعنتی کی بات سچی نہ ہو جائے۔ اللہ نے ہم پہ اتنی مہربانی فرمائی کہ شیطان نے جب ہماری ذلت چاہی تو اللہ نے اس کو مردود کر کے نکال دیا۔ اب یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس ملعون کے ساتھ ہماری صلح ہے اور خدا کے (احکامات کے) ساتھ ہماری جنگ۔ بھلا جب تیرا رخ ہی دشمن کی طرف ہوگا تو دوست تیری طرف کیوں نظر کرے گا۔ اگر دوست سے فائدہ پانا چاہتا ہے تو دشمن کو چھوڑ دے۔ اپنے عمل کے کھوٹے سکے سے رضائے الٰہی کیسے پا سکتا ہے جبکہ تجھے درحقیقت شیطان نے پھنسایا ہوا ہے اور اللہ سے تعلق محبت اگر ہے بھی تو واجبی سا۔ دوست سے لاپرواہ وہی ہو سکتا ہے جو دشمن کے ساتھ رہنا سہنا رکھنا چاہتا ہو جب تیری مجلس ابلیس کے ساتھ بھی رہے تو تو کیوں نہ اللہ سے دور ہوگا؟ جس گھر میں دشمن بیٹھا ہو دوست اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھتا۔

سبق

انسان کی زندگی ایک نہایت ہی قیمتی انگوٹھی کی طرح ہے اس کو دنیا کی چند روزہ شیرینی میں برباد کرنا عقل مندی نہیں ہے۔ خدا کی نافرمانی کرنے والا دراصل ابلیس کی ترجمانی کر رہا ہے پھر کیا یہ عقل مندی ہے کہ ہم اپنے کردار سے شیطان کی تائید کر کے اس کو سچا کر دکھائیں اور اپنے پیارے رب جس نے ہمارے خلاف بات کرنے کی وجہ سے شیطان کو مردود بنا کر اپنی بارگاہ سے نکال دیا تھا نعوذ باللہ اس کو جھوٹا ثابت کریں۔

؎ علم ابتداء کا ہے نہ خبر انتہا کی ہے
دور انقلاب کا ہے حکومت فنا کی ہے

دنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی سے دی گئی ہے کہ جس کا ہاتھ جس عضو پہ لگا اس نے اسی طرح کا ہاتھی سمجھ لیا۔ جس کا ٹانگ پہ لگا اس نے کہا؟ ہاتھی ستون کی طرح ہوتا ہے جس کا پیٹ پہ لگا اس نے کہا کمرے کی طرح ہوتا ہے

جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جیسے
ذہن انسانی میں ایسا ہی اتر آتا ہے عکس

یہ توہم کا کار خانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

یا دنیا اس بے وفا' دل ستاں' عشوہ گر عورت کی طرح ہے جس نے کسی شوہر کے ساتھ وفا نہ کی ایسی زن حاملہ ہے جو ہزاروں بچے جن کر مار چکی ہے، پھر اس سے مہر مادری کی کیا امید کسی دنیا پرست نے کہا

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

جبکہ حقیقت حال کچھ اور ہے اور وہ یہ کہ

دنیا کے جو الم ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
صدمے یہی رہیں گے صد شکر ہم نہ ہوں گے

اگر دنیا میں رہ کر تو نے اور کوئی گناہ نہیں بھی کیا تو کیا دنیا کی محبت کا گناہ ہزاروں گناہوں سے کم ہے؟ دنیا خس پوش کنویں کی طرح ہے، قدم احتیاط سے رکھنا لازم ہے، یہ ہمیشہ ہمارے اجزائے جسمانی کو منتشر کرنے کی فکر میں ہے اور ہم اس کو جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں قرآن پاک میں ہے الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر۔ تمہیں دنیاداری کی ہوس نے مار دیا ہے۔

قبر پر کہ اک تعمق کی نظر
بحر ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے



(210) بادشاہ کا دشمن

ایک شخص نے بادشاہ سے لڑائی کی ٹھانی' بادشاہ نے اس کو اس کے دشمن کے حوالے کردیا اپنے آپ کو دشمن کے قابو میں دیکھ کر رو رو کر کہہ رہا تھا

اگر دوست برخود نیاز ردے
کے ازدست دشمن جفا بردے

اگر میں اپنے دوست کو ناراض نہ کرتا تو آج دشمن کا ظلم برداشت نہ کرنا پڑتا۔ اگر تو عقل مند ہے تو دوست کو ناراض نہ کرتا کہ دشمن تیری طرف دیکھ بھی نہ سکے۔ اور اس شخص کی کھال تو دشمن ضرور ادھیڑے گا جس نے اپنے دوست کو ناراض کرلیا۔ دوست کے ساتھ یک دل اور یک زبان ہو جا تیرے دشمن کی جڑ خود ہی کٹ جائے گی اور دشمن کو خوش کرنے کے لیے دوست کو ستانا اچھی سوچ نہیں۔

سبق

جس نے دوست سے بگاڑی وہ دشمن کے ہاتھوں ضرور ذلیل ہوگا
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر



(211) شیطان کا دوست

ایک شخص نے لوگوں کا مال دھوکے سے کھایا اور پھر شیطان پہ لعنت کرنا شروع کر دی (کہ جو دھوکا کرے وہ لعنتی شیطان ہو) شیطان نے اس کو راستے میں پکڑ لیا اور کہا! تو کتنا بے وقوف ہے کہ میرا خفیہ دوست (دھوکے باز) بھی ہے اور میرے خلاف تلوار بھی نکالتا ہے (یعنی مجھ پہ لعنت بھی کرتا ہے)

سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! افسوس ہے کہ شیطان کی کہی ہوئی بات (کہ اس کو گمراہ کردوں گا) آج تیرے نامۂ اعمال میں فرشتے اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے ہیں۔ تو کس قدر جاہل اور احمق ہے کہ پاک فرشتوں کو اپنے ناپاک اعمال لکھنے کی تکلیف دے رہا ہے (کیا یہ مناسب ہے؟) ابھی موقع ہے خدا سے صلح کر لے، کوئی سفارشی درمیان میں ڈال لے اور توبہ کا عذر پیش کرتا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پہ راضی ہو جائے۔ اگر اسی گنہگاری میں موت آ گئی تو ایک لحہ بھی مہلت نہ ملے گی۔ اگر تو نیک اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو آہ وزاری کر کے معافی تو مانگ سکتا ہے۔ اگر تیرے گناہ اندازے سے باہر ہو گئے ہیں تو ان کا اعتراف تو کرتا کہ معافی کی کوئی گنجائش نکل آئے۔ ابھی درِ توبہ کھلا ہے داخل ہو جا کہیں ایسا نہ ہو کہ بند ہو جائے اور پھر معافی کی بھی صورت باقی نہ رہے، اے انسان! گناہوں کا بوجھ نہ بنا کیونکہ زیادہ سامان والا سفر میں عاجز ہو جاتا ہے، نیک لوگوں کی پیروی کرتا کہ تجھے نیکی نصیب ہو۔ کمینے شیطان کے پیچھے بھاگنے والا نیکی نہیں پا سکتا۔ حضور علیہ السلام اسی کی شفاعت فرمائیں گے جو ان کی شریعت پہ چلے گا۔ منزل پہ وہی پہنچے گا جو سیدھی راہ اپنائے گا اور چلتا جائے گا، نہ کہ اس بیل کی طرح جس کی تیلی نے آنکھیں بند کر کے کولہو پہ جوت دیا ہے ساری رات دوڑتا رہتا ہے مگر وہیں کا وہیں ہوتا ہے۔

سبق

گناہ کرنے کے بعد شیطان کو کوسنا فضول ہے کیونکہ ایسے آدمی کا اپنا نفس شیطان سے کم نہیں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہماری ناپاکیوں کو فرشتوں جیسی معصوم نوری مخلوق لکھنے پر مجبور ہو یہ عبارت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے جس شعر کا ترجمہ ہے مناسب لگتا ہے کہ وہ شعر بھی لکھ دیا جائے کیا عبرت ناک اور دل کی آنکھیں کھول دینے والا شعر ہے۔

روا داری از جہل و ناپاکیت
کہ پاکاں نویسند ناپاکیت



(212) ایک گنہگار اور خدا کا دربار

ایک شخص جو سرتا پا مٹی میں لتھڑا ہوا تھا مسجد میں داخل ہو گیا ایک دوسرے شخص نے اسے جھڑک کر کہا! دفع ہو جا ایسی پاک جگہ پہ ایسا ناپاک وجود لے کر آ گیا ہے۔ (سعدی فرماتے ہیں) میں نے یہ بات سنی تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہ خیال کر کے کہ ''جنت بھی تو پاک جگہ ہے وہاں میرے جیسے گناہوں سے لتھڑے ہوؤں کا کیا کام'' جنت اسی کو ملے گی جو عبادت کرے گا کیونکہ بازار سے سودا اسی کو ملتا ہے جو رقم لے کر جاتا ہے۔

اے انسان! اب دیر نہ کر اپنا دامن گناہوں سے دھو لے نہر اچانک بند ہونے والی ہے (یعنی توبہ کا دروازہ) اگر جوانی گذر گئی ہے تو بھی بڑھاپے کا پرندہ ابھی تیرے ہاتھ میں ہے اس میں مافات کی تلافی کر لے۔ اور اگر تو سمجھتا ہے کہ اب دیر ہو گئی ہے

؎ آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے

تو میری سن اور تیز چل سستی نہ کر، صحیح چیز دیر سے بھی مل جائے تو غم نہیں کرنا چاہیے۔ موت نے ابھی تیرے ہاتھ مفلوج نہیں کیے لہٰذا اپنے رب کی بارگاہ میں دست بدعا ہو جا۔ کل سب کے سامنے ذلیل ہونے سے بہتر ہے آج ہی اپنا سر زمین پہ رکھ لے تاکہ کل کی آبروریزی سے بچ جائے۔ اور اگر اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو خدا کے کسی پیارے کا دامن تھام لے تاکہ وہ تیرا اسفارشی بن جائے کیونکہ

؎ بداں را نہ نیکاں بہ بخشد کریم
نیکوں کے طفیل بُرے بھی بخشے جائیں گے

میری (سعدی کی) اپنی حالت تو یہ ہے۔

قہر ار براند خدا ازدرم
روان بزرگان شفیع آورم

اگر اللہ نے مجھے اپنے دربار سے دھتکار دیا تو میں بزرگوں کی ارواح کو سفارشی بنا کر لے آؤں گا (جن کی خدا مانتا ہے کیونکہ وہ خدا کی مانتے ہیں سنا سب کی ہے مگر مانتا ان کی ہے جو اس کی مانتے ہیں۔)

سبق

اگر گندے لباس والا شخص مسجد میں نہیں آسکتا تو بڑے اعمال کر کے دل گندہ کر لینے والا جنت میں کیسے جاسکتا ہے

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ



(213) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن

میں (سعدی) اپنے بچپن میں عید کے دن اپنے والد صاحب کے ساتھ گھر سے باہر نکلا، ازدحام وہجوم اور میری کھیل کی عادت نے مجھے میرے باپ سے جدا کر دیا، میں گھبرایا اور چیخ وپکار کرنے لگا، اچانک والد صاحب آ گئے اور مجھے ڈانٹنے لگے! او بے ادب: تجھے کہا بھی تھا میری انگلی نہ چھوڑنا۔ چھوٹا بچہ ناواقف ہونے کی وجہ سے اکیلا کہیں نہیں جا سکتا۔

سبق

سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دنیا میں جو روحانیت کے مقامات حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس حکایت میں سبق یہ ہے کہ سالک راہ بھی ابھی بچہ ہے اپنے مرشد کی نگرانی وتربیت کے بغیر سلوک کی منازل طے نہیں کر سکے گا۔ مرد کامل کا دامن پکڑ لے ۔کمینوں کی صحبت چھوڑ دے ورنہ عزت چلی جائے گی۔ پرہیزگار لوگوں کا دامن پکڑنے میں شرم محسوس نہ کر، شرمانے والا محروم ہو جاتا ہے' مرید بچوں کی طرح کمزور ہوتا ہے اور پیر دیوار کی طرح مضبوط' چھوٹا بچہ دیوار کے سہارے ہی چلنا سیکھتا ہے۔ نیکوں کے پاس بیٹھنے والا بُروں کے جال سے نکل جاتا ہے۔ راہنما کی ضرورت تو بادشاہ کو بھی ہوتی ہے۔ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح خوشہ چینی کر! تاکہ تو کھلیان جمع کر سکے۔



(214) کھلیان جلانے والا مست

ایک شخص نے بھادوں کے مہینے میں ڈھیروں غلہ جمع کرلیا تا کہ سارا سال عیش کرتا رہے، ایک رات اس نے آگ جلائی جو کھلیان کو لگی اور سارا کھلیان جل گیا۔ اگلے دن لوگوں نے دیکھا کہ سٹے چن رہا تھا، ایک شخص نے اس مست کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے بیٹے کو نصیحت کی، ''اگر تو بد بخت نہیں بننا چاہتا تو مست ہو کر اپنا کھلیان نہ جلانا' زندگی بد کاریوں میں گذارنے والا کیا اس سے کم احمق ہے جو غلے کا کھلیان اپنے ہاتھوں سے جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ اپنا کھلیان جلا دینے کے بعد سٹے چننا ذلت ہے۔ انصاف کا بیج بو اور نیک نامی کا کھلیان نہ جلا، بد بخت کو قیدی دیکھ کر نیک بخت ضرور سبق حاصل کرتا ہے اگر معافی چاہتا ہے تو سزا کا وقت آنے سے پہلے مانگ لے سزا کے دوران چیخ وپکار بے فائدہ ہے، سر غفلت سے نکال تا کہ کل شرمندگی کی وجہ سے جھکا نہ رہے۔''

سبق

غفلت اور سستی میں اللہ و رسول کی نافرمانی کر کے زندگی برباد کرنے والا گویا وہی مست ہے جو اپنے ہاتھوں سے کھلیان جلا کر بھیک مانگتا پھرتا ہے لیکن

؎ اب پچھتاوا کیا ہوتا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت



(215)عادی مجرم

ایک عادی گنہگار کے پاس سے ایک بہت نیک آدمی گذرا، تو یہ گنہگار بہت شرمندہ ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ نے مجھے گناہ کرتے دیکھ لیا ہے۔ بزرگ نے فرمایا! تو مجھ سے تو شرم کر رہا ہے اپنے رب سے کیوں نہیں کرتا؟ جو ہر وقت تجھے دیکھتا رہتا ہے۔ اللہ سے ڈر! وہی نفع نقصان کا مالک ہے کم از کم اپنے خدا سے اتنی تو شرم کر جتنی کہ اپنوں اور بیگانوں سے کرتا ہے۔

سبق

انسان کو چاہیے کہ جس طرح اپنے جیسے انسانوں سے گناہ کرتا ہوا شرماتا ہے اس کی بہ نسبت خدا سے کہیں زیادہ ڈرے اور گناہ کرتے ہوئے شرم کرے۔ گناہوں کی عادت بہت بری ہے کہ بندے کو ذلیل و رسوا کر دیتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔



(216) یوسف (علیہ السلام) اور بی بی زلیخا

(عزیز مصر کی بیوی) زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام کی محبت میں بے خود ہو کر ان کے دامن کو ہاتھ ڈالا، تو اس کی نظر گھر میں رکھے ہوئے سنگ مرمر کے بت پہ پڑی جس کی وہ صبح وشام پوجا کرتی تھی، فوراً زلیخا نے بت پر کپڑا ڈال دیا کہ میری اس غلط حرکت کو دیکھ نہ لے، یوسف علیہ السلام کونے میں بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تو آپ نے رو کر کہا! ہٹ جا مجھ سے گناہ کی امید نہ رکھ۔ تو خود تو ایک پتھر سے شرم کر رہی ہے کیا مجھے رب العالمین سے شرم نہ آئے؟ اور اگر گناہ کر کے شرمندگی حاصل ہو تو اس کا کیا فائدہ؟ جب کہ عمر تو برباد کر لی۔ شراب تو سرخروئی اور چستی کے لیے پی جاتی ہے لیکن بعد میں سستی اور آخرت میں زردروئی اور ذلت اٹھانی پڑے تو کیا فائدہ؟ آج زبان بول رہی ہے تو معذرت کر لے کل کو یہ بھی بند ہو جائے گی۔

سبق

اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور شرم کی جائے اور وہ ہر وقت ہر جگہ دیکھتا ہے علیم وخبیر ہے۔ یوسف علیہ السلام تو نبی اللہ تھے ان کو تو اللہ نے بچانا ہی تھا عجیب بات تو یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ کر زلیخا بھی بچ گئی۔



(217)بلی کی خوبی

بلّی کی یہ خوبی ہے کہ پاخانہ کرنے کے لیے پاک جگہ تلاش کرتی ہےاور پھراس پہ مٹی بھی ڈال دیتی ہے کیونکہ وہ یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس کے پاخانے کو دیکھے۔

اے انسان! تو کیسے برداشت کر لیتا ہے کہ تیرے گناہوں کی غلاظت پہ کسی کی نظر پڑے، تجھے بھی چاہیے کہ اس غلاظت پہ توبہ کا پردہ ڈال دے،تو دیکھتا نہیں کہ بھاگا ہوا غلام جب واپس آجاتا ہے تو مہربان آقا اس کو قید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اسی طرح اگر تو بھی تائب ہوکر اللہ کی بارگاہ میں آئے گا تو تیرا کام بن جائے گا۔لڑائی اس سے کرنی چاہیے۔جس سے لڑنے کی طاقت ہو،یا کسی کی پناہ لیکر اپنا دفاع کرسکتا ہو خدا کے ساتھ یہ دونوں باتیں محال ہیں لہٰذا خدا سے صلح ہی بہتر ہے۔آج عمل کا حساب کرلے کل جب اعمال نامہ کھول دیا جائے گا تو پھر تلافی نہ ہو سکے گی۔جس نے گناہ کے بعد توبہ کرلی گویا اس نے برائی کی ہی نہیں،شیشہ اگر آہ کرنے سے دھندلا جاتا ہے تو اسی آہ سے ہی دل کا شیشہ صاف بھی ہو جاتا ہے۔آج گناہوں سے ڈر! تاکہ قیامت کے دن تجھے کسی کا ڈر نہ ہو۔

سبق

گناہ کرتے ہوئے کم از کم انسان کو یہ سوچ تو آنی چاہیے کہ میں جتنا بھی چھپ کر گناہ کروں گا اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔اس خیال کی وجہ سے گناہوں سے بچنے میں مدد ملے گی۔



(218) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اور چند قیدی

میں (سعدی) سیر و سیاحت کے طور پر مسرور ہو کر حبشہ (افریقہ کا شمال مشرقی ملک جو یمن کے جنوب میں واقع ہے) پہنچ گیا، راستے میں ایک چبوترے پر میں نے چند مسکین لوگوں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے (قیدی) دیکھے۔

میں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور فی الفور وہاں سے کوچ کا ارادہ کر لیا۔ بعد میں مجھے کسی نے بتایا کہ یہ قیدی چور ہیں اس لیے ان کو پابند سلاسل کر رکھا تھا۔

سبق

انسان کو اپنا حساب کتاب (کھاتا) صاف رکھنا چاہیے تاکہ کسی قسم کے محاسبے اور سزا کی فکر نہ ہو۔ کیونکہ جس نے ظلم کیا ہی نہیں اگر سارا جہان بھی کوتوال بن جائے تو اس کو کیا غم۔ نیک نام ہو جا پھر تجھے قید کا غم نہیں ہے، خدا سے ڈر نہ کہ حاکم سے، جو ملازم فراڈ نہ کرے اس کی شکایت کوئی نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کی امانت داری دھوکے پر مبنی ہے تو وہ جواب دہی کے وقت بہادری نہیں دکھا سکے گا۔ جب میرے معاملات ٹھیک ہوں گے تو مجھے بدخواہ دشمن کا کیا غم؟ نوکر اگر نوکر بن کر رہے تو مالک کو پیارا لگتا ہے ورنہ آقا اسے گدھے کی طرح ہانکے گا۔ سعدی فرماتے ہیں

قدم پیش نہ کز ملک بگذری
کہ گر باز مانی زدد کمتری

قدم بڑھا اور فرشتوں سے آگے نکل جا اور اگر تو نے محنت نہ کی اور پیچھے رہ گیا تو جانوروں سے بھی گیا گذرا ہو جائے گا۔



(219) اللہ سے صلح کرلو!

(طبرستان کے شہر) دامغان کے حاکم نے ایک شخص کو ہاکی سے اتنا مارا کہ بیچارا ڈھول کی طرح بجنے (چیخنے) لگا۔ ساری رات سو نہ سکا۔ ایک پرہیزگار بندے نے اس کی حالت دیکھی اور کہا! اگر رات کو کوتوال کی خوشامد کرلی ہوتی ہو تیرا یہ حشر تو نہ ہوتا۔

سبق

اپنے رب سے صلح رکھنے والا محشر میں شرمندہ و ذلیل نہ ہوگا۔ اگر تو عقل مند ہے تو رات کو کیے ہوئے گناہ کی رات کو ہی معافی مانگ لے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ ہر وقت بندے کی عذر خواہی کے لیے دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو گرے اور وہ تجھے نہ سنبھالے اگر تو اللہ کا بندہ ہے تو دست طلب دراز کر اور اگر تجھے شرم آتی ہے تو جا حسرت و افسوس کے آنسو بہا۔ اس کی بارگاہ میں معافی کی نیت سے جو بھی آیا ہے اس کے گناہ آنسوؤں سے ہی دھو دیے گئے۔ رات کو آنسو بہانے والے کی آبرو اللہ قائم رکھتا ہے۔



(220) بیٹے کی موت

(یمن کے دارالحکومت) صنعا میں میرا بیٹا فوت ہو گیا، جس کا مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر یہ سوچ کر صبر کر لیا کہ قدرت نے جو بھی حسین وجمیل بنایا ہے وہ یونس علیہ السلام کی طرح قبر کی مچھلی کا ضرور لقمہ بنا ہے۔ دنیا کے باغ میں جو بھی سرو کی طرح بلند ہوا موت کی آندھی نے اس کو جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔ مٹی میں پھولوں کا کھلنا تعجب نہیں کیونکہ جو لاکھوں حسین وجمیل مرکر زیر خاک چلے گئے وہی پھولوں کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں میں نے اپنے آپ سے کہا! اے بے شرم تجھے مر جانا چاہیے تھا کہ تیرا بچہ تو گناہوں سے معصوم گیا ہے اور تو بوڑھا ہو کر گناہوں سے لتھڑا ہوا ہے چنانچہ بے خود ہو کر میں اس کی قبر کا ایک تختہ اُکھیڑ دیا۔ اور جب میرے ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو میرے کانوں میں میرے بیٹے کی آواز گونجی

گرت وحشت آمد زتاریک جائے
بہش باش و باروشنائی در آئے

اگر تجھے قبر کی تاریکی سے وحشت آتی ہے تو اس میں یہ آناج کی روشنی لے کر آ۔
کاشتکار اس لیے بیقرار ہے کہ کہیں اس کے درخت بے پھل نہ ہو جائیں اور لالچی لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم بیج بوئے بغیر ہی کھلیان اُٹھالیں گے۔ تو بھی ذرا اس بات سے کہ مبادا تیرا عمل کہیں مردود کر کے تجھے ثواب سے محروم نہ کر دیا جائے اور اس خام خیالی میں بھی مبتلا نہ ہو کہ بغیر عمل کے ہی تو ثواب پالے بوئے بغیر نہیں کاٹا جا سکتا۔ اسی نے پھل کھایا جس نے پودا لگایا اور اسی نے کھلوان اُٹھایا جس نے بیج ڈالا۔

سبق

دنیا میں ہر آنے والا قبر کے گڑھے میں ضرور اترے گا لہٰذا قبر کی وحشت وتاریکی سے بچنے کے لیے عمل کی روشنی یہاں سے لیکر جاؤ۔

لحد میں عشق رخ شاہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)



باب نمبر 10

(221) دعا کے بیان میں

آج ہاتھ اُٹھا کر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کر لے کیونکہ کل قبر میں تو ہاتھ اُٹھا ہی نہ سکے گا۔ تو دیکھتا نہیں خزاں کے موسم میں سردی کی وجہ سے جب درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں تو وہ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں نیا لباس پہنا دیتا ہے۔ خدا کی بارگاہ کا دروازہ نہ کبھی بند ہوتا ہے اور نہ ہی اس دروازے سے مانگنے والا مایوس لوٹتا ہے۔ اگر کسی کا دامن عبادت سے خالی ہے اور نیکیوں کے معاملے میں وہ مسکین ہے تو وہ مسکین نواز (اللہ) کی بارگاہ تک آئے تو سہی پھر دیکھے اللہ تعالیٰ اس کو کیسے نوازتا ہے' اس کی مسکینی سے ہی رحمت خداوندی کو جوش آ جائے گا' اللہ تعالیٰ کی بخشش و رحمت کو دیکھ کر بندہ گناہ کر ہی بیٹھتا ہے۔ فقیر جب سخاوت و کرم دیکھتا ہے تو سخی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ لے کر ہی چھوڑتا ہے۔ یا اللہ! ہم بھی تیرے رزق سے پلے ہوئے ہیں اور ہمیں بھی تیرے لطف و کرم کی عادت پڑی ہوئی ہے تو نے ہمیں دنیا میں عزت دی امید ہے آخرت میں بھی رسوائی سے ضرور بچائے گا۔ عزت و ذلت تیرے ہاتھ میں ہے تیرا عزت دیا ہوا کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ اے اللہ! کسی میرے جیسے انسان کو مجھ پہ مسلط نہ کرنا کہ اس سے بڑی ذلت کوئی نہیں تیرے ہی ہاتھ سے سزا پاؤں تو مجھے منظور ہے۔ تیری بارگاہ میں شرمندہ ہونا بندوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بہتر ہے۔ میرے سر پہ اگر تیری رحمت کا سایہ پڑ جائے تو اپنے آپ کو آسمان سے بھی بلند سمجھوں۔ اور جس کو تو اونچا کر دے اس کو کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔

سبق

اس باب میں اللہ تعالیٰ سے التجاودعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے قرآن وحدیث میں دعا کی اہمیت کو بار بار واضح کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے ادعونی استجب لکم ۔ مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا فرماؤں گا۔

حدیث شریف میں دعا کو ”مُخَ العبادہ“ عبادت کی جان اور مغز قرار دیا گیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ اللہ سے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹاؤں۔

دنیا کے سخی بار بار مانگنے سے ناراض ہو جاتے ہیں اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ سے نہ مانگنے والا اللہ کو اپنے اوپر ناراض کر دیتا ہے۔



کسی عزیز کے مرنے پر رونا

کسی عزیز خصوصاً ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں، پیرو مرشد اور استاد یا دوست میں سے کسی کے فوت ہونے پر دلی تعلق کی بنا پر رونا بے اختیاری اور نا قابل گرفت عمل ہے۔ لیکن سر یا سینہ کوٹنا، پیٹنا، منہ پر تھپڑ مارنا، بال نوچنا، مرنے والے کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا، ہائے اوئے فلانیا تو مر گیا، ساڈا بیڑہ غرق ہو گیا، اسیں اجڑ گئے، برباد ہو گئے وغیرہ۔ یہ سب حرام ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے۔ صبر، شکر کے الفاظ کہنا یا میت کو اچھے الفاظ سے مختصر طور پر مخاطب کر کے کلام کرنا جائز ہے۔ آنکھ کے آنسو اور دل کا صدمہ، چونکہ بندے کے قبضے میں نہیں، اس لیے اس پر عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ عذاب اختیاری گناہ پر ہوتا ہے۔ آنسو اختیاری ہیں اور نہ ہی ان کے بہنے پر گناہ ہے۔ بعض صورتوں میں رب ذوالجلال نے رونے کی اجازت دی ہے بلکہ خوف خدا اور گناہوں پر ندامت سے رونا، بخشش کا ذریعہ ہے۔ اطباء کہتے ہیں، میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہو سکتی ہے، آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے۔ اس لیے ایسے موقع پر رونے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ایسے مواقع پر نہ رونا سخت دلی کی نشانی ہے۔ یہ بات رسول کریم ﷺ کے عظیم فرامین میں سے ہے کہ "جسے بندوں پر رحم نہیں آتا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔"

تعزیت کے لیے بیٹھنا سنت ہے نیز تعزیت کے لیے مسجد میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ تعزیت کی حد تین دن ہے۔ کسی کے فوت ہو جانے پر میت والے گھر میں تین دن تک چٹائی یا دریاں بچھاتے ہیں، لوگ تعزیت اور فاتحہ کے لیے آتے رہتے ہیں۔

رونے کی ممانعت نہیں:

(1) "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں

ماتت زینب بنت رسول الله ﷺ فبکت النساء فجعل عمر یضربھن بسوطه فاخره رسول الله ﷺ بیده و قال مهلا یا عمر ثم قال ایا کن ونعیق الشیطان ثم قال انه مهما کان من العین ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما کان من الیدو من اللسان فمن الشیطان (مشکوٰۃ ص ۱۵۲' مسند احمد جلد ا ص ۲۳۷' البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۲۸۹۔)

(حضرت) زینب (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ (ﷺ) فوت ہوئیں تو عورتیں روئیں (جناب) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کو کوڑے سے مارنا چاہتے تھے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا' اے عمر چھوڑ دو ہٹ جاؤ۔ پھر (عورتوں سے) فرمایا' شیطانی آواز سے پرہیز کرنا اور فرمایا جو کچھ آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔''

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں'

ان النبی ﷺ کان فی جنازة فرای عمر امراة فصاح بها فقال النبی ﷺ دعها یا عمر فان العین دامعة و النفس مصابة والعهد قریب (ابن ماجہ ص ۱۱۵' مسند احمد جلد ۲ ص ۴۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۷۰' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۷۰' نسائی جلد ا ص ۲۶۳۔)

''نبی کریم ﷺ ایک جنازے میں تشریف رکھتے تھے' (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک عورت کو دیکھا وہ رو رہی تھی تو آپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ڈانٹا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اے عمر (رضی اللہ عنہ) اسے رونے دو' اس لیے کہ اس کی آنکھ رونے والی ہے' اس کی جان کو تکلیف پہنچی ہے اور زمانہ قریب ہے (یعنی ابھی صدمہ ہوا ہے اور ایسے وقت میں دل پر اثر ہوتا ہے اور رونا بہت آتا ہے تو انسان مجبور ہو جاتا ہے)۔

آنسو اور دل کا غم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کچھ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو انہیں غشی میں پایا۔

فقال قد قضی قالوا لا یارسول اللّٰہ فبکی النبی ﷺ فلما رای القوم بکاء النبی ﷺ بکوا فقال الا تسمعون ان اللّٰہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ (مشکوٰۃ ص ۱۵۰' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۹۶' شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸۴' بخاری جلد ۱ ص ۱۷۴' مسلم جلد ۱ ص ۳۰۱۔)

''پوچھا! کیا وصال کر گئے؟ لوگوں نے عرض کیا' نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)' پھر رسول کریم ﷺ روئے۔ جب قوم نے نبی محترم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا' تو وہ بھی رونے لگے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ (تبارک و تعالیٰ) آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غم سے عذاب نہیں دیتا؟ پھر اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' اس سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور میت کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔'' (اس رونے سے مراد وہ رونا ہے جس میں چیخنا' چلانا' نوحہ اور بین ہو)۔

(حضور ﷺ کا یہ رونا ان کی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر تھا اور یہ کلام حکیمانہ مبلغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہیں کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے' جو غلط باتیں کرتا ہے وہ سزا پاتا ہے)۔

زمین وآسمان کارونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن مومن الا وله بابان باب يصعد منه عمله و باب ينزل منه رزقه فاذا مات بكيا عليه فذلك قوله تعالى فما بكت عليهم السماء والارض (مشکوۃ ص ۱۵۱، کنز العمال حدیث نمبر ۳۰۴۱۔ ۴۲۷۱۸، ترمذی جلد ۲ ص ۱۶۱، شرح الصدور ص ۱۰۱، حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۵۳۔)

"ہر مومن کے لیے (آسمان) میں دو دروازے ہیں ایک دروازہ وہ ہے جس سے اس کے اعمال آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ دوسرا وہ ہے جس سے اس کی روزی اترتی ہے۔ جب بندہ مومن مرجاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔ یہی رب العزت کا فرمان ہے (یعنی آسمان وزمین کافر کے لیے نہیں روتے بلکہ مومن کے لیے روتے ہیں)۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ **ارسلت ابنة النبى ﷺ اليه ان ابنالى قبض فاتنا فارسل يقرئ السلام ويقول ان لله مااخذ وله ما اعطے وكل عنده باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب فارسلت اليه تقسم عليه لياتينها فقام و معه سعد بن عبادة ومعاذ بن جبل و ابى بن كعب وزيد بن ثابت ورجال فرفع الى رسول الله ﷺ الصبى و نفسه تتقعقع ففاضت عيناه فقال سعد يا رسول الله ما هذا فقال هذه رحمة جعلها الله فى قلوب عباده فانما يرحم الله من عباده الرحماء** (مشکوۃ ص ۱۵۰، نسائی جلد ا ص ۲۶۳، ابوداؤد جلد ۲ ص ۹۰، صحیح بخاری جلد ا ص ۱۷۱، مسند احمد جلد ا ص ۲۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۶۵، مسلم جلد ا ص ۳۰۱، نسائی جلد ا ص ۲۶۱، ابن ماجہ ص ۱۱۵، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸۳، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۶۶۷۰۔)

"رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے نبی کریم

ﷺ کو بلا بھیجا کہ میرا بیٹا (جس کا نام علی بن عاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھا) فوت ہو گیا ہے تو آپ ﷺ تشریف لائیں (آپ ﷺ نے سلام اور پیغام بھیجا) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اس کے پاس ہر چیز کی میعاد معین ہے۔'' حضرت زینب نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں تشریف آوری کا دوبارہ پیغام بھیجا۔ (حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' آپ ﷺ اٹھے' میں بھی اٹھا اور حضرت سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل ابی بن کعب' زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب مکان پر پہنچے تو لوگ بچے کو رسول کریم ﷺ کے پاس لائے' اس کی روح سینہ میں ہل رہی تھی (یعنی روح نکلنے کے قریب تھی) جیسے مشک میں پانی ہلتا ہے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ روئے۔ تو (حضرت) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) یہ کیا معاملہ ہے؟ (یعنی آپ ﷺ رو رہے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہے' جو اس نے اولاد آدم میں رکھی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں پر) رحم کرتے ہیں۔'' (رونا اور رنج کا کرنا خلاف شرع نہیں بلکہ رقت قلب اور نرم دلی کی نشانی ہے اور جسے ایسے موقعوں پر رنج نہ ہو وہ سخت دل انسان ہے)۔

چیخیں مار کر رونا منع ہے:

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں: جاء یعود عبداللہ بن ثابت فوجدہ قد غلب علیہ فصاح بہ فلم یجبہ فاسترجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال قد غلبنا علیک ابا الربیع فصحن النساء وبیکن فجعل ابن عتیک یسکتھن فقال رسول اللہ ﷺ دعھن فاذا وجبت فلا تبکین باکیہ قالوا وما الواجب یارسول اللہ قال الموت قالت ابنتہ ان کنت لا رجوان تکون شھید اقد کنت قضیت جھازک قال رسول اللہ ﷺ فان اللہ عزو جل قد اوقع اجرہ علیہ علی قدٗ نیتہ (نسائی جلد اص

۲۶۱)

''رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ بیماری ان پر غالب ہے۔آپ ﷺ نے ان کو زور سے پکارا' انہوں نے جواب نہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ''اور فرمایا' 'اے ابوالربیع تم ہم پر مغلوب ہو گئے۔'' (یعنی قضائے الٰہی ہم پر غالب آ گئی ہم تمہاری زندگی چاہتے تھے مگر تقدیر میں موت ہے)۔ یہ سن کر عورتوں نے چیخیں ماریں اور رونے لگیں (حضرت) جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ ان کو چپ کرانے لگے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو مگر جب ان پر واجب ہو جائے تو کوئی (چیخیں مار کر) نہ روئے۔لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) واجب ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ''مرجانا'' ان کی بیٹی نے (ان کے فوت ہونے کے بعد) کہا مجھے امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے اس لیے کہ آپ جہاد کے لیے سب سامان تیار کر چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ان کی نیت کے مطابق ثواب عطا فرمایا ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ان اباہ قتل یوم احد قال فجعلت اکشف عن وجھہ و ابکی و الناس ینھونی و رسول اللّٰہ ﷺ لا ینھانی وجعلت عمتی تبکیہ فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تبکیہ ماز الت الملائکۃ تظلہ باجنحتھا حتی رفعتموہ (البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ ص ۲۲' کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۸۸۰۔نسائی جلد ۱ ص ۲۶۱۔) ''میرے والد (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ احد کے غزوہ میں شہید ہو گئے تو میں ان کے منہ سے کپڑا اٹھاتا اور روتا۔ لوگ مجھے منع کرتے مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے منع نہ فرمایا۔پھر میری پھوپھی رونے لگی اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر مت رو۔اس پر برابر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کیے

ہوئے ہیں یہاں تک کہ تم نے اس کو اٹھایا۔''

صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: اخذ النبی ﷺ بید عبدالرحمن بن عوف فانطلق به الی ابنه ابراهیم فوجده یجود بنفسه فاخذه النبی ﷺ فوضعه فی حجره فبکی فقال له عبدالرحمن اتبکی اولم تکن نهیت عن البکاء قال لا ولکن نهیت عن صوتین احمقین فاجرین صوت عند مصیبة وخمش وجوه وشق جیوب ورنة شیطان (جامع ترمذی جلد ا ص ۱۹۶)

''نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کو اپنے پیارے بیٹے (حضرت) سیدنا ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے پاس لے گئے اس وقت ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی گود میں رکھ لیا اور رونے لگے۔ (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) عرض کرنے لگے' کیا' آپ ﷺ روتے ہیں؟ حالانکہ آپ ﷺ تو رونے سے منع فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' میں رونے سے منع نہیں کرتا تھا بلکہ میں تو دو احمق فاجر آوازوں سے منع کرتا تھا۔ ایک کسی مصیبت کے وقت رونے کی آواز' جس میں منہ کا نوچنا' پیٹنا' اور گریبان کا چیرنا پھاڑنا ہو۔ دوسرے شیطان کا نوحہ کرنا اور چیخنا چلانا۔

(2) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
لماتوفی ابن رسول الله ﷺ ابراهیم بکی رسول الله ﷺ فقال له المعزی اما ابو بکر و اما عمر انت احق من عظم الله حقه قال رسول الله ﷺ تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول ما یسخط الرب لولا انه وعد صادق و موعود جامع فان الاخر تابع للاول لو وجدنا علیک یا ابراهیم افضل ما وجدنا و انا بک المحزونون (وفی

بخاری " وانا بفراقک یا ابراهیم المحزونون (ابن ماجہ ص ۱۱۵' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۶۹' مشکوٰۃ ص ۱۵۰' شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸۴' بخاری جلد ۱ ص ۱۷۴' مسلم جلد ۲ ص ۲۵۹۔)

''رسول کریم ﷺ کے بیٹے (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ روئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما' جو آپ ﷺ کو تعزیت دے رہے تھے' انہوں نے عرض کیا! آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے حق کو جاننے والے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' آنکھ روتی ہے اور دل رنجیدہ ہوتا ہے۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے پروردگار ناخوش ہو۔ اگر قیامت کا وعدہ سچا نہ ہوتا اور اس وعدے میں سب ملنے والے نہ ہوتے' پھر فرمایا بعد میں فوت ہونے والا پہلے فوت ہونے والے کے پیچھے جانے والا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے۔'' اے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) ہم تجھ پر زیادہ رنج کرتے ہیں اس رنج سے جتنا ہم نے کیا اور ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں (یعنی تیری جدائی کی وجہ سے)۔

کسی کے بچہ کے مرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اذا مات ولدا العبد قال اللہ تعالی للملائکة قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرة فواده فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی فیقولون حمدک و استرجع فیقول اللہ ابنو العبدی بیتا فی الجنة وسموه بیت الحمد (ص ۱۵۱' ترمذی جلد ۱ ص ۱۹۸' مسند احمد جلد ۴ ص ۴۱۵' شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۹۸' الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۳۳۷' درمنثور جلد ۱ ص ۱۵۷۔) ''جب کسی بندے کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں ہاں! تو (اللہ تبارک وتعالیٰ) فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟ فرشتے پھر عرض کرتے ہیں ہاں! (اللہ تبارک وتعالیٰ) پھر

فرماتا ہے' میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد بیان کی اور (انا للہ) پڑھا' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور گھر کا نام بیت الحمد "رکھو"۔

فوت شدہ بچے کی ماں کو تسلی:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنة (مشکوٰۃ ص ۱۵۱' تلخیص الحبیر جلد ۲ ص ۱۳۸' ترمذی حدیث نمبر ۱۰۷۶) "جو فوت شدہ بچے کی ماں کو تسلی دے اس کو جنت میں جنت کی چادر اوڑھائی جائے گی (اور اعزاز سے نوازا جائے گا)۔

رونا اور نوحہ:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مانھیت عن البکاء انما نھیت عن النوح (شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۹۸' بخاری حدیث نمبر ۱۲۹۶) "میں تمہیں رونے سے منع نہیں کرتا بلکہ میں تمہیں نوحہ (اور بین) سے منع کرتا ہوں۔"

نوحہ منع ہے:

حضرت حکیم بن قیس علیہ الرحمہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ: ان قیس ابن عاصم قال لا تنوحوا علی فان رسول اللہ لم ینح علیہ مختصر ا (نسائی جلد ا ص ۲۶۲) "حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنے (احباب اور گھر والوں سے) کہا مجھ پر نوحہ مت کرنا رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں ہوا۔"

بین کرنے کی ممانعت:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المیت یعذب ببکاء الحی اذا قالوا واعضداہ واکاسیاہ وانا

صـراہ و اجـبلاہ ونحو ھذا یتعتع (ابن ماجہ ص ۱۱۵' مسند احمد جلد ۴ ص ۴۱۴' مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۶۲' (مختصراً) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۷۱' ترمذی جلد ۱ ص ۱۹۵' کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۱۲ حدیث نمبر ۴۲۴۳۲' المعجم الکبیر للطبرانی فی جلد ۷ ص ۲۱۶' جلد ۱۲ ص ۲۳۴ (مختصراً)۔)''زندہ کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ جب لوگ (نوحہ اور بین کے انداز میں روتے ہوئے) کہتے ہیں۔اے میرے بازو' اے میرے کپڑے پہنانے والے' ہائے میری مدد کرنے والے' ہائے پہاڑ کی طرح قوت اور طاقت والے یا اس کے مانند دوسرے کلمات کہتے ہیں تو (فرشتے) میت کو جھڑکتے ہیں' ڈانٹتے ہیں۔'' (جبکہ مرنے والے نے مرنے سے پہلے نوحہ و بین کرنے کی وصیت کی ہو)۔

گال پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی ممانعت:

(1) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ان رسول اللہ ﷺ لعن الخامشة وجهها والشاقة جيبها والداعية بالويل والثبور (ابن ماجہ ص ۱۱۴)'' رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ نوچنے اور گریبان پھاڑنے والی عورت پر لعنت کی ہے (اور اس پر بھی) جو خرابی' بربادی اور ہلاکت پکارے'' (یعنی یوں کہے ہائے تباہ ہوگئی' ہلاک ہوگئی' برباد ہوگئی)۔

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ليس منا من شق اوشق الجيوب وضرب الخدود ودعى بدعوى الجاهلية (ابن ماجہ ص ۱۱۴' ترمذی جلد ۱ ص ۱۹۵' مسند احمد جلد ۱ ص ۴۳۲' مشکوٰۃ ص ۱۵۰' نسائی جلد ۱ ص ۲۶۳' مصنف عبدالرزاق جلد ۳ ص ۵۵۸' مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۷۴' شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸۸)'' جو شخص گریبان پھاڑے' رخسار پیٹے اور جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(3) حضرت عبدالرحمٰن بن یزید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' جب (حضرت) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور بے ہوش

ہوئے ان کی بیوی چلا چلا کر رو رہی تھی۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے اس سے کہا کیا تو جانتی نہیں کہ میں اس سے بیزار ہوں؟ جس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انا بری ممن حلق (ای شعره او راسه) وسلق وخرق (ان رفع صوتها عن المصيبة) (ابن ماجہ ص ۱۱۵' نسائی جلد ا ص ۲۶۳' مشکوٰۃ ص ۱۵۰' ابوداؤد جلد ۲ ص ۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۲۷۴' کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۰۹ حدیث نمبر ۴۲۴۲۱۔)'' (جو کسی کے مرنے پر) سر منڈوا دے' جو چلا چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (جیسے جاہلوں کی عادت ہوتی ہے۔ میت وغیرہ ہونے پر منہ پیٹنے' کپڑے پھاڑنے' اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے شکایت کرنے اور بے صبری کے کلمات اور باتیں کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں میں سے نہیں' یہ کام حرام ہے۔ ایسا کرنے والا سخت مجرم ہے۔ اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) دور جاہلیت میں عرب میں بھی کسی کی موت پر سر منڈوانے کا رواج تھا جیسے ہندو لوگ سر' داڑھی اور مونچھیں سب کچھ منڈوا دیتے ہیں (جسے ''بھدرا'' کہتے ہیں)۔

نوحہ کی وجہ سے عذاب:

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: من ينح عليه فانه يعذب بما ينح عليه يوم القيامة (مشکوٰۃ ص ۱۵۱' مسند احمد جلد ۲ ص ۶۱' جلد ۴ ص ۲۴۵)'' جس پر نوحہ کیا جائے اسے قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔'' یہ اس صورت میں ہے جبکہ میت نے نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کی ہو۔ زمانہ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ مجھ پر نوحہ کرنا تاکہ مشہوری ہو جائے۔ اس دور جاہلیت میں نوحہ پر فخر ہوتا تھا۔ شہد کربلا پر رافضی لوگ ''نوحہ'' اور ''پٹا کوٹی'' کرتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی اختراع ہے نہ تو صرف امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئی وصیت کی اور نہ ہی دیگر شہداء کربلا نے' اور نہ وہ اس سے راضی ہیں۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
المیت یعذب بما ینح علیہ (ابن ماجہ ص ۱۱۵، مسند احمد جلد ۵ ص ۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۷۱، مجمع الزواد جلد ۳ ص ۱۵، مسلم جلد ۱ ص ۳۰۳) ''میت کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے جو اس پر کیا جاتا ہے۔'' (جبکہ مرنے والا نوحہ کی وصیت کر جائے۔ ہاں البتہ خود ہی سے نوحہ کرنے والے بھی قیامت کے دن پکڑے جائیں گے)۔

نوحہ کرنے پر لعنت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: لعن رسول اللّٰہ ﷺ النائحۃ والمستمعۃ (ابوداؤد جلد ۱ ص ۹۰، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸۹، مشکوٰۃ ص ۱۵۱) ''رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

ایک عورت کا واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: مر النبی ﷺ بامرأۃ تبکی عند قبر فقال اتقی اللّٰہ واصبری قالت الیک عنی فانک لم تصب بمصیبتی ولم تعرفہ فقیل لھا انہ النبی ﷺ فاتت باب النبی ﷺ فلم تجد عندہ بوابین فقالت لم اعرفک فقال انما الصبر عندالصدمۃ الاولی (نسائی جلد ۱ ص ۲۶۲، مشکوٰۃ ص ۱۵۰، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۹۳، بخاری جلد ۱ ص ۱۷۱، مسلم جلد ۱ ص ۳۰۲) ''نبی کریم ﷺ (ایک دفعہ) ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی (اس کے رونے میں چیخ و پکار اور نوحہ تھا) آپ ﷺ نے (اس عورت سے) فرمایا، اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے ڈر اور صبر کر۔ (وہ عورت بے خبری اور شدت غم میں) بولی میرے پاس سے ہٹ جایئے، آپ (ﷺ) کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس عورت نے رسول کریم ﷺ کو پہچانا نہیں۔ (جب حضور نبی کریم ﷺ کچھ آگے چلے گئے تو) اس عورت کو بتایا گیا، وہ تو نبی کریم ﷺ تھے۔ پھر وہ عورت رسول کریم ﷺ کے

مقدس آستانہ پاک پر حاضر ہوئی۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)' میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا صبر شروع صدمے سے ہی ہوتا ہے۔'' (چونکہ شروع صدمہ پر دل میں جوش ہوتا ہے اس وقت اس جوش کو روکنا بڑے بہادروں کا کام ہے)۔

فرشتوں کا جھنجھوڑنا:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **ما من میت یموت فیقوم باکیھم فیقول واجبلاہ واسیداہ و نحو ذلک الا و کل اللّٰہ بہ ملکین یلھز انہ ویقولان اھکذا کنت** (مشکوٰۃ ص۱۵۰' شرح السنۃ جلد۳ ص۲۸۸' مسلم جلد۱ ص۳۰۳) ''جب کوئی (بندہ) فوت ہو جائے اور اس کے رونے والا اٹھ کر کہے ہائے میرے پہاڑ' ہائے میرے سردار اور اسی طرح کی دوسری باتیں کہے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) اس پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اسے جھنجھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا؟

جہالت کی چار باتیں:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن (۱) الفخر فی الاحساب (۲) والطعن فی الانساب (۳) والاستسقا بالنجوم و (۴) النیاحۃ** (مشکوٰۃ ص۱۵۲' الترغیب والترہیب جلد۴ ص۳۴۹' شرح السنۃ جلد۳ ص۲۹۲' کنز

العمال حدیث نمبر ۴۴۰۳۱) ''میری امت میں چار باتیں جہالت کی ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے۔ (۱) قومی فخر (۲) نسب میں طعنے (۳) ستاروں سے بارش مانگنی اور (۴) نوحہ' اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی عورت موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس پر ''رال'' کا لباس اور ''جرب'' کی قمیض ہوگی۔'' (جرب سخت خارش کرنے والا وہ کپڑا جو نوحہ کرنے والے کو قیامت کے دن پہنایا جائے اور نوحہ کرنے والی عورت پر اس دن خارش کا عذاب مسلط کیا جائے گا)۔

نوحہ نہ کرنے پر بیعت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں'

ان رسول اللّٰہ ﷺ اخذ علی النسآء حین بایعھن ان لا ینحن فقلن یارسول اللّٰہ ان نساء اسعد ننا فی الجاھلیة فنسعد ھن فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا اسعاد فی الاسلام (نسائی جلد ۱ص ۲۶۲' مسند احمد جلد ۳ص ۱۹۷' مصنف عبدالرزاق جلد ۳ص ۵۶۰' کنز العمال جلد ۱۳ص ۶۱۳ (مختصراً) حدیث نمبر ۴۴۲۴۱)

'' جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی اور نوحہ نہ کرنے کا اقرار کرایا تو عورتوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دور جاہلیت میں بعض عورتوں نے رونے پیٹنے میں ہماری مدد کی تو کیا ہم بھی ان کی مدد کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام میں یہ چیز جائز نہیں۔'' (دور جاہلیت میں پیٹنے کا عام رواج تھا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ اس دور میں رونے پیٹنے کا بھی قرض ہوتا تھا۔ ایک عورت دوسرے کے یہاں موت پر پیٹ آتی تھی تو دوسری اس کے ہاں موت کے وقت پیٹنے ضرور جاتی تھی)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **عجب للمومن ان اصابه خیر احمد اللّٰہ وشکر' وان اصابته مصیبة حمد اللّٰہ وصبر فالمومن یوجر فی کل امره حتی فی اللقمة یرفعھا الی فی امراته** (مشکوٰۃ ص ۱۵۱' شرح السنۃ جلد ۳ص ۲۹۴' مسند احمد جلد ۱ص ۱۸۲'

۱۷۷،۱۷۳)

''مومن کے لیے عجب (معاملہ ہے) اگر اسے بھلائی پہنچے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی حمد وثناء اور شکر کرتا ہے' اور اگر مصیبت پہنچے تو اللہ (جل جلالہ) کی حمد وثناء اور صبر کرتا ہے۔ مومن کو ہر کام پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے تو اس پر بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔''

فوت شدہ کے گھر والوں کے لیے کھانا پکانا:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاھم مایشغلھم** ''(ابن ماجہ صد ۱۱۶' ترمذی جلد ا ص ۱۹۵' مشکوٰۃ ص ۱۵۱) (حضرت) جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ کیونکہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو (ان کو) کھانے سے باز رکھے گی۔''

آپ ﷺ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہل بیت کو فرمایا' یہ کھانا بھیجنا سنت ہے۔ کھانا پکانے والے کو خود میت والوں کے گھر کھانا لے کر جانا چاہیے اور ان کو کھانے پر بھی مجبور کرنا چاہیے اور خود بھی ان کے ساتھ کھائے اور ان کی ڈھارس بندھائے۔

رواج:

ہمارے معاشرے میں تین دن تک کھانا بھیجنے کا رواج ہے۔ جب کہ حدیث شریف کے مطابق جس گھر میں فوتیدگی ہو اس گھر میں صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے گا۔ (جس دن فوتیدگی ہو یا فوتیدگی کی خبر آئے)۔ یہ کھانا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے کھانا پکا نہ سکیں یا میت کے گھر والوں کے باہر سے آئے ہوئے مہمان جو تجہیز وتکفین کے لیے آئے ہوں۔ اگر بطور محبت اور ہمدردی کسی رسمی یا رواجی قید کے بغیر دوست' احباب یا رشتے دار کھانا دیں تو اس پر فتویٰ نہیں۔

نوحہ والے جنازہ سے پرہیز:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں: نهى رسول الله ﷺ ان تتبع جنازة معها رآنة (ابن ماجہ ص ۱۱۶' مسند احمد جلد ۲ ص ۹۲' مشکوٰۃ ص ۱۵۲' ترمذی جلد ۱ ص ۱۹۵' نسائی جلد ۱ ص ۲۶۳' مسند احمد جلد ۶ ص ۱۰۷)''رسول اللہ ﷺ نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو۔''

فیصلہ کن ارشاد چیخے چلائے بغیر رونا:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں نے (ام المومنین) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا' ان سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ:

ان الميت ليعذب ببكاء الحى عليه تقول يغفر الله لابى عبدالرحمن اما انه لم يكذب ولكنه نسى او اخطاء انما مر رسول الله ﷺ على يهودية يبكى عليها فقال انهم ليبكون عليها و انها لتعذب فى قبرها (مشکوٰۃ ص ۱۵۱' شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۹۲' نسائی جلد ۱ ص ۲۶۲' ابوداؤد جلد ۲ ص ۹۰' بخاری جلد ۱ ص ۱۷۲' مسلم جلد ۶ ص ۳۰۳)

''میت پر زندہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ تو (ام المومنین حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بخشے (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت ہے) بے شک انہوں نے اپنی طرف سے کچھ جھوٹ نہیں بنایا لیکن وہ بھول گئے ہیں یا ان سے خطا ہوگئی ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت (جو مرگئی تھی) کے پاس سے گذرے جس پر لوگ رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا یہ لوگ تو رو رہے ہیں اور اس پر عذاب قبر ہو رہا ہے۔ (یعنی سرکار کائنات ﷺ کا یہ فرمانا اس لیے نہیں تھا کہ جب زندہ لوگ

روتے ہیں تو ان کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ ہاں اگر فوت شدہ شخص وصیت کر جائے کہ میرے مرنے پر رونا اور رونے والیاں بلانا اور چیخنا چلانا تو اس پر بالا تفاق عذاب ہوگا۔ حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور صحیح ہے)۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کافر کا عذاب اہل خانہ کے رونے سے بڑھا دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تمہیں قرآن مجید کافی نہیں ہے؟ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ): ''کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

آسمان اور زمین کا رونا:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون ○ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون ○ (الدخان: ۲۴، ۲۳)''ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور (جب دریا سے پار نکل جاؤ) تو دریا کو یونہی جگہ جگہ کھلا چھوڑ دینا (یعنی اس کو چلانا نہیں) بے شک وہ (فرعونی) لشکر ڈبو دیا جائے گا۔'' جب فرعون' اس کے پیروکار اور لشکر دریا میں ڈبو دیئے گئے تو ارشاد ہوا ''فما بکت علیھم السماء والارض۔'' (الدخان: ۲۹)''تو ان (کے ڈوبنے) پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔'' اس آیت مبارکہ میں کافروں کی موت پر زمین و آسمان کے نہ رونے کا ذکر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کی موت پر زمین و آسمان روتے ہیں اس لیے کہ اگر کسی کے لیے بھی زمین و آسمان نہ روتے ہوتے تو رب کائنات یہ نہ فرماتا کہ جب فرعون اور اس کے لشکر والے ڈوب گئے تو نہ آسمان روئے نہ زمین روئی۔ اس آیت اور اس کے شان نزول کو پڑھنے کے بعد رسول کریم ﷺ کے ارشادات کے مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ مومن کی فوتیدگی کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ (مومن کے لیے زمین و آسمان روتے ہیں)۔ کیونکہ'' فما بکت

علیھم السماء و الارض'' کافروں کے لیے فرمایا گیا ہے۔

(2) ابن جریر علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد''فما بکت علیھم السماء و الارض'' کے بارے پوچھا گیا کہ کسی پر آسمان اور زمین روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہر انسان کے لیے دو دروازے ہیں ایک تو وہ جس سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے دوسرا وہ جس سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب بندہ مومن فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس کے لیے روتے ہیں کیونکہ یہ بند ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح''و اذا فقدہ مصلاہ من الارض الذی کان یصلی فیه و یذکر اللّٰہ فیھا بکت علیه '' ''وہ زمین (کا ٹکڑا) جس پر یہ نماز پڑھتا تھا اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا ذکر کرتا تھا' روتی ہے'' لیکن چونکہ فرعون کی قوم کے لیے زمین میں اچھے نشانات نہ تھے اور نہ ہی اس کا کوئی عمل اچھا تھا۔ پس اس کے مرنے پر نہ آسمان رویا نہ زمین (یہی معنی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد کے فما بکت علیھم السماء و الارض (شرح الصدور ص ۱۰۲)۔

مومن کی گزرگاہ روتی ہے:

ابن جریر' ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں شریح بن عبید حضرمی سے روایت کی ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما مات مومن فی غربة غابت عنه فیھا بواکیه الابکت علیه السماء و الارض ثم قرأ : (فما بکت علیھم السماء و الارض)ثم قال : انھما لا یبکیان علی کافر '' ''جو مومن بھی مسافری میں مرتا ہے اور اس پر رونے والیاں نہیں روتیں تو اس پر آسمان اور زمین روتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''فما بکت علیھم السماء و الارض '' اور فرمایا'' یہ کافروں پر نہیں روتے'' (شرح الصدور ص ۱۰۲)۔

چالیس دن تک زمین کا رونا:

سعید بن منصور اور ابو نعیم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے

کہ:''مامن مومن یموت الا تبکی علیه الارض اربعین صباحا'' ''جب بھی کوئی مومن مرتا ہے تو زمین چالیس روز تک صبح کے وقت ہوتی ہے۔''(شرح الصدورص ۱۰۲)

سجدہ کی جگہ روتی ہے:

حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطاء خراسانی سے روایت کی ہے: ''مامن عبد یسجد للّٰه سجدة فی بقعة من بقاع الارض الا شهدت له یوم القیامة وبکت علیه یوم یموت'' ''جو بندہ مومن زمین کے گوشوں میں سے کسی گوشہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوتا ہے وہ گوشہ اس کی موت پر روتا ہے اور قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔''(شرح الصدورص ۱۰۲)

ابن ابی الدنیا نے ابوعبیدہ سلیمان بن عبدالملک کے مصاحب سے روایت کی ہے کہ (ترجمہ): ''جب بندہ مومن فوت ہوتا ہے تو زمین کا گوشہ گوشہ پکار کر کہتا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا مومن بندہ فوت ہوگیا ہے تو زمین وآسمان دونوں اس پر روتے ہیں تو رحمٰن سبحانہٗ وتعالیٰ پوچھتا ہے تم دونوں میرے بندے پر کیوں روتے ہو؟ تو وہ دونوں کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب وہ جس گوشے سے گزرتا تھا تیرا ذکر کرتا تھا (تجھے یاد کرتا تھا)۔(شرح الصدورص ۱۰۲)

زمین وآسمان کیوں روتے ہیں؟:

سعید بن منصور اور ابن ابی الدنیا نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ آسمان اور زمین مومن کی موت پر روتے ہیں۔ آسمان کہتا ہے:''مازال یصعد الی منه خیر' وتقول الارض مازال یفعل علی خیرا'' ''کہ اس کی نیکیاں برابر آتی رہتی تھیں اور زمین کہتی ہے کہ یہ برابر مجھ پر نیک عمل کرتا تھا۔''(شرح الصدورص ۱۰۳)

نماز کی جگہ روتی ہے:

ابن ابی الدنیا' ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: ان المومن اذا مات بکی علیه مصلاہ

من الارض و یصعد عمله من السماء ثم تلا: فما بکت علیھم السماء والارض " "جب بندہ مومن مرتا ہے تو اس کی نماز کی جگہ اس پر روتی ہے اور آسمان کی وہ جگہ روتی ہے جہاں سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی: فما بکت علیھم السماء والارض۔" (شرح الصدور ص ۱۰۲)

آسمان کے فرشتے روتے ہیں:

حضرت حسن علیہ الرحمہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں: ان اللّٰہ اذا توفی المومن ببلاد غربۃ لم یعذبه رحمۃ لغربتہٗ و امر الملائکۃ فتبکیہ لغیبۃ بواکیہ عنہ و اللہ اعلم "کوئی بندہ مومن (مسافری کی حالت میں) اجنبی شہر میں فوت ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر عذاب نہیں کرتا بلکہ غریب الوطنی کی وجہ سے رحمت فرماتا ہے اور اس کے رونے والوں کے نہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں کو اس کے لیے رونے کا حکم فرماتا ہے۔" (شرح الصدور ص ۱۰۳)

یہ خدائی نظام ہے کہ بندہ مومن کے لیے زمین و آسمان بھی روتے ہیں بلکہ مومن کی موت پر درودیوار بھی روتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان و زمین کو بندہ مومن اور غیر مومن' غیر صالحہ کو پہچاننے کا ادراک عطا فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے یہ جان پہچان اور علم رکھتے ہیں' تسبیح پڑھتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

سورۂ ھود میں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا میں ظالموں' بت پرستوں کو ڈبو دوں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا' تو تنور سے پانی ابلنے لگے گا۔ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے حکم خداوندی کے تحت ایمان والوں کو کشتی میں سوار کیا' آسمان پانی برسانے لگا' زمین اپنا پانی اگلنے لگی' جب تمام لوگ سوائے کشتی میں بیٹھنے والوں کے' ڈوب گئے تو رب ذوالجلال نے زمین و آسمان کو بایں انداز پکارا۔ وقیل یارض ابلعی

مـائک و یـاسـمـاء اقـلعی (ھود:۴۴)''اور فرمایا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا۔''

جونہی حکم خداوندی ہوا' تو حکم کی بجا آوری کے لیے زمین نے پانی جذب کرلیا اور آسمان پانی برسانے سے رک گیا۔

کتنی شان ہے اس مومن کی' جس کی محبت میں اس کے فوت ہونے پر زمین و آسمان اور فرشتے روتے ہیں۔ کتنا پتھر دل ہے وہ شخص جس کی آنکھوں سے اس کے والدین یا بیوی بچوں کے فوت ہونے پر آنسو نہیں بہتے۔ جہاں درد و محبت کا قلبی اور روحانی تعلق ہوتا ہے وہاں موت کی وجہ سے رونا بے اختیار آ جاتا ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ سیدھا راستہ فروری 2005ء)



(222)ایک دیوانے کی دعا

میرا (سعدی کا) جسم کانپ اُٹھتا ہے جب مجھے حرم شریف میں ایک دیوانے کی دعا یاد پڑتی ہے۔ جو اللہ سے رو رو کر کہہ رہا تھا ۔ میفگن کہ دستم نگیرد کسے
اے اللہ! مجھے نہ گرا کیونکہ تو نے ہی اگر مجھے گرا دیا تو میرا ہاتھ کوئی نہ پکڑے گا۔
چاہے مجھے نواز دے یا بھگا دے میرا تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ میں مسکین و عاجز نفس امارہ کا ستایا ہوا ہوں، نفس و شیطان کو تیری ہی طاقت سے دبایا جا سکتا ہے ورنہ ان چیتوں کا مقابلہ ہم جیسی چیونٹیاں کیا کریں گی۔ اپنے محبوبوں کے طفیل مجھے سیدھی راہ پہ چلا اور ان دشمنوں سے بچا۔ اپنی بے مثل ذات اور بے مثال صفات کے طفیل، بیت اللہ کے حاجیوں کی لبیک کے طفیل، گنبد خضریٰ کے مکین کے طفیل، مجاہدین اسلام کے طفیل، جن کے سامنے دشمن کے مرد، عورتیں دکھائی دیتے ہیں، بزرگوں کی عبادات اور جوانوں کی سچائی کے طفیل، ہمیں ایک سانس میں دو خدا ماننے کے شرک، ظلم عظیم سے بچا، پاک لوگوں کا واسطہ مجھے گندگیوں سے بچا اور میری لغزش معاف فرما، جن بزرگوں کی کمر عبادت کر کر کے دوھری ہوگئی اور گناہوں کی شرم سے جن کی نظر قدموں پہ جھکی ہوئی ہیں، ان کے طفیل، موت کے وقت میری زبان پہ کلمہ شہادت جاری فرما۔ میرے راستے میں یقین کا چراغ روشن فرما اور مجھے بدکاری کی توفیق نہ دے جن چیزوں کو تو نے نہ دیکھنے کا حکم دیا ہے ان سے میری آنکھ پھیر دے اور ناپسندیدہ کاموں پر مجھے قدرت نہ دے، تیری ذات واجب الوجود کے سامنے میں ممکن الوجود اور عدم محض کی کیا حیثیت ہے۔ تیری مہربانی کے سورج کی مجھے ایک شعاع ہی کافی ہے، تیری عطا کے بغیر مجھے کون جانتا ہے کہ میں کیا ہوں؟ اگر تو نے میرے بارے عدل و انصاف کا فیصلہ کیا تو میں مارا جاؤں گا کیونکہ میں تو تیرے فضل کا طالب ہوں۔ مجھے ذلت

کے ساتھ اپنے دروازے سے نہ ہٹا کیونکہ میرے سامنے اور کوئی دروازہ نہیں۔ اگر میں اتنا عرصہ تیری بارگاہ میں نہیں آ سکا تو اب آ گیا ہوں اپنے کرم کا دروازہ کھول دے۔ اپنے گناہوں کا تیرے سامنے کیا عذر پیش کروں، بس اعتراف جرم کرتا ہوں اور عاجزانہ التجا کرتا ہوں کہ مجھ فقیر کو میرے گناہوں کے جرم میں نہ پکڑ، مالدار جب فقیر کو دیکھتا ہے تو اس کو ضرور رحم آتا ہے اور تو تو ارحم الراحمین ہے۔ اگرچہ کمزور ہوں لیکن تیری بارگاہ کی مضبوط پناہ گاہ کا سہارا لیا ہے۔ اگرچہ ہم نے غفلت سے تیرے عہد کو توڑا لیکن تقدیر میں بھی تو یہی لکھا تھا ناں، پھر ہم سے اس کا مقابلہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تیری تقدیر کے سامنے ہماری تدبیر کس کام کی بس اپنی گنہگاریوں کا میرے پاس یہی بڑا عذر ہے، تیری تقدیر کے سامنے ہمارے تمام منصوبے ناکام ہو گئے۔

سبق

نفس و شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ کی مدد و نصرت ضروری ہے۔ اس کی بارگاہ کے سہارے کے بغیر ان دشمنوں سے بچنا محال ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے بھی شیطان سے اللہ کی بارگاہ کی پناہ مانگی جاتی ہے گویا بندہ جتنی بڑی نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے شیطان اتنی ہی بڑی رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے گویا ہم نفس و شیطان کے سامنے بے بس ہیں اور اللہ ہی سے التجا کرتے ہیں اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم۔ جیسے کسی کو ملنے جانا ہو اور اس کے گھر کے باہر کتا بیٹھا ہو تو اس کتے کے شر سے بچنے کے لیے اسی مکان والے کو ہی پکاریں گے کہ اس کے شر سے ہمیں بچا ہمارے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی ایذاء رسانی سے بچ سکیں۔ اسی طرح نیکی کرنے سے پہلے شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی ضروری ہے ورنہ نیکی ہو جانے کے بعد بھی برباد ہوسکتی ہے۔



(223) سیاہ فام

ایک کالے سیاہ شخص کو کسی نے بدصورت کہہ دیا! اس نے ایسا جواب دیا کہ کہنے والا ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے کہا! کیا میں نے اپنی شکل خود بنائی ہے جو مجھے طعنہ دے رہا ہے، میری بدصورتی سے تجھے کیا کام؟ حسن وقبح کا خالق تو اللہ ہے! سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یا اللہ تو نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا، میں تو عاجز و مسکین ہوں تو ہی قادر مطلق ہے۔ تیری راہنمائی سے ہی کوئی نیکی کرسکوں گا ورنہ بھٹکتا پھروں گا۔ تیری مدد اگر شامل حال نہ ہوتو کوئی کیا کرسکتا ہے۔

سبق

نیکی، بدی کی توفیق خدا کے ہاتھ میں ہے اپنی نیکیوں اور خوبیوں پر مغرور نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے نیکی کی توفیق دی ہے اور تجھے خوبیوں والا بنایا ہے اگر وہ چاہے تو اب بھی اس کا الٹ کردے یعنی تجھے بدصورت بنادے اور بدصورت کو تیری صورت دے دے۔



(224) درویش کی توبہ

تنگ دست درویش ساری رات توبہ کرتا رہا اور صبح اُٹھ کر توڑ بیٹھا، اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے عجیب بات کہہ ڈالی

گراو توبہ بخشد بماند درست
کہ پیمان مابے ثبات است وست

توبہ پر قائم رہنا بھی اس کی توفیق سے ہی ہے ورنہ ہمارے عہد و پیمان تو ہماری طرح کمزور ہی ہیں۔

سعدی رحمۃ اللہ علیہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! تجھے تیرے حق کا واسطہ میری آنکھوں کو ناجائز نہ دکھا اور اپنے نور کا صدقہ مجھے عذاب نار سے بچا۔ میرے گناہوں کی نحوست آسمان تک پہنچ چکی ہے ابر رحمت برسا! تاکہ میرے گناہوں کا غبار بیٹھ جائے اور دل کا مطلع گناہوں سے صاف ہو جائے۔ اپنے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں اپنا وقار کھو بیٹھا ہوں جاؤں تو کہاں جاؤں کوئی دوسری دنیا ہی نہیں۔ تو گونگوں کے دل کی بات جانتا ہے میری پکار بھی سن لے اور میرے زخمی دل پہ مرہم رکھ دے۔

سبق

توبہ پہ استقامت بھی خدا کی توفیق سے ہوتی ہے ورنہ انسان جہاں آپس کے عہد و پیمان توڑ دیتا ہے وہاں توبہ توڑتے ہوئے بھی زیادہ دیر نہیں لگاتا۔



(225) مجوسی کا قصّہ

ایک بت پرست دنیا جہان سے بے خبر ہو کر بت خانے میں بت کی خدمت میں مگن رہنے لگا۔ چند سال بعد اس کو کوئی مشکل پیش آئی تو بت کے سامنے آہ وزاری کرنے لگا کہ میری مشکل آسان کر! بھلا جو اپنے وجود سے مکھی نہیں ہٹا سکتا وہ تیری مشکل کیسے آسان کردے؟ جب رونا دھونا بیکار گیا تو بگڑ کر بت کو گالیاں دینے پہ اتر آیا۔ اور کہا! میں نے کئی سال تیری خدمت وعبادت میں گذارے ہیں اگر تو نے میری مدد نہ کی تو میں مسلمانوں کے خدا کو مدد کے لیے پکاروں گا۔ ابھی یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ اللہ نے وہیں کھڑے کھڑے اس کا مسئلہ حل کر دیا ایک سمجھدار بندہ یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی اس کی دستگیری فرمادی ہے کہ ابھی تو یہ کمینہ بت خانے کی شراب کے نشے میں مست ہے اور ابھی اس نے دل کو کفر سے اور ہاتھوں کو گناہوں سے بھی نہیں دھویا کہ اس کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ عقل مند ابھی اسی سوچ میں ہی تھا کہ اس کے دل میں اللہ نے القاء کیا کہ اس نے بت کے سامنے آہ وزاری کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا اگر میری بارگاہ سے بھی مایوس رہتا تو صنم اور صمد میں فرق کیا رہ جاتا۔

سبق

کوئی کافر اگر بھول کر بھی خدا کو پکارے تو اللہ اپنی بے نیازی کا جلوہ دکھا دیتا ہے۔ بلکہ کبھی ایسی پکار اللہ کی رحمت کے دریا میں ہل چل مچا دیتی ہے اور رحمت الٰہی لپک کر اس کو اپنے دامن میں ڈھانپ لیتی ہے۔

دل اندر صمد باید اے دوست بست
کہ عاجز تر انداز صنم ہر کہ ہست

دل کو اس بے نیاز (صمد) کے ساتھ وابستہ کر کیوں کہ اس کے سوا جو کچھ ہے بت کی طرح عاجز ہے۔ اگر تو اپنا سر اس بے نیاز کی بارگاہ میں رکھے تو محال ہے کہ وہ تجھے محروم رکھے۔

خدا یا مقصر بکار آمدیم
گنہگار وامید وار آمدیم

اے اللہ! ہم کم ہمت واقع ہوئے ہیں، اگرچہ گنہگار ہیں لیکن تیری رحمت کے طلبگار و امیدوار ہیں۔



(226)ایک مست اور موذن کی کہانی

ایک شخص نبیذ (کھجوروں کا شربت جس میں کبھی نشہ بھی پیدا ہو جاتا ہے) کے نشے میں مست ہو کر مسجد میں گھس آیا اور حجرے میں جا کر رو کے دعا کرنے لگا کہ یارب بفردوس اعلیٰ برم۔اے اللہ! مجھے جنت الفردوس دے۔موذن نے اس کا گریبان پکڑ کر گھسیٹا اور کہا مسجد میں کتے کا کیا کام؟ تو نے کونسی نیکی کی ہے جو بہشت بریں مانگ رہا ہے؟ یہ منہ اور مسور کی دال؟ یہ کوسنے سن کر مست رو پڑا اور موذن سے کہا! مجھے چھوڑ دے میری عقل ٹھکانے نہیں لیکن یہ تو بتا! کیا ایک گنہگار اللہ کی رحمت کا امیدوار نہیں ہو سکتا؟ میں تجھ سے تو کچھ نہیں مانگ رہا کہ اس قدر غصے میں آ گیا ہے بلکہ اس سے مانگ رہا ہوں جس نے توبہ کا دروازہ ابھی تک بند نہیں کیا، میں اس کی بخشش کے مقابلے میں اپنے گناہوں کی کیوں بڑا کہوں؟ جو بڑھاپے میں گر جائے جب تک کوئی اس کا ہاتھ نہ پکڑے وہ نہیں آٹھ سکتا۔میں بھی بڑھاپے میں گر گیا ہوں اللہ ضرور میری دستگیری فرمائے گا۔میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگ اور صاحب مرتبہ ہو جاؤں مگر یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اگر کوئی انسان میری لغزش دیکھ لے تو وہی حشر کرے جو اے موذن تو نے میرا کیا ہے اس لیے ہم انسانوں سے ڈرتے ہیں کہ انسان پردہ در ہے اور اللہ سب کچھ دیکھتا سنتا ہے مگر ''ستار عیوب'' ہے انسان بن دیکھے شور مچا دیتے ہیں کہ فلاں ایسا اور فلاں ایسا ہے اور اللہ جو ہر وقت بندے کے ساتھ ہے وہ اپنی ستاری کی وجہ سے بندے کو رسوا نہیں کرتا۔غلام اگر نادانی سے غلطی کر لے تو آقا معاف کر دیتا ہے۔اگر میرا رب جرم بخشی کرے تو اس کے جود و کرم سے کوئی بھی محروم نہ رہے اور اگر اے اللہ! تو ہمارے اعمال کے مطابق فیصلے شروع کر دے تو حساب و کتاب اور میزان کی کیا ضرورت ہے ویسے ہی دوزخ میں بھیج دے کہ ہم اسی لائق

ہیں۔ تیری دستگیری سے مجھے کوئی مقام مل سکتا ہے اور اگر تو ہی مجھے گرا دے تو کوئی میری دستگیری نہیں کر سکتا۔ تو مدد نہ کرے تو کسی کا زور نہیں چلتا اور تو خلاصی دے دے تو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میدان محشر میں میں نیکوں کے گروہ میں ہوں گا یا بروں میں۔ اگر تو مجھے سیدھی راہ پہ لگا دے تو بڑی تعجب کی بات ہوگی کیونکہ میں نے تو آج تک سیدھا کام ہی کوئی نہیں کیا لیکن میرا دل بار بار مجھے امید دلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سفید بالوں کا بہت حیا فرماتا ہے۔ یہ اور تعجب کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے شرم رکھے کیونکہ میں نے تو اس سے کبھی شرم نہیں کی۔ اے اللہ! کیا یہ بات سچ نہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان پر ظلم کیا لیکن جب تو نے ان کو اقتدار کا اختیار دیا اور وہ تخت شاہی پہ متمکن ہوئے اور ان کے بھائی مجرم کی حیثیت سے ان کے سامنے پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے نہ صرف ان کا جرم معاف کر دیا بلکہ ان کے کھوٹے سکے قبول کر کے حسن صورت کے حسن سیرت کا بھی ثبوت دیا۔ اے اللہ! تو تو یوسف کا بھی خالق و مالک ہے میں تجھ سے تیری رحمت کا 'برادران یوسف' سے زیادہ امیدوار ہوں کہ میرے گناہوں سے درگذر فرما کر میرے عمل کے کھوٹے سکوں کو بھی شرف قبولیت بخش دے اور میری معافی کا لاتثریب فرما کہ اعلان عام کر دے

بضاعت نیا وردم الا امید
خدا یا زعفوم مکن نا امید

تیری رحمت کی امید کے علاوہ میرے پاس کوئی پونجی نہیں ہے مجھے نا امید نہ فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے۔

امین ثم امین بحرمة طٰہٰ و یٰس الذی ھو رحمة للعالمین و خاتم النبیین و سید المرسلین اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات اللّٰھم تب علینا قبل الموت و ارحمنا عندالموت و سھّل علینا سکرات الموت و لاتعذ بنابعد الموت و ثبتنا علی الایمان اللّٰھم انا نسئلک فعل الخیرات و ترک المنکرات وحب

المساکین. اللّٰھم اعنا علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم. اللّٰھم ارزقنا زیارۃ مدنیۃ المنورہ. اللھم ارزقنا زیارۃ مکۃ المکرمۃ. اللّٰھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلک و اجعل موتنا و حیاتنا فی بلدحبیبک. اللّٰھم انصرمن نصرؐین سید ناومولنا محمد (ﷺ) واجعلنامنھم. اللّٰھم اخذل من خذل دین سیدنا ومولنا محمد (ﷺ) ولا تجعلنا منھم.

اللّٰھم ارحمنا وارحم جمیع المسلمین والمسلمات وانت ارحم الراحمین.

اللھم انصرنا وانصرجمیع المسلمین والمسلمات وانت خیر النصرین

اللھم ارزقنا و ارزق جمیع المسلمین والمسلمات وانت خیر الرازقین.

اللھم افتح لنا ابواب رحمتک و افتح علی جمیع المسلمین والمسلمات وانت خیر الفاتحین.

اللھم اجعلنا فی عبادک الصالحین الصابرین المخلصین الذاکرین القافتین الصادقین الخشعین المتصدقین الموقنین المنفقین المستغفرین بالاسحار اللھم انانسئلک توبۃ نصوحاو توبۃ قبل الموت و راحۃ عند الموت و مغفرۃ ورحمۃ بعد الموت والعفوعندالحساب والفوز بالجنۃ والنجاۃ من النار اللھم انانسلک الھدیٰ والتقیٰ والعفاف والغنیٰ حسبنااللّٰہ ونعم الوکیل، نعم لمولیٰ ونعم النصیر.

وصلی اللّٰہ تبارک و تعالیٰ علی رسولہ خیر خلۃ نور

عرشه و زینة فرشه سید نا ومولٰنا وماوانا وملجانا و حبیبنا و حبیب ربنا و طبیبنا و طبیب قلوبنا و قرتنا و قرة عیوننا و نورنا و نور ایماننامحمد واله واصحابه وازواجه وذریته و اهل بیته واولیاء امته و علماء ملته اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

طالب دعا

غلام حسن قادری

خادم دارالافتاء دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

۴ شعبان المعظم ۱۴۲۵ء بمطابق ۲۰۰۴ء/۹/۲۰ بروز پیر

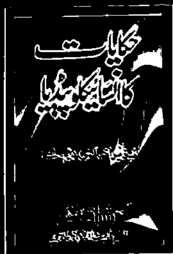


شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی ایک پُرسوز دُعا

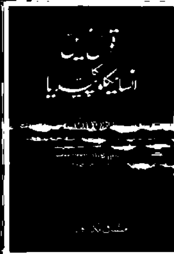
من بندہ شرمسارم ' تو رحم کن رحیما
درفسق بے شمارم ' تو رحم کن رحیما
اندر سرائے فانی ' کردم گناہ توانی
درماندہ رابنوانی ' تو رحم کن رحیما
شرمندہ روئے زردم ' جرم عظیم کردم
خودرا بتو سپردم ' تو رحم کن رحیما
غیبت دروغ گفتم ' غافل بے نخفتم
توبہ بے شکستم ' تو رحم کن رحیما
در وقت نزع جانم ' گویا بکن زبانم
تاکلمہ بخوانم ، تو رحم کن رحیما
ازتن رود چوجانم ' بستہ شود زبانم
بے چارہ چوں بجانم ' تو رحم کن رحیما
درگورچوں بمانم ' تنہاچوں بے کسانم
ہردم ترا بخوانم' تورحم کن رحیما
یارب بحق مرداں' گورم فراخ گرداں
ازفضل تا قیامت' تو رحم کن رحیما
یارب گنہگارم ' پر عیب و شرمسارم
جز تو کسے نہ دانم ' تو رحم کن رحیما

جنت بدہ مکانم، با جملہ مومنا نم
تاجاوداں بخوانم ، تورحم کن رحیما
عمرم گذشت باطل، کردہ گناہ حاصل
برایں فقیر غافل ، تورحم کن رحیما
من سعدیؒ صفائم، بردین مصطفائم
ہردم ہمیں بخوا نم، تورحم کن رحیما







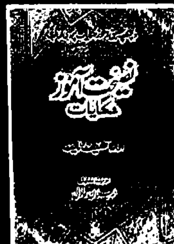














مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور